

بل لیاخذ ما لا نهاية له هذا من حيث المدة واما من حيث النوع فلذات الدنيا مكدمة مشوبة بانواع الالام
 بکے بنائے کے واسطے یہ افزائش تو باعتبار مدت کے ہر اور باعتبار نوع کے ہر اور دنیا کی لذتیں طرح طرح کے کام سے مکرر اور خفیہ طور سے آلودہ ہیں
 والشدة لذات الآخرة صافية غير مكدمة فاذا نظر غلظه في قوله النقد خير من النسئة وعند ذلك
 اور آخرت کی لذتیں صاف اور صفا اب انکی غلطی صاف ظاہر ہوتی ہے کہ نقد بہتر ہوتا ہے اور حار سے اور اسوت
 يرجع الشيطان الى قياس اخر وهو ان اليقين خير من الشك والدنيا يقين والآخرة شك فلا يترك اليقين وهذا
 شیطان ایک اور قیاس منتظم کرتا ہے اور وہ یہ ہے یقین بہتر ہوتا ہے شک سے اور دنیا تو یقینی ہے اور آخرت میں شک ہے سو یقین کو ترک نہیں کر سکتے اور
 القياس اكثر فساد من الاول لكون كل من اصله باطلا لان كون اليقين خيرا ليس الا اذا كان مثله لا مطلقا
 قیاس پہلے قیاس سے خراب تر ہے کیونکہ اسکی دونوں اصل غلط ہیں اسلئے کہ یقین جیسے بہتر ہوتا ہے کہ شک کے مثل ہووے کچھ کلیہ نہیں ہے
 الا ترى ان التاجر في تعبه على يقين وفي حصول ربحه على شك وكذا المريض يشرب الدواء البشيع الكريه وهو في
 کیا تو نہیں دیکھتا کہ سوداگر اپنی مشقت کو یقینی جانتا ہے اور فائدہ ہونے میں شک ہے اور ایسے ہی بیمار کو وہی بد مزہ دوا پیتا ہے
 مرارة الدواء على يقين وفي حصول الشفاء على شك لكن يقول الممرارة الداء قليل بالنسبة الى امتداد المرض
 تکی دوا کی تو یقینی ہے اور صحت ہونے میں شک ہے پر وہ یہ کہتا ہے کہ الم کو وہی دوا کہ نسبت الم زیادتی مرض کے کثیر ہونے میں
 المومدي الى الهلاك فمن كان على شك في امر الآخرة يجب عليه ان يقول لصبري ايام قلائد هو منتهى الامر قليل
 مریخی جاتے ہیں پھر حکم آخرت کی بات میں شک ہو تو اسپر یہ تصور واجب ہو کہ صبر کرنا چند روز کا یعنی آخریات تک
 بالنسبة الى ما يقابل من امر الآخرة فان كان ما يقال فيه كذبا فما يفوتني الا التمتع ايام حياتي وقد كنت في العدم
 نسبت اس کے مقابل یعنی آخرت کے کتر ہے کیونکہ آخرت کا حال جو مشہور ہے اگر تجھ کو نکلا تو میرا سو او میری زندگی کے کیا جاتا رہیگا اور بیشک میں انلام
 من لازل الى الان واحسبني بقيت في لعدم ولم اتعم وان كان ما يقال فيه صدقا البقي في النار دهر طويلا وهذا
 اب تک نابودی تھا سو میں سمجھتا ہوں کہ معدوم ہی رہا عیش حاصل ہوا اور اگر یہ مشہور ہے جو اتو میں زمانہ دراز تک آگ میں جلونگا اس مصیبت کی حالت
 ما لا يطاق به وكذلك قال على لبعض الملحدين المنكرين للآخرة ان كان ما قلته حقا تخلصت وتخلصنا وان كان
 ہرگز نہیں ہے اور ایسا ہی علی رضی اللہ عنہ نے ایک محد سے جو آخرت کا منکر تھا جواب میں یہ فرمایا جو تو کہتا ہے اگر سچ ہو تو تم بھی بچے اور ہم بھی بچے اور اگر
 ما قلنا حقا تخلصنا وهلكتم وليس هذا القول منه على شك في الآخرة بل كالملمد على قد عقله وبتن له
 ہمارا قول سچ ہو تو تم بچے اور تم مارے گئے اور یہ قول علی کا آخرت میں کچھ شک کی راہ سے نہ تھا بلکہ محد سے اسکی عقل کے موافق کلام کیا اور اسکو ظاہر کر دیا
 انه وان لم يكن متيقنا فهو مغرور اما الاصل الثاني الذي هو ان الآخرة شك فهو باطل ايضا لان ذلك يقين
 کہ بلاشبہ اگر وہ نہیں یقین رکھتا تو وہ صریح میں ہے اور اس قیاس کی دوسری اصل یعنی آخرت مشکوک ہو یہ بھی باطل ہے اسلئے کہ مومن کے نزدیک
 عند الموت من ايمانه يدفع غرور الشيطان لانه اذا ترك او امر الله تعالى وضيع الاعمال الصالحة ولا بس المعاصي
 یقینی باقی ہے اور اسکا ایمان شیطان کے فریب کو دفع کرتا ہے جانتا ہے کہ اسنے جب احکام الہی کو ترک اور اعمال صالحہ کو ضائع کیا اور معاصی سے
 والمنكرات يكون مشاركا للكفار في هذا الغرور لانه وان كان معترفا بكون الآخرة خيرا من الدنيا لكنه مال
 اور منکرات میں مبتلا ہوا تو اس دھوکے میں کفار کا شریک ہو گیا اسواسلئے کہ اگرچہ آخرت کو دنیا سے بہتر جانتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ دنیا کی طرف رغب ہو کر
 الى الدنيا واثرها على الآخرة واستحق ان يكون من اهل النار كالكفار لان امره يكون اخف لان اصل الايمان
 دنیا کو آخرت پر پسند کر لیا ہے اور سزا دار ہے کہ کفار کی طرح ناری ہووے لیکن اسکا حال بہ نسبت کفار کے خفیف تر ہے کیونکہ اصل ایمان
 ينجمه من العذاب الابدی ويخرج من النار ولو بعد حين وهذا هو فائدة هجر الايمان وحده واما
 ابدی عذاب سے بچا کر دوزخ میں سے نکال دیا اگرچہ کچھ مدت کے بعد اتنا تو فائدہ ترے ایمان کا ہے اور

الفوز بالمقصود فلا یکنف له مجرد الايمان حد بل لا بد من ضم العمل الصالح اليه كما يدل عليه آيات القرآن
 حال کرنا درجات مقصودہ سعادتیں زالیان کافی نہیں ہے بلا عمل ساتھ عمل صالح بھی جائے چنانچہ قرآن کی آیات سے معلوم ہوتا ہے
 من جملہ ما قولہ تعالیٰ قیامیٰ لغفارین تاب وامن و عمل صالحا انتم اهتدی وقولہ تعالیٰ ان رحمت اللہ
 انیس سے ایک یہ آیت ہے اور میری بخشش ہے اس پر تو برکے اور یقین ملاوے اور کرے جملہ کام پھر راہ پر رہے اور آیت بیشک میرا سدا
 قریب قریب المحسنین وقولہ تعالیٰ العتق الا انسان لکے محسن الا الانسان امونوا و عملوا الصالحات فوعد الغفر فی کتاب اللہ
 نزدیک ہوئی والوں کو اور آیت قسم اترے دن کی مقرر انسان پر نونہا ہے کہ جو یقین لائے اور کیے جملے کام پھر کتاب الکریم میں بخشش کا وعدہ
 تعالیٰ منوط بالایمان والعمل الصالح جمیعاً لا بالایمان حد فمن قبل انہ ان الاخر فخذوا بای لکے لثرتك العمل اشتغل بالی
 ایمان اور عمل صالح دونوں پر مشروط ہے نہ ایمان پر نہیں پھر جسے زبان سے یہ اقرار کیا کہ اقرت بہر اور دینے والی ہے پھر عمل خیر ترک کر کے عاصیوں میں مشغول ہوا
 فهو من المغرورین بال دنیا والمسورین بہا والمحبین لها والکارہین للمو خیفۃ فوات لذاتہا لاخیفۃ فوات لذات
 تو وہ دنیا کر دھوکے میں آیا ہوا اور دنیا پر غور نہیں ہوتا ہے اور اسکی محبت میں موت سے ڈرتا ہے مباد دنیا کی لذت فوت ہو جاوے یہ خون نہیں ہے کہ آخرت کی لذت
 الاخرۃ وحصول عقابہا فہذا ہم الذین نعیم الحیوۃ الدنیاء وہم عن الاخرۃ ہم غفلون اما الذین عزم باللہ العزیز
 فوت ہو کر عقاب ہونے لگے سو یہ وہ لوگ ہیں جنکو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے اور وہ آخرت سے غمگین ہیں اور یہ وہ ہیں جنکو اللہ کے نام سے غور سے
 فہم الذین عزموا الاعمال یشتغلون بالمنکرات یقولون ان اللہ کریم رحیم زجر رحمتہ ومغفرۃ وہذا
 وہ وہ لوگ ہیں جو اعمال میں سستی کرتے ہیں اور منکرات میں مشغول رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کریم اور رحیم ہے اسکی رحمت اور مغفرت کی امید ہے اور یہ
 الکلام وان کان صحیحاً فی نفسه مقبولاً فی القلوب الا ان الشیطان لا یغوی الانسان الا بکلام مقبول
 کلام اگرچہ حقیقت میں راستہ ہو دل نانتے ہیں ہر انسان کو شیطان ایسی ہی باتیں کہتا ہے جو ظاہر میں مقبول ہو
 الظاہر مردود الباطن ولو احسن ظاہر کلاماً استخذت بہ القلوب لکن لنبی علیہ السلام کشف عنک
 اور باطن میں مردود اور اگر ظاہر میں پسندیدہ ہونے کی بات پر دل ہرگز غریب نہ کھاوے لیکن نبی علیہ السلام نے اسکو ظاہر کر دیا یہ فرمایا کہ
 بقولہ الکیس من دان نفسه وعمل ما بعد الموت والعاجز من تبع نفسه فونہا وعتی علی اللہ هذا التمنیٰ هو الغرور
 ہر شیہار وہ ہر جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور آخرت کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے کہ ہوا ہوس کے پیچھے لگا رہے اور اس پر آرزو میں کرے یہ آرزو بیکانی ہی ہرگز کبھی
 الذی عن الشیطان سمہ وسماہ رجاء حتی خدع بہ کثیرا من الناس قد شرح اللہ الرجاء بقولہ الذین امنوا و عملوا الصالحات
 لہل کر امید نام کھا ہو یا تک کہ سب لوگوں کو اس فریب میں لے لیا ہے اور چاہے کہ شرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کر دی ہے جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی
 وجاہد فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ وقیل للحسن قوم یقولون نرجوا اللہ ویضیعون العمل فقال
 اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ امید و ارشہن اللہ کی نعرے کسی نے حسن سے کہا ایک لوگ یہ کہتے ہیں اللہ سے ہرگز امید نہ کرنا اور عمل خیر ضائع کرتے ہیں حسن کی ہم
 ہیہات ہیہات تلك اما ینہم یترددون فیہا من رجاء شیئاً طلبہ ومن خاف شیئاً ہرب منه وکما لا ینبت الذی
 انسانوں انسانوں یہ آرزو میں ہیں انکی فکر میں پڑے ہیں جو شخص کسی کی آرزو کرتا ہو تو اسکو طلب کرنا ہو اور جو کسی بات سے ڈرتا ہو تو اس سے بھاگنا ہو اور جیسے زمین
 مزرع الا بالحرارة كذلك لا یحصل فی الاخرۃ اجر وثواب الا بالایمان والعمل کما کان معنوها من رجاء ولدا ولم ینکم
 کھیتی ہر دن بوئے نہیں لگتی ایسے ہی آخرت میں اجر اور ثواب بدون ایمان اور عمل کے نہیں ملتا اور جیسے نادان کہلاتا ہے جو شخص اولاد کی آرزو کرے اور نکاح
 اونکے ولم یجامع او جامع ولم ینزل کذلک یكون معنوها من رجاء اللہ تعالیٰ ولم یؤمن وامن لم یعمل
 نہ کرے یا صلح نہ کرے برصحت نہ کرے یا جملع بھی کرے بر منزل نہوا ایسے ہی نادان کہلاتا ہے جو شخص رحمت الہی کی امید رکھے اور ایمان نہ لاوے یا ایمان لاوے پھر عمل صالح
 الصالحات او عمل الصالحات ولم یترك السیات وکما ان من نکر وجامع وانزل ینغی لہ ان یرجو حصول الولد
 نہ کرے یا اعمال صالح بھی کرے بر ایمان نہ چھوڑے اور جیسے جو شخص نکاح کرے پھر جملع کرے اور منزل ہووے تو اسکو لاتی ہے کہ اولاد کی آرزو کرے

ان الغرور سیغل علی اخر هذه الامة قال الامام الغزالی قد کان ما اخبر به النبی علیہ السلام فان الناس فی الزمان
 کہ غرور آکر کو اس است پر جلد زور کر کے جاویگا امام غزالی کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جو خبر دی تھی وہ ہو گئی کیونکہ اول زمانہ میں لوگ ہمیشہ
 الاول کانوا یوظفون علی الطاعات والعبادات فی الباقون فی الاحتراس عن الشبهات والشهوات ومع ذلك کانوا یحافظون
 طاعت اور عبادت میں مشغول رہتے تھے اور شہوات اور شهوات سے خوب بچتے تھے اور پھر بھی اسے حال پر

علی انفسهم ویسکون فی الخلوات واما الان فتری الخلق امنین فرحین غیر خائفین مع اصرارهم علی المعاصی
 ڈرتے رہتے تھے اور تنہائی میں رو دیا کرتے تھے اور اب اس زمانہ میں دیکھتے ہو کہ خلقت امن کے اندر خوش و غم بلے فون و ہر اس معاصی پر ایسی ہولی
 وانہما کم فی الدنیا واعراضهم عن طاعة الله تعالى ویرعمون انہم واثقون بکرم الله تعالى وفضلہ
 اور دنیا میں کبھی ہولی طاعت الہی سے بے پروا ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے کرم اور فضل پر بڑا مجبور ہے اور اس کے

وراجون لعفوة ومغفرته ویقولون ان نعمته واسعة ورحمته شاملة واین معاصی لعیاد فی بحار مغفرته
 در گذر اور بخشش کی امید ہے اور کہتے ہیں کہ اسکی نعمت فراخ ہے اور رحمت عام اور بندوں کے معاصی کی اسکے دریا سے مغفرت میں کیا اصل ہے
 ویسعون تمنیہم واغترارہم رجاء ویقولون ان الرجاء مقام محموق فی الدین فکانہم یرعمون انہم عرفوا من کرم الله
 اور اس تمنی اور اغترار کا نام رجاء ہے جو ہر اور کہتے ہیں کہ رجاء میں ہنسنا یہ مقام ہے سو گویا یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے کرم

تعالی فضلہ عالم یقرہ الانبیاء والصحابة والسلف الصالح المجلس الثامن والستون فی بیان فضیلة التقوی

و حسن الخلق و حقیقہ قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم تدرؤن ما اکثر ما یدخل الناس الجنة تقوی الله حسن الخلق هذا
 حقیقت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تم جانتے ہو کیا چیز ہے جو بہت میں لوگوں کو زیادہ لجاو گی پر پیر گاری اور عادت نیک

الحديث من حسان المصابیح رواه ابو هريرة ومعه ان اكثر اسباب السعادة الابدیة انما یحصل بالجمع بین هاتین
 حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ اکثر سبب سعادت ابدی کا بدولت جمع کرنے ان دونوں فضیلتوں کی حاصل
 الخصلتین فان التقوی اشارة الی حسن المعاملة مع الخالق وحسن خلق اشارة الی حسن المعاملة مع الخلق فعلی
 نہیں ہو سکتا کیونکہ تقوی سے اشارہ طرف نیک معاملے کے ہے ساتھ خالق کے اور حسن خلق اشارہ طرف نیک معاملے کے خلق کے

هذا ینبغی لمن علم ان سعادة الدنیا فانیة وان سعادة الآخرة باقیة ان یختار سعادة الآخرة علی سعادة الدنیا وسعادة
 موافق لایق ہے اسکو جو جانتا ہے کہ سعادت دنیوی فنا ہونے والی ہے اور سعادت اخروی رہنے والی ہے اور سعادت اخروی کو سعادت دنیوی پر ترجیح دے اور سعادت
 الآخرة لا یحصل الا بتقوی الله تعالى لان حسن الخلق وان ذکرہما اہتما ما لیشانہ الا انه داخل فیہا لانها عبارة
 اخروی بدون تقوی الہی کے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ حسن خلق اگرچہ اسکے ساتھ عظمت شان کے لیے مذکور ہے پر وہ تقوی ہی میں داخل ہے اسلئے کہ تقوی یہ کلمات ہر

عن اجتناب المنکرات والمنہی عنہا وایتان المعروفات والمأمور بہا وبہا یحصل خیرات الدنیا والآخرة اما الخیرات الدنیویة
 منکرات اور ممنوعات سے بچنا اور امور حسنة اور خدا کے فرمودہ کو بجالانا اور اسی میں دنیا اور آخرت کی خوبیاں موجود ہیں پھر خوبیاں دنیا کی
 فمنہا الحفاظ والحراسة كما قال الله تعالى لان تصبروا و اتقوا لا یضرکم کیدہم سئیة ومنها النجاة من الشدائد والرزق
 ایک ان میں سے حفاظت اور نگہبانی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اگر تم بچے رہو اور بچتے رہو کہ بچو گے تمہارا انکے ذریعے اور ان میں سے خیرات دینی اور صلاح دنیا
 من الحلال كما قال الله تعالى ومن یتق الله یجعل لہ فخرجا و یرزقہ من حیث لا یحسبہ واما الخیرات الآخرة
 چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کرم سے اسکا گزارہ اور روزی دے اسکو جہاں سے اسکو خیال نہو اور آخرت کی خوبیوں میں سے یہ ہے

فمنہا اصلاح العمل كما قال الله تعالى یا ایہا الذین امنوا اتقوا الله وقولوا حقوا کلامکم وامنوا
 دینی عمل کی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ای ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کلمات سیدھی کہ سوزا رے تمکو تمہارے کلام اور آئین سے

قبول العمل كما قال الله تعالى إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ وَصَلَّىٰ بِحَاضِرَةِ اللَّهِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
 قبول عمل کی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ قبول کرتا ہے سوا رب والوں سے اور انہیں سے اکرام اور عزت میں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک عزت اس کے ان
 عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَىٰ وَصَلَّىٰ بِحَاضِرَةِ اللَّهِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ النَّارُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
 اسی کو بڑی جسکو ادب بڑا اور انہیں سے مشورہ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ یقین لائے اور رب سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھتے وہ لوگ جنت میں
 وَفِي الْآخِرَةِ وَصَلَّىٰ بِحَاضِرَةِ اللَّهِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ ثُمَّ نَبَّخِي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُوا الظَّالِمِينَ فِي مَا جَنَّبُوا وَصَلَّىٰ بِحَاضِرَةِ اللَّهِ
 اور آخرت میں اور انہیں سے روزِ حق سے نجات چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر نبی اللہ کے ہم کو جو بڑا اور انہیں سے مشورہ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک عزت اس کے ان
 فِي الْجَنَّةِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ الَّذِينَ فِيهَا وَصَلَّىٰ بِحَاضِرَةِ اللَّهِ
 میں ہمیشہ کو رہنا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو بلوغ میں جگہ سے بہت نمایاں رہے انہیں اور انہیں سے مشورہ چنانچہ
 العلیا والمرتبة القصوى التي هي محبة الله تعالى كما قال الله تعالى إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ وَلَوْ لَمْ يَكُنِ الْمُتَّقُونَ
 اور انہما کا مرتبہ یعنی بہت اسی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ بخوش آنے میں اعتبار دالے اور اگر تقویٰ میں
 سوى هذه الخصلة لكانت فكيف لا يسع العبد في تحصيلها مع ان لها فضائل كثيرة سواها والقران
 سوا اسے کوئی خصلت نہوتی تو بھی کافی تھی پھر آدمی کیونکر نہ سمجھ کر اسکو حاصل کرے باوجودیکہ آئین اس کے سوا بہت فضیلت میں ہیں اور
 ملو بذکر فضائلها فانه تعالى قال في آية الله وولي للمتقين وقال في آية اخرى والعاقبة للمتقين
 اس کے فضائل سے بڑھے بیشک اللہ تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے اللہ سب سے بڑھ کر اولیٰ ہے اور دوسری آیت میں فرماتا ہے اللہ سب سے بڑھ کر اولیٰ ہے اور
 وقال في آية اخرى وأزلفت الجنة للمتقين وغيرها الآيات الدالة على فضيلة التقوى فانه تعالى قد صح
 اور ایک اور آیت میں فرمایا اور نزدیک لائے گئے بہشت ڈھالوں کے اور سوا اس کے اور آئین جو تقویٰ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بیشک
 بما الأولين والآخرين من حيث قال ولقد صدقنا الذين أولوا الكتاب من قبلكم فآياكم أن اتقوا الله والحاصل
 پہلو اور کچھ لوگوں کو وصیت کی ہے چنانچہ فرماتا ہے اور تم کو پہلے کتاب والوں کو اور تم کو ڈرتے رہو اللہ سے حاصل رہے
 انها اجماع كل خير وهي في اللغة فطر الصيانة وفي عموم الشرح عبارة عن التوقي عما يضره في الآخرة من فعل او
 کہ آئین تمام خوبیاں جمع ہیں اور تقویٰ لغت میں خوب اعتبار کرنے اور عزت شریع میں ایسے اعمال سے بچنے کو کہتے ہیں جو کر کے یا
 ترك فيلزم اجتناب الكبار بالاتفاق في تحصيلها وعند البعض يلزم اجتناب الصغائر ايضا في تحصيلها
 چھوڑنے سے آخرت میں ضرر نہ بچاؤ سو واسطے حصول تقویٰ کے کبار سے بچتے رہنا بالاتفاق لازم اور بعضوں کے نزدیک تقویٰ کی ایک صغائر بھی بجا ضروری
 وهو الحق وقيل لا يلزم اجتنابها لانها مكفرة عن مجتب الكبار فلا يلحق
 اور یہی قول حق ہے اور کوئی کتاب صغائر سے اجتناب ضروری نہیں کیونکہ صغائر اس کے اثر بڑھتے ہیں جو کبار سے بچنا ہے
 العبد بها العقوبة لقوله تعالى ان تجتنبوا كبر ما تنهون عنه تكفر عنكم سيئاتكم لكن هذا خطأ
 سونہ صغائر کے بدلے سزاوار عقوبت کا نہیں ہوتا اس آیت سے اگر تم بچتے رہو گے بڑی چیزوں سے جو تم کو منع ہو میں تو تم انہیں سے تقصیر نہ جھاری لیکن اگر تم
 مخالف لقواعد اهل السنة لان العقاب على لصغيرة جائز عندهم ولو مع اجتناب الكبار لان بعض
 اور اہل سنت کے قواعد سے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کو نزدیک صغیر پر بھی عذاب کبار سے بچاؤ ہے اس لیے کہ بعض مفسرین نے اس
 المفسرين حلوا الكبار في الآية على انواع الشرك كمشرك اليهود والنصارى والمجوس وغيرهم لان المطلق عند عدم القرينة
 آیت میں کبار سے مراد اقسام شرک کے لیے ہیں جیسے یہود اور نصاریٰ اور مجوس وغیرہ کا شرک کیونکہ مطلق سے بدون قرینہ کے کمال مراد ہوتا ہے
 ينصرف الى الكمال وهو الشرك وواجتناب الا تعين تكفير غيره بل يعنى في مشية الله تعالى لقوله تعالى ان الله لا يغفر ان
 اور کمال شرک ہے اور شرک سے بچنے میں اور گناہ کا اثر نامقرر نہیں ہوتا بلکہ مشیت الہی میں رہتا ہے اس آیت سے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا



يُشْرِكُ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ مَعَ ان الاصرار على لصغائر كبيرة فلا يكون مكفرة بل لا بد من اجتنابها وقد
 كرسها شريك غير الله او ارض من غير الجنة كما هو باس باوجودیکه صغائر بزرگه رہنا کبیرہ ہوتا ہے پھر کفار کب ہو سکیگا بلکہ اس سے بھی اجتناب ضرور ہے اور
 روى عن عطية انه عليه السلام قال لا يبلغ العبدان يكون من المتقين حتى يدع ما لا باس به حذر اعماله
 عطیہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آدمی درجہ تقویٰ کا سنین پاتا جن تک لا باس ہو کہ نہ چھوڑے۔ بخوبی اجتناب اور ذلت سے

باس وهذا الحدیث نص فی لزوم اجتناب لصغائر فی تحصیل التقوی لانها على تقدير كونها مكفرة عن مجتنب الكبائر
 اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اجتناب صغائر سے واسطے حصول درجہ تقویٰ کے ضرور ہے کیونکہ صغائر کو بڑا کر کے بچنے والے سے اثر جانتے ہیں
 يكون مما لا باس به فيلزم اجتنابها مع ان المعنى اللغوي الذي هو فطر الصيانة مرعى المعنى الشرعي امکن فطر الصیبا
 ہر بلا سے نون تو افضل ہیں جس صغائر سے اجتناب لازم ہے اور جو کچھ لغوی معنی کی رعایت لینے خوب صیبا کر رہی شرعی معنی میں جہاں تک ہو سکے ضرور چاہیے

يقترض اجتناب الكبائر والشبهات ايضا لكن لا حترار عن جميع الشبهات لا يمكن في هذا الزمان كما قال قاضيان في
 اور بڑا احتمال کا تقاضا ہے کہ کبار سے اور شہات سے بھی بچے لیکن اس زمانہ میں تمامی شہات سے احتراز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قاضیان اپنے

فتاواہ ليس ما نازان الشبهات وعلى المسلم ان يتقى الحرام العائى وكذا قال صاحب الهداية في التجنيس ما ناهما قبل تمام
 فتاویٰ میں کہتے ہیں ہمارا زمانہ شہات کا زمانہ نہیں ہے مسلم کا یہی ہے کہ حرام ظاہر سے پرہیز کرے اور ایسے ہی ہدایہ والا تجنیس میں کہتا ہے اور ان دونوں کا زمانہ چھ سو برس
 سنة وقد بلغ التاريخ الآن ما بلغ ولا شك ان الفساد والتغير يزيدان زيادة بعد الزمان عن عهد النبوة والسبب
 سے پہلے ہی اور اب تو زمانہ کا حال ہر سو برس اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عہد نبوت سے زمانہ جتنا دور ہوتا جاتا ہے اتنا زیادہ تغیر ہوتی جاتی ہے اور اس زمانہ میں

في عدم امكان الاحتراز عن الشبهات في هذا الزمان عدة امور الاول ان قوام البدن وانتظام المعاش ليس
 شہات سے احتراز نہ ہو سکنے کے کئی سبب ہیں
 اول یہ کہ بدن کی تندرستی اور گزاران کا انتظام بدون تقوی

بالنقوص والمجبور ونحوهما مما يخرج من الارض والغالب المستعمل في النقص والفسوخ ليس الا الداهم وقد صغر وهما بحيث لا
 اور داند وغیرہ کے جو زمین سے پیدا ہوتا ہے نہیں ہوتا اور اکثر معاملات کے کرنے اور توڑنے میں جلیں سوائے دراہم کے نہیں ہے سو انکو اتنا کم کر کے الیہ کہ سہا
 کم منها يبلغ قدر وزن درهم واحد شرعى بل لظام معون من اخساء الفسقة والكفرة لا يزالون يقطعونها حتى صار
 معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں سے کئی درہم برابر ایک درہم شرعی کے ہو سکتے ہیں بلکہ الیہ فرمایا فاسق اور کفار ہمیشہ دراہم کو کترتے جاتے ہیں یہاں تک

المقطوع في الداهم غالباً على غيره وسبب ذلك تركها وزنها وجعلها من المعدودات في التبايع والاستقراض والفضة
 کہ کتر ہوا ہے جس سے بڑھتی ہو گیا ہے اسکا باعث یہ ہوا کہ دراہم کو تو لٹا چھوڑ دیا اور انکو بیوع اور قرض وغیرہ میں معدود سمجھا رکھا اور چاندی
 وزنية ايداً لنص الشارع عليه فلا يتبدل بالعرف لان شرط اعتباره عدم النقص هذا مذهب ابی حنیفہ ومحمد
 ہمیشہ کی لیے ذرا ہی شائع اسکو صاف فرما چکا ہے سو عرف کے بتاؤ سے بدل نہیں سکتے ایسے کہ عرف وہاں معتبر ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو اور یہی ہے ابو حنیفہ

ورواية ظاهره عن ابی يوسف وفي رواية ضعيفة عنه يعتد بالعرف مطلقاً فاذا كانت الفضة وزنية ابدال يلزم بيان
 کا اور یہی ہے ظاہر روایت ابو یوسف سے اور ایک ضعیف روایت ابو یوسف سے یہ کہ عرف مطلق معتبر ہوتا ہے پھر جب چاندی ہمیشہ کو وزن کی رہی تو اسکا وزن بیان کرنا
 وزنها في التبايع والاستقراض لان بيان مقدار الثمن شرط صحة البيع ونحوه ومقدار الوزن لا يعلم بالعد كما لا يعلم
 بیوع اور قرض میں ضرور ہوا ایسے کہ ثمن کی مقدار بیان کرنی بیوع وغیرہ کی صحت کے لیے شرط ہے اور وزن کی مقدار ثمن سے معلوم نہیں ہوتی جیسے تولنے سے

مقدار العدی بالوزن فاذا لم يبين وزنه يفسد البيع والاجارة والقرض ونحوها فيكون ما اشترى بالبيع الفاسد من
 گنتی معلوم نہیں ہوتی پھر جب اسکا وزن معلوم نہ ہو تو بیع اور اجارہ اور قرض وغیرہ سب فاسد ہوے پس جو جو بوسیلہ بیع فاسد کے خرید
 الطعام والجارية مليكاً للشترى بعد القبض لكن لا يحل له اكل الطعام ولا وطى الجارية ولا مخلص منه و
 کھانا یا لونڈی سب بد قبض کے خریدار کی ملک ہونے پر اسکو نہ تناول کھانے کا حلال ہے اور نہ صحبت لونڈی کی اور اس سے کوئی مخلص نہیں ہے

ولاحيلة فيه الا التمسك بالرواية الضعيفة عن ابي يوسف لتعسر الجمع بين العدل والوزن خصوصا
 اور نہ اس میں کوئی حیلہ بجز تسمک اسی ضعیف روایت کے جہاں یوسف سے ہر کیونکہ گنتی اور تول کا جمع کرنا بہت دشوار ہے خاص کر
 في حق الفقراء وقد تفرغ ان الضرورات تبيح المحظورات والثاني غلبة الطمع على الناس بحيث ترى كثيرا
 فقراء کے حق میں اور بیشک پھر حکم ہے کہ ضرورت میں ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور دوسرے سبب لوگوں پر طمع کا غالب ہو جانا اور خواہ مخواہ اکثر لوگوں کو دیکھتا ہے
 منهم لا يرضون بتقوتهم ولا يقنعون بخلهم بل يتجاوزون الى الحرام والثالث غلبة الظلم بين الخلق
 کہ اپنے اپنے حق پر راضی نہیں ہوتے اور اپنے اپنے حصہ پر قناعت نہیں کرتے بلکہ حرام تک جرح جاتے ہیں اور تیسرے غلبت میں ظلم کا پھیلنا
 من الغضب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها والرابع غلبة الجهل على التجار والصناع والأجراء والشركاء
 جھین لینا جہر الینا خیانت کرنی دغا کرنی اور انہ کے جوتھے اصل یا سبب میں جہالت کا غلبہ سوداگروں اور کارکنوں اور مزدوروں اور شرکاء
 في الاصل والعلة فلا يراعون شرائط الشرع في معاملاتهم فاذن معاملاتهم لا تخلو اما ان تطل فيكون
 سوا لوگ شرعی شرطوں کی رعایت اپنے کاروبار معاملے میں نہیں کرتے پس اب ان کے معاملات اس سے خالی نہیں یا باطل ہونے پھر تو
 مكسوبهم حراما او تفسد فتكره فتكون مكسوبهم خبيثا والحرام لا يكون ملكا بالقبض بل ان امكن الرد
 انکی کمائی حرام ہوگی یا فاسد اور مکروہ ہونے اب انکی کمائی خبیث مشکوک ہوگی اور حرام چیز قبضہ کرنے سے ملک نہیں ہو جاتی بلکہ اگر ایک ایک تک
 الى صاحبه يجب الرد اليه ويحصل الا لثم بغيره ولا يجوز لاحد اخذ براءة او هبة او صدقة او
 ہشادینا ممکن ہو تو ہشادینا واجب ہوتا ہے اور بدو ان اسکے گنہگار ہوتا ہے اور کسی کو اسکا لینا جائز نہیں خرید کر یا اجارہ سے یا ہبہ سے یا صدقہ سے یا
 نحوها اذ لا يصير بها حلالا وان تعدد الرد الى صاحبه فببئله الصدق لا يغير الخبيث ان كان
 کسی اور وجہ سے مانند اسکے کیونکہ کوئی وجہ حلت کی نہیں ہے اور اگر ایک تک پونہا نادشوار ہو تو اسکی راہ بجز صدقہ دینے کے کوئی نہیں اور خبیث مشکوک اگر قبضہ کرے
 ملكا بالقبض لكن يجب على مالكة الصدق ويانتم بغيره ولا يجوز لاحد اخذ الا ان يتصدق عليه وهو فقير فان
 ملک نہ ہو جاتی ہے ہر مالک کو واجب ہے کہ صدقہ دیدے اور سوائے صدقہ کے گنہگار ہوتا ہے اور کسی کو اسکا لینا جائز نہیں ہے ان جسکو صدقہ دیدے اور وہ غیر ہوتا
 كان كذلك فكيف يمكن المعاملة بالناس في هذا الزمان مع الاحترار عن الشبهات فان كثيرا ما في ايديهم
 حال ہے تو اس زمانہ میں لوگوں سے شہادت سے بچکر معاملہ کرنا کیونکہ ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ اکثر مال جو ان کے قبضہ میں ہیں
 من الاموال اما حرام او خبيث بسبب ظلم بعضهم بعضا بالسرقة والخيانة والتزوير ونحو
 یا حرام ہیں یا خبیث مشکوک آپس کے ظلم سے بسبب غضب یا چوری یا خیانت یا دغا بازی وغیرہ کے
 او بسبب عدم مراعاة شرائط الشرع في معاملاتهم فالخذ بالقول الاحوط والاحترار عن الشبهات في هذا
 یا اپنے معاملات میں شرعی شرائط کی رعایت نہ کرنے سے اس محتاط قول کو لینا اور شہادت سے بچنا اس
 الزمان ليستدعي ان لا يعامل مع الناس ليقضي العزلة عنهم والفرار الى الجبال وسكنة الغارات بطون
 زمانہ میں یہ چاہتا ہے کہ لوگوں سے ساتھ کوئی معاملہ نہ کیجیے اور ان سے سراسر الٹگ ہو کر پہاڑوں میں بھاگ جائیے اور غاروں میں ٹونگے اور
 الاودية وريح العشب كلاء وفي هذا حرج عظيم وتكليفهما لا يطاق وكلاهما منفيان في الشرع بالنسبة لان
 راکیے اور کھائیں پھوس کھایا کر اور زمین بڑا ہی حرج اور طاقت سے زیادہ تکلیف ہے اور شرع کے اندر یہ دونوں بدلات نفس نہیں ہیں کیونکہ انسان کی طبیعت
 مدني بالطبع لا يمكنه ان يعيش حده بل لا بد له ان يعيش مع الناس فيتعين في هذا الزمان لا محالة الاخذ
 مدنی ساری ہے یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایلا گذران کرے بلکہ بالضرورت انکی گذران آدمیوں میں ہوگی پس اس زمانہ میں بالضرورت مدد اسی روایت سے لینا چاہیے
 بما قال محمد من تبعه من المشايخ من جواز اخذ مال الغد باذنه ورضائه بعوض وبغير عوض صالح يعلم كونه
 جہاں ہم نمہ کہتے ہیں اور انکے تلمیذ بھی مشایخ کو بغیر مال اسکی اجازت اور خوشی سے لینا بدہین اور بے بدلہ جب تک صاف حرام معلوم نہ ہو



حراما بعينه متمسكا باصول مقررة في الشرح من ان اليد دليل الملك وان الاصل في الاشياء الاباحة و

جائز بتاتے ہیں قواعد فقہی شرع سے تمسک کر کے قبضہ دلیل ملک ہوتا ہے اور اصل اشیا میں اباحت ہے اور

ان اليقين لا يزول بالشك وانما يزول بيقين مثله وان الشك بالعقود والفسوخ اذا كان من الشك لا يقين

یقین شک سے رفع نہیں ہوتا یقین جب ہی جاتا ہے تب وہیسا ہی یقین ہو اور شک عقود اور فسوخ میں اگر نقد روپیہ ہوتا ہے تو یقین کرنے سے

بالمعنيين بل يثبت بالدقة حتى لو اشير الى الشئ بالنقد ودفع غيره يجوز بخلاف المبيع فانه ينعين للعقد

مستقین نہیں ہوتا بلکہ ذمہ لازم ہوتا ہے برائے کہ اگر میں نقد کو اشارہ سے متعین کر دے اور دوسرا روپیہ دے تو جائز ہے بخلاف بیع کے جس میں عقد کر کے خریدیں تو

حتى لا يجوز استبداله باخر واقامته مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد مما قال الكرخي وقد صرحوا بكون الفتوى

برائے کہ اسکا اور بیع سے بدل دینا اور بدلہ کو اسکی جگہ بخیر دینا جائز نہیں ہے جب تک پہلا عقد فسخ اور دوبارہ عقد نہ کیا جاوے اور تمسک کرنا امام کریمی کے قول سے کہ سان کہ بچے میں

عليه في هذا الزمان ان المشتري بحرام بعينه حلالا لا ان يشار اليه حين العقد ثم سلم ثم يكون ملكا خبيثا

کہ اس میں فتوے اسی پر ہے کہ خریدی ہوئی شے میں حرام سے ملال بائزہ ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ عقد کرتے ہوئے اس شے حرام کی طرف اشارہ کریں پھر وہی خریدیں تو

واجب التصديق بما ذهب اليه ابو حنيفة من ان الخياط الرافع للتميز استهلاك موجب للملك والضمان بما روي

اسکا صدقہ کر دینا واجب ہے پھر تمسک کرنا امام ابو حنیفہ کے مذہب ہے کہ ملاوینا اور چیز کا بیع میں امتیاز باقی نہ رہے بلکہ کرنا اور اس میں ملک حاصل ہو جاتی ہے اور ضمان ذمہ پر آجاتا ہے اور

عنه ان سلبا لطيب فوجب الضمان لا اذ اؤده لغم ما لا يدرك كله لا يترك كله فان الاحترار عن جميع الشبهات لما

تمسک کرنا جو اسے مروی ہے کہ سب ملت کا وہ ہی ضمان کا لازم آتا ہے اگر اسکا اور کرنا نہیں آتا جو چیز سے اس سے تیسرا چیز نہ جانیے بیشک احقر ان تمام شہادت سے جو کہ

لم يكن ممكنا في هذا الزمان لزم الاحترار عن الشبهات التي يمكن الاحترار عنها في تحقق التقوى لان الطاعة

میں از روئے ممکن نہیں ہے تو احقر ان کرنا ایسے شہادت سے جو کہ سہل ہیں واسطے ثبوت تقویٰ کے لازم ہے اس واسطے کہ اطاعت

بحسب الطاقة فمن اتقى عما في وسعه من الشبهات يرحى من فضل الله تعالى ان يعفو عنه ما ليس في وسعه

موافقت طاقت کے برتی ہو پھر وہ شہادت سے بچتا رہے تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اسکو وہ عفو کر دے جو اسکی طاقت سے باہر ہے

ويجعل له ثواب المتقين واما طعام اهل الوظائف من الاوقاف او بيت مال فهو كسائر المكاسات فان الكسب

اور اسکو ثواب متقیوں کا عنایت کرے اور رہا کھانا وظیفہ داروں کا اوقاف میں سے یا بیت المال میں سے سو وہ ایسا ہی ہے اور تمام کمالی چیزیں قائمہ لینا

بالبیع والاجارة ونحوها اذ اروعى فيها شرائط الشرع كما يكون حلالا طبيا كذلك الوقت اذا صدر وعنى فيه شرائط

بیع اور اجارہ وغیرہ سے اگر اس میں شرعی رعایت کیجاوین جیسے ملال طبیب ہوا اور ایسی ہی وقف اگر صحیح ہو اور شرعی رعایت کی جائے

الواقف يكون حلالا طبيا وكذلك ابيت المال محل لمن كان مضمرا فله واخذة بقدر الكفاية وتفصيل الكفاية على

رعایت کیجاوین تو ملال طبیب ہوتا ہے اور ایسے ہی بیت المال حلال ہوتا ہے اگر اسکے قابل ہو اور بقدر کفایت لیا کرے اور تفصیل کفایت کی موافق

ما في الاجراء وغيرها من المكسب في السلوك ولا فرق بين الوقف وبين بيت المال وبين غيرهما من المكاسات في كون

بیان احیاء وغیرہ کتب کے سلوک میں ہے اور درمیان وقف اور بیت المال وغیرہ آمدنیوں کے اس باب میں کچھ فرق نہیں ہے

كل منها حلالا طبيا اذ اروعى فيه شرائط الشرع وفيه شرائط الشرع واذ اروعى فيه شرائط الشرع واذ اروعى فيه شرائط

کہ سب ملال طبیب ہیں اگر ان میں شرائط شرعی رعایت کیجاوین اور مردار خبیث ہونے میں اگر ان میں شرائط شرعی رعایت کیجاوین اور واقعات میں مذکور ہے

ان الذين يقضون ويفنون ليشب تعاون بالتعليم وياكلون من بيت المال فانهم ليسوا عاملين بالاجور بل هم

کہ جو لوگ حکم کرتے ہیں اور فتوے دیتے ہیں اور درس و تدریس میں ضرورت رہتے ہیں اور بیت المال میں سے کھاتے ہیں سو یہ لوگ یعنی قاضی مفتی مدرس مدرسین

عاملون لله تعالى واجرهم على الله تعالى كذلك ما يعطيه الامراء والسلاطين من اموالهم الى رجل حلال له يعلم ان

بلکہ انہ کو روزگار کرتے ہیں اور انکا اجر خدا پر ہے اور ایسے ہی جو کہ امراء و سلاطین اپنے مال سے کسی کو کچھ دیدینے میں سب ملال ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ وہی شخص خاص حرام ہے

بعینہ نعم درجات لخلال کثیرة عالیة بعضها علی من بعض لکن فی زماننا لا یمکن الاخذ بالقول الاحوط فی
آن رتبه طلال کے بہت ہیں ایک سے ایک بالا پر ہمارے رتبے میں تقویٰ کے باب میں احتیاط کامل پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے

التقوی لان الاستقصاء البالغ فی الخلال علی قانون الورد الاعلی فی زماننا ما یفضی الی الخرج وهو مدفوع فی الدین
کیونکہ طلال کے باب میں نہایت درجے کا سبب کر کے سے موافق قواعد اسے رتبہ کے ہر رتبہ میں پورا حرج ہو گیا اور دین کے لئے حرج نہیں ہے
بل الشرع هو المیزان المستقیم فما لا ینضمہ الشرع فهو حلال رحمة من اللہ تعالیٰ علی عبادہ فاذا امتسک احد بالشرعیۃ
بلکہ شرع سیدھی تر از وہ ہے جو حکم شرع برائے کہ وہ سب طلال ہی ہے۔ اللہ کی طرف سے بندہ کے مال پر کمال رحمت ہے اور جب کوئی شریعت سے سند لادے

فلیس کحدان ینکر علیہ لان الایثار علیہ استخفاف بالشرعیۃ ومن استخف بالشرعیۃ یخاف علیہ زوال الایمان
بجہرہ کے ساتھ وہ ہے کہ اس سے انکار کرے کیونکہ انکار کرنا شریعت کی تعظیم ہے اور جو شخص شرع کی تعظیم کرے انکار کفر کا خوف ہو
آذا تحقق هذا فالورد والتقوی فی هذا الزمان ان یجعل ما فی ید کل انسان ملکاً له ما لم یتیقن انہ بعینہ معصوب
جب یہ امر ثابت ہو اور تقویٰ اس زمانہ میں یہ ہے کہ جو چیز میں شخص کے قبضہ میں ہے اسی کی ملک الی جاوے جب تک یقینی معلوم نہ ہو کہ خاص چیز میں ہے

او مسروق وان علم یقیناً ان فی مالہ حراماً اذ قد قال قاضیخان فی فتاواہ رجل دخل عن سلطان فقدم الیہ شیء
یاہرالی مولانا اگرچہ بات یقینی معلوم ہو کہ اس کے مال میں حرام بھی ملا جلا ہے اس لیے کہ قاضیخان اپنے فتاویٰ میں کتابت کہ ایک شخص حاکم کے پاس گیا حاکم نے اسے کوئی چیز
من الماکوہت ان لم یعلم انہ بعینہ غضب یحل له ان یأکل لانه لم یعلم بالحرمۃ والاصل فی الاستیلاء الا باحدا
کمانے کو دی اگر یہ معلوم ہو کہ کسی خاص غضب کی ہوئی ہے تو اس کو کھا لینا طلال ہے اس لیے کہ اس کی حرمت معلوم نہیں ہے اور اصل اشیا میں اہت ہے

وان علم انہ بعینہ حرام لا یحل له ان یأکل منه لانه علم بالحرمۃ وسئل ابو بکر البلیغ عن الفقیر انہ لو اخذ
اور اگر معلوم ہو کہ یہ خاص چیز حرام ہے تو کھانا طلال نہیں ہے کیونکہ حرمت معلوم ہو گئی کسی نے ابو بکر مثنیٰ سے فقیر کا حال پوچھا کہ اُس نے اگر
جائزۃ السلطان مع علمہ ان السلطان اخذها غضباً یحل له ذلك قال ان السلطان ان خلط الدرہم
عطیہ سلطان کہ معصوب جان بوجہ کر لیا تو کیا اس کو یہ طلال ہے جواب دیا اگر سلطان نے درہم ایک قسم کے دوسری

بعضها ببعض فلا بأس باخذہ وان دفع الیہ عین الغضب من غیر خلط لا یجوز لہ اخذہ قال الفقیر ابو اللیث
قسم میں ملا دے تو لینے میں کچھ خرف نہیں ہے اور اگر اس کو معصوب درہم وہ کہ وہ ہی بدون ملائے کے دیر سے تو لینا جائز نہیں ہے فقیر ابو اللیث کہتے ہیں
هذا الجواب یستقیم علی قول ابی حنیفۃ اذ عند من غصب الدرہم من قوم و خلط بعضہا ببعض علیہ الغائب
یہ جواب ابو حنیفہ کے قول پر درست ہوتا ہے اس لیے کہ امام کے نزدیک اگر کسی نے درہم کسی سے چھین کر ایک کو دوسرے میں ملا دے تو ناصب ایک

ویكون مدیناً لہم و ذکر فی سبستان العارفين ان الناس اختلفوا فی اخذ جائزۃ السلطان قال بعضهم یجوز
اور اس کا ترجمہ ہوتا ہے اور سبستان العارفين میں مذکور ہے کہ فقہاء میں در باب قبول کرنے عطیہ سلطان کے اختلاف ہو گئی کتابت پر جائز ہے
ما لم یعلم انہ یعطیہ من الحرام وقال بعضهم لا یجوز اما من اجازہ فقد ذهب لی ما روی عن علی بن ابی طالب
جب تک نہ معلوم ہو کہ یہ حرام کا مال دیا ہو اور کوئی کتابت جائز نہیں ہے پھر جو شخص جائز کتابت سے روایت سے روایت سے روایت سے

انہ قال السلطان یصیب من الحلال والحرام فما یعطیک فخذہ فانما یعطیک من الحلال وروی عن محمد بن علی السلام
کہ فرمایا سلطان کے پاس طلال اور حرام سب آتا ہے پھر جو کچھ کو دیتا ہے سو لینے کیونکہ مجھ کو حلال ہی دیتا ہے اور عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
قال من اعطی شیئاً من غیر مسئلۃ فلیأخذہ فانما هو رزق رزقہ اللہ تعالیٰ وروی عن حبیب بن ابی ثابت انہ قال
فرمایا جس کو کوئی شخص بے مانگے کچھ دے تو لینا چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ نے رزق بھیجا ہے اور حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے کہ کتابت

رایت ابن عمر و ابن عباس یا یتھما ہدایا المختار فی قبلاتھما مع کونہ مستھورا بالظلم وروی محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ
کہ ابن عمر اور ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہدیہ محمد کا آتا ہے اور وہ دونوں لے لیتے اور جو کچھ مختار ظالم شہور تھا اور محمد بن الحسن پر بیعت سے

عن حماد بن ابراهیم النخعی خرج الی زهیر بن عبد الله الازدی وكان عاملا حل حلو ان یطلب جائزته هو و ابو ذر
اور وہ جہاد کے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے زہیر بن عبد اللہ ازدی کے پاس جب وہ طوان کا عامل تھا اپنا جائزہ لینے گئے

الهدائی قال محذوبه ناخذ ما لم تعرف شیئا من عطاائه حراما بعینه وهذا قول ابی حنیفة المجلس التاسع
مؤخر کتاب ہے ہماری ہی سند ہے جب تک نہ معلوم ہو کہ کوئی شیخ عظیم بن بعینہ حرام ہے اور یہی قول ابو حنیفہ کا ہے

والستون فی بیان لزوم طلب کسب الحلال ای اطیب من المکاسب فقہم فیها قال رسول الله صلی الله علیه و آله
بیان میں تلاش حلال کمالی کے اور کوششی کمالی پاک کہ اور کون ہی بڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم هذا الحدیث من حسان المصابیح روتہ ام المؤمنین
بیشک پاکیزہ تر تمہارا کھانا تمہاری کمالی کا ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمالی ہی کی ہے حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا
عائشة وفيه تحریض علی کسب الحلال لان المراد بالطیب ههنا الحلال ومعنی کسب الطیب السعی فی تحصیل
روایت سے آئین کسب حلال کی ترغیب ہے اس لیے کہ طیب کے مراد یہاں حلال ہے اور کسب کے معنی تلاش اور کوشش رزق کے واسطے

الرزق و انما جعل الولد کسبا لان الوالد یطلبه فی تحصیله فیکون من جملة کسبائه فیکون له ان یا کل من
اور اولاد کو کمالی اس واسطے سمیٹا یا کہ اولاد کی طلب ہوتی ہے اور اس کے لیے سعی کرنے میں پس اولاد اس کی کمالی میں داخل ہے اب انکو جائز ہر کہ اگر
کسبہ اذا کان محتاجا و الا فلا الا ان یطیب به نفسه قال الفقیه ابو اللیث فی بستان العارفين کره
محتاج ہووے تو اولاد کی کمالی میں سے کھائے اور نہیں تو نہ کھائے ہاں اگر وہ دل سے خوش ہوتا ہو فقیہ ابو اللیث بستان العارفين میں کہتا ہے

بعض الناس الاستغال بالكسب وقالوا الواجب علی کل انسان الاستغال بعبادة الله والتوکل علیہ و
بعض لوگ غیبتیا کر کے کہتے ہیں وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص پر شغل عبادت الہی کا اور اسپر بھروسا کرنا واجب ہے اور

حجتهم قوله تعالى و ما خلقنا الجن و الانس الا لیسجدون و قال النبی علیہ السلام ما اوحی الی ان اجمع ثمال و کن من
مذکورہ آیت ہر امین بجز نبی کے جن اور آدمی سوا نبی بندگی کو اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وحی نہیں آئی کہ مال جمع کر کے تجارت کیا کروں
التاجرین لکن اوحی الی ان یسبح بحمک و کن من السجدین و اعدک حکم حتی یا تیک الیقین قال عامر اهل العلم
لیکن یہ وحی آئی ہے کہ تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور رعبہ کر نہ والو نہیں اور بندگی کر اپنے رب کی بیشک پونچھے تجھ کو موت اور عام اہل علم کہتے ہیں کہ

الكسب بمقدار ما یكفیه و لعیاله و احب ان ادخلک فی ذلک فهو صیاح لایكون الاستغال بطلب الزیادة حراما اذالم
آئی مزدوری کا اسکو اور اسکے عیال کو کافی ہو واجب ہے اگر اس سے زیادہ ہووے تو صیاح ہے اور زیادہ کی تلاش اگر نخر اور ریاضت نظر نہ تو حرام نہیں ہے
به الفخرم الربا و حجتهم انه تعالى قد فرض لفرائض و لا یبانی اداءها الا بستر العورة و قوۃ البدن لایحصل ستر العورة
و ان لوگون کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک فرائض ذمہ پر مقرر کیے ہیں اور وہ فرائض بدون ستر عورت اور قوت بدن سے اور انہیں ہو سکتی اور ستر عورت

الا باللباس و لا قوۃ البدن الا بالقوت قال الله تعالى و ما جعلناهم حبالا لایاتکون الا باللباس و لا قوۃ البدن الا بالقوت
بدون پوشاک کے اور بدن کی قوت بنیر کھائے پیے نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ایسے بدن زینا ہے جسے کہ کھانا نہ کھاوے اور پانی نہ پیوے اور قوت بدن کا
لا یكون فی الغالب الا بالكسب ما ذکر فی انکار ذلک من الحجۃ فالجواب عنہ ان یقال ان التجارة اما ان یکون
اکثر اوقات بدون کسب کے نہیں ہوتا اور جو دلیل اسکے انکار میں مذکور ہوئی ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ کہیں تجارت یا تو

لطلب الكفاية او لطلب الزیادة علی الكفاية فان كانت لطلب الكفاية فهي واجبة ما جور فاعلم ان یكون الاستغال بها
واسطے طلب کفایت کے ہوتی ہے زیادہ واسطے طلب زیادت کو تو کفایت پھر اگر واسطے طلب کفایت کے ہو تو واجب ہے ایسا شخص نواب یا جاتا ہے پھر تو یہ دہندہ
استغالا بالعبادة وان كانت لطلب الزیادة فان كان طلب تلك الزیادة لاستكثار المال و ادخاره لا لصرفه
بجائے خود عبادت کے اور اگر تجارت واسطے طلب زیادت کے ہے پھر اگر وہ زیادہ واسطے کثرت مال اور خزانہ کے ہو

الی الخیرات و الحسنات فهو اقبال علی لدینا الذی جہتہا رأس کل خطیئة فلا یكون الا اشتغال بها اشتغالا بالعبادة
کہ خیرات اور حسنات میں کام آوے اور تہہ دنیا کی ہے جسک محبت تمام کاموں کی سرور ہے پس یہ دہندہ اشتغال عبادت کا نہیں ہے

بل ان وجد فیہما تلبیس و خیانة یكون فسقا وظلما وان کان طلبہا لیوایبہا الفقراء والضعفاء فیہی افضل
بلکہ اس میں اگر کچھ فریب اور خیانت ہو گی تو فسق اور ظلم ہے اور اگر یہ طلب اس لیے ہے کہ اس مال سے فقرا اور ضعفا کے ساتھ مروت عمل میں آوے
من الاشتغال بالنوافل من العبادات البدنیة فیکف لا یكون الا اشتغال بها اشتغالا بالعبادة وقد ذکر فی
تو یہ غفل عبادت برزخ میں سے نفلوں کے پڑنے سے افضل ہے پھر یہ غفل کثیر مکر عبادت کا غفل نہ ہو گا

الاختیار ان الرسل علیہم السلام كانوا یکتسبون ویأکلون من کسبهم فآدم النبی علیہ السلام زرع الخنطة وسفاهما
کرسول علیہم السلام! آخر کا کام کر رہی کمانی سے کھا رہے تھے
پس آدم نبی علیہ السلام نے گیوں بوئے

وحصدھا واداسھا وطحنها وعجنھا وخبزھا واکھا وتوح النبی علیہ السلام کان نجارا وابراہیم علیہ السلام کان بزرا وداؤد
پھر کائے پھر گاہا پھر میا پھر خیرینا اور پھر کھانا اور توح نبی علیہ السلام بڑھتی کا پیشہ کرتے تھے اور ابراہیم نبی علیہ السلام بازاری کرتے اور داؤد
النبی علیہ السلام کان یصنع الدرع و سلیمان النبی علیہ السلام کان یصنع المکتل من الخوص ونبینا محمد علیہ السلام
درع بنا یا کرتے تھے اور سلیمان نبی علیہ السلام برگ خرا کی زمیل بنا یا کرتے تھے اور ہمارے نبی محمد علیہ السلام نے

وعی لغنم و ذکر فی الاحیاء ان اصیاب رسول الله علیہ السلام كانوا یبتجرون فی البہر والبحر یعاون فی غنمهم
بکران جرائی میں اور احیاء العلوم میں مذکور ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنم اور دریا میں تجارت اور اپنے باغوں کے اندر کام کیا کرتے تھے
وہم القدوة فیلزم الاقتداء بهم ولا یلتفت الی جماعۃ انکر واذک وتعد فی المساجد وعیوکنم طائفة الی ما
اور یہ لوگ پیشوا ہیں انکی پیروی ضرور چاہیے اور کیا اعتبار ہے ان لوگوں کا جو اس سے استرازا کر مسجدوں میں جانتے ہیں اور انکی آنکھیں لوگوں کو مال کو کھینچنے
فی ابدی الناس فیسمون انفسہم متوکلین ویسوا كذلك بل ہم خرجوا عن حد الشرع فانہم قد تفسکوا
اور اپنا نام متوکل رکھ چھوڑا اور حقیقت میں متوکل نہیں ہیں بلکہ یہی لوگ حد شرع سے باہر نکل گئے ہیں انکی سنہ

بقولہ قال فی السماء زرقہ وما تعدون لکمہم بمعناہ وتاویلہ جاہلون فان المراد بہ المطر الذی ہو سبب نبات
یہ آیت ہے اور آسمان میں ہر روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا ہے انکو اس آیت کے معنی اور تاویل معلوم نہیں ہیں کیونکہ اس سے مراد سمجھو جس سے زرق پیدا ہوتا ہے
الزرق فلو کان الزرق یزل من السماء بغير کسب لما امرنا بالاکتساب السعی فی الاسباب وقد قال الله تعالیٰ فاذا
اور اگر زرق پھر آسمان پر سے بے محنت اترتا تو ہم کو کسب اور سعی کرنے کا حکم بجز نہوتا اور اسد فرما ہا ہر پھر سب

توضیحت الصلوٰۃ فانشرکوا فی الارض وابتغوا من فضل الله وقال فی آیة اخرى لیس علیکم جناح ان تبتغوا
تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑوز میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور ایک اور آیت میں ہے کما غناہ نہیں تیرے کہ تلاش کرو

فضل الله من ذکر وروی عن ابی ہریرۃ انه علیہ السلام قال من الذنوب ذنوب لا یغفرها الا الله من طلب المعیشة وسئل
فضل اپنے رب کا اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اننا ہونین سے بعضے ایسے گناہ ہیں کہ انکا کچھ اور کفارہ نہیں سوائے شقت طلب معیشہ کے
ابراہیم عن التاجر الصدوق اھو احب الیک ام المتفرغ للعبادة فقال التاجر الصدوق احب الیک لانہ فی
ابراہیم سے کہنے کے تاجر کا پوچھا آیا وہ تمکو محبوب ہے یا زراعیہ جواب دیا مجھ کو سچا تاجر محبوب ہے اس لیے کہ وہ

جہاد یا تہ الشیطان من طریق الیک والمیزان ومن قبل لاخذ الاعطاء فیجاہدہ وقال بوقلابہ لرجل لان رک
جہاد کرنا ہر اس کے پاس شیطان ہوسوسہ کو آنا اور بیان اور ترازو کی راہ سی اور لینے دینے کی طرف سے سویتا تاجر سپر جہاد کرتا ہے اور بوقلابہ نے ایک شخص کو کہا اگر
تطلب معاشک الی من ان رک فی زاویۃ المسجد لکن لا یلغی للتاجر ان شیغلہ معاشک عن معادہ لانیون عمرہ
میں کچھ معاش کی طلب میں دیکھوں تو بہت بہتر ہے اس کو کہ مسجد کی زاویہ میں بیٹھ کر معاش کی طلب میں دیکھوں تو بہتر ہے معاش کی طلب میں دیکھوں تو بہتر ہے اسکی عمر

صانعاً و صفتها خاسرة لان ما يفوته من الربح في الآخرة لا يفنى به ما يناله في الدنيا فيكون ممن اشترى
 بر باد ہوئی اور تجارت میں ٹوٹا آیا کیونکہ جتنا اخروی فائدہ اُسکامت ہوگا اُسکا عوض جو دنیا میں پیدا کیا نہیں ہو سکتا جس اُنہیں سے ہوگا کہ دنیا کی
 الخیرة الدنيا بالآخرة بل ينبغي له ان يشفق على نفسه في تجارته ولا يندس بخصبه من الدنيا والآخرة كما
 زندگی جو من آخرت کے مولیٰ بلکہ اُسکو یوں چاہیے کہ تجارت میں اپنی جان کی غمخواری کرے اور نہ جو لے انباصہ دنیا میں آخرت کے لیے جیسا
 قال الله تعالى ولا تنس نصيبك من الدنيا فان الدنيا مزرعة الآخرة وفيها تكسب الحسنات والمسجد
 کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور نہ بھول انباصہ دنیا میں سے فل کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں حسنات حاصل ہو سکتے ہیں اور مسجد
 والبیت والسوق له حکم واحد وانما النجاة بالتقوى وهي تتحقق في جميع الاحوال وقد روي عن ابي عبد الله السلام
 اور گھر اور بازار سب کا حال ایک ہی ہے اور تجارت تقویٰ ہی سے ہوتی ہے اور تقویٰ ہر حال میں تحقق ہوتا ہے اور ابو بکر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے
 قال تقوا الله حيث ما كنتم فان وظيفة التقوى لا تنقطع عن المجرىين للدين كيف ما تقلبت بهم الاحوال اذ
 فرمایا اللہ سے ڈرتا رہو جہاں رہے بیشک لوازم تقویٰ کے دین کے عزت و شہرت سے کبھی دور نہیں ہوتے اُنکا حال کیسا ہی بد قرار ہے کیونکہ
 فيها يرون نجاتهم ورجحهم وبها يكون حياتهم وعليتهم وانما ينتم شفقتهم على نفسه في تجارته بمراعاة
 وہ لوگ اُنہی میں اپنی نجات اور فائدہ دیکھتے ہیں اور اُنہی کی زندگی اور آرام اور تجارت کے اندر غمخواری اپنی جان کی کئی امور کے لحاظ سے پوری ہے
 عدة امور الاول ان ينوي بما اكتسبه الاستغفار عن السؤال وكف الطمع عن الناس واستعانة على
 اول یہ کہ اس نیت سے کمادے کرمانے مانگنے سے بچتا رہے اور لوگوں کی طرف سے لے نہ آوے اور دین کی مدد
 الدين وقيامه بكفاية عياله ليكون من المجاهدين لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من سعى
 کرے اور اپنے عیال کی ذمہ داری بجالا دے تاکہ مجاہدین میں داخل ہو دے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص
 على عياله من حله فهو كالمجاهد في سبيل الله فاذا اضمح في قلبه هذه النيات يكون عاملاً في طريق الآخرة
 اپنے عیال کے بچانے والے سے ذمہ داری ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں مجاہد جب اپنے دل میں یہ نیتیں کر چکا تو آخرت کی راہ کاٹل ہو چکا
 فان استفاد ما لا فقد ربحه في الدنيا والآخرة وان لم يستفد ما لا يربح في الآخرة والثاني ان يقصد في صنعة
 بچا کر اگر سکواں مانگا تو اُسے فائدہ دنیا اور آخرت دونوں کا پیدا کیا اور اگر مال حاصل نہوا تو آخرت ہی کا فائدہ ہوا دوسرا یہ کہ اپنی پیشے
 وتجارته القيام بفرض من الفروض لكفايات اذ لو تركت الصناعات والتجارات كلها لبطلت المعاش و هلك
 اور تجارت سے یہ قصد کرے کہ فرض کفایہ ادا کرتا ہو ایسے کہ اگر تمام پیشے اور تجارت ترک کر دین تو گذران مشکل ہو جاوے اور خلقت
 الخلق لان انتظام امر الكل بتعاون الكل وتكفل كل فريق بعمله اذ لو اقبل كلهم على صنعة واحدة لتعطلت البواقي
 مزید ہے کیونکہ سب کے حال کی درستی سب کی امداد سے ہوتی ہے اور ہر فریق کی ذمہ داری سے جہد سے ہر عمل پر ایسے کہ اگر سب انسان یکساں پیشے کر لیں تو باقی پیشے بجا نہ رہتے
 وهدوا لكن الصناعات منهم ما هو مهم ومنها ما هو مستغنى عنه لوجوعه الى طلب التمتع والتميز في الدنيا فينبغي له ان
 اور ہر چیز میں لیکن بعض پیشے تو بہت ضرور ہوتے ہیں اور بعض تو کم چندان ضرورت نہیں ہوتی اُنکا آل عیش طلبی ہو اور دنیا کا سنگار اور آرائش بجا نہ رہے
 يشتغل بصناعة مهمة ليكون في قيامه بها كافيًا عن المسلمين في مهم في الدين ولا يشتغل بصناعة النقش
 کہ ضروری پیشہ کو اختیار کرے تاکہ اُس پیشے سے ضروریات دین میں سب مسلمانوں کا حاجت روا ہو اور نقاشی
 والصياغة وجميع ما تزخرف به الدنيا وذكر في الاختيار ان افضل اسباب الكسب لتجارة ثم الزراعة
 اور زرگری اور تمام اور پیشے جنہیں دنیا کی زیب و زینت پر اختیار نہ کرے اور اجار میں مذکور ہے کہ عمدہ اسباب کمائی کا تجارت ہے بچھ کھیتی
 ثم الصناعة لما روي انه عليه السلام قال احرفه امان من الفقر ومنهم من فضل الزراعة على التجارة لكونها
 بچھ ہاتھ کی کاریگری کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حرفہ فقیرت سے بچاتا ہے اور بعض تجارت سے کھیتی کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اسکا

وہا
 کہ فقیر
 کیونکہ
 کھیتی

اعم نفعاً اذ قد روی انه عليه السلام قال ما نزع مسلم زرعاً وما غرس شجرة فتناول منها انسان او دابة
 نفع عام ہوتا ہے ایسے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو مسلمان کھیتی کرتا ہو اور درخت لگانا ہو پھر اس میں سے کوئی انسان یا جو یا پہ
 او طیر الاکانت له صدقة والثالث ان لا يمنعہ سوق الدنیا عن سوق الآخرة وهو المسجد فینبغی لہ ان
 یأخذ منہ کما وہ لہ لیسے صدقہ ہوگا اور میرے یہ کہ محکوم دنیا کا بازار آخرت کے بازار سے نہ روک رکھے کہ وہ مسجد جو نحو یون جا ہے کہ
 یجعل اول النہار الی وقت دخول السوق لآخرتہ فیلازم المسجد فی ذلك الوقت دیواظب علی الاذکار والاکواد
 اول روز یعنی صبح کے وقت جب تک دکانیں کھل کر بازاری ہو آخرت کے لیے مقرر کرے اس وقت میں مسجد کے اندر بیٹھا ہو ذکر اور وظیفہ میں مشغول ہے
 لیكون من الذین قال اللہ تعالیٰ ینبغی ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ ینبغی لہ فیہا بالغدوق والاصال
 تاکہ اس زمرہ میں داخل ہو سکے جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا انکو بلند کرنے کا اور وہ ان اسم کا نام پڑھنے کا یاد کرے اور اسکی وہ اللہ اور
 رجال لا یلہہم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ ثم انه مہما سمع الاذان للظہر والعصر ینبغی لہ ان ینزع عن
 وہ روک نہیں غافل ہونے سوا اگر کسی میں نہ سمجھے میں اللہ کی یاد سے پھر جب وہ ظہر اور عصر کی اذان سنا کرے تو لائق ہے کہ دھند سے بچ کر باغ ہو کر
 مشغولہ وینزع من مکانہ ویذبح کل ماکان فیہ لان ما یفوتہ من فضیلة التکبیر مع الامام فی اول الوقت
 اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاوے اور سب کا رو بار چھوڑ دے ایسے کہ اول وقت میں امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ کا ثواب جو فوت ہو جاوے
 لا یوازی بہا الدنیا بما فیہا وقد جاء فی تفسیر قولہ تعالیٰ رجال لا یلہہم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ انہم کانوا
 اسکے برابر دنیا اور جو دنیا میں ہی کچھ نہیں ہو سکتا اور اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ غافل نہیں ہونے سوا اگر کسی میں نہ سمجھے میں اللہ کی یاد کرے وہ لوگ
 حدادین وخرادین وکان احدہم اذا رفع المطرق او غرنا الاستفی فسمع الاذان لم ینخرج للاشقی ولم یوقع المطرقة
 لو بار اور سو بھی تھے اور ہر ایک کا یہ حال تھا کہ اگر ستون اٹھا یا پائساری گروئی پھر اذان سن بائی تو ڈریش نہ کھاتا اور وہ ہتھوڑا نہ مارتا
 بل دمی بہا و قام الی الصلوة وھکذا یكون تجارة من یتجر لطلب کفایة لا للتغیم فی الدنیا فان مثله یتجر فی الدنیا
 بلکہ بھینک بھانک کرنا کہ چلے جاتے جو لوگ کفایت کے طالب ہوتے ہیں اور عیش دنیا کا مقصد نہیں ہے بلکہ کفایت کی ہی تجارت ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگ دنیا کی تجارت کو تیز
 ولا یضیع دینہ فی تجارتہ لعلہ بان ربح الآخرة اولیٰ بالطلب من ربح الدنیا فان من یتطلب الدنیا للاستعانة
 اور اس تجارت میں دین منایع نہیں ہوتا ایسے کہ جانتے ہیں کہ آخرت کا فائدہ طلب کرنا دنیا کے فائدہ سے بہتر ہے ہمیشہ جو شخص دنیا آخرت کی امداد کے واسطے حاصل کرتا ہے
 بہا علی الآخرة کیف یدع ربح الآخرة بل ینبغی لہ ان لا یكون شادید الحرص علی السوق والتجارة بان یكون
 وہ آخرت کا فائدہ کیونکر چھوڑ دے گا بلکہ اسکویں لازم ہے کہ بازار اور تجارت بہ بہت لالچ نہ کرے
 اول دخل فیہا واخر خارج منها اذ روی عن معاذ بن جبل وعبد اللہ بن عمر ان ابلیس یقول لولده زانیور سر بکتا بلک فانت
 کہ بازار میں پہلے جا کر اور پھر آکرے کیونکہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ابلیس اپنے بیٹے زانیور سے یہ کہا کرتا ہے اپنی کتاب بازار میں لیجا
 الاسواق ذریب لہم الخلف الکذب والخدیعة والمکر والخیانة وکن مع اول من یدخل فیہا واخر من ینخرج بہا
 اور انکو پہلا بنا کر دکھا خلات اور محبوب اور فریب اور مکر اور چوری اور اسکے ساتھ رہ جو بازار میں سب سے پہلے آوے اور سب سے پچھے جاوے
 ذی الخبران شر البقاع الاسواق وشر اهلها اولہم دخولها واخرہم خروجها وطریق الاحترار عنہ ان یراقب
 اور حدیث میں ہے کہ سب سے بڑی جگہ بازار میں اور سب سے بڑا وہ بازاری جو پہلے آوے اور پچھے جاوے اور طریقہ احتراز کا یہ کہ انکی کفایت کے وقت کو دیکھتا ہے
 وقت کفایتہ فاذا حصل لہ کفایة وقتہ ینصرف ویشغل بتجارة الآخرة ھکذا کان یفعل صلحاء السلف
 صلحا پہلے بازار کے پور نہیں کیا کرتے تھے
 سبقتہ کفایتہ وقت ہاتھ لگ جاوے تو اٹھ آوے اور آخرت کی تجارت میں لگے
 فمنہم من کان ینصرف بعد الظہر ومنہم من کان ینصرف بعد العصر ومنہم من کان لا یعمل فی الاسبوع الا
 انہ کے بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد چلے آتے تھے اور کوئی ایسا تھا کہ عصر کے بعد چلا آتا تھا اور کوئی ایسا تھا کہ ہفتہ بھر میں

يوما او يومين وكانوا يكتفون بذلك ثم ينبغي للمكتسب ان يراعى في معاملته العدل ويجتنب الظلم لان
 اية روز ياد وروز کام کرتا اور بس اس پر انکار کرتے پھر ہمیشہ ور کو لازم ہے کہ اپنے معاملہ میں عدالت برتے اور ظلم سے بچتا رہے اسلئے
 المعاملة قد تجرى على وجه يحكم المفتي بصحتها وان عقادها لكنها تشمل على ظلم يتعرض به العامل لخط
 کہ بعض وقت معاملہ ایسے طور پر جھگت جاتا ہے کہ مفتی الحکومہ جواز بناوے اور عقد کو ٹھیک کہے برائیسین ایسا ظلم ہو جاتا ہے جس سے اس معاملہ پر غضب
 الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد والمراد من الظلم ما يستتضربه الغير فكل ما يستتضربه الغير
 انسى آجاوے کیونکہ ہر نئی ایسی نہیں ہوتی کہ عقد کو فاسد کر دیا کرے اور اگر اظلم سے یہ ہو کہ حسین غیر کا نقصان ہو جاوے پھر حسین غیر کا نقصان ہوتا ہے
 فهو ظلم وانما العدل ان لا يصد عنه ضرر لا حد والضابط فيه ان لا يوجب لاحد الا ما يحب لنفسه فكل ما
 وہی ظلم ہے اور عدل وہی ہے حسین کسی کو نقصان نہ تو اور قاعدہ کا یہ اس میں یہ ہو کہ ہر ایک کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے پھر جو
 عومل به لو كان ليشق عليه ويثقل على قلبه يذنب له ان لا يعامل به غيره بل يذنب له ان يستوى عندا درهمه
 معاملہ اچھوڑنا اور اس کے دل پر بھاری گزرتا ہے تو چاہیے کہ ویسا معاملہ غیر سے نہ کرے بلکہ چون لازم ہو کہ کسی کو نقصان پہنچا دیا اور یہ کیسا ان ہووے
 ودرهم غيره هذا هو الاجمال واما التفصيل ففي عدة امور الاول ان لا يثني على السلعة فانه ان وصفها
 یہ تو قاعدہ و مجمل ہے اور یہ تفصیل سو کئی باتوں میں ہے اولیٰ یہ کہ پتھری کی چیز کی تعریف نہ کیا کرے کیونکہ اگر ایسی تعریف کی
 بما ليس فيها فان لم يقبله منه فهو كذب محض وان قبل منه فهو مع كونه كذا بتلبس و ظلم وان وصفها
 جو اس میں نہیں ہے اگر خریدار نہ مانے نہیں وہ نہ جھوٹ ہے اور اگر خریدار نے مان لیا تو اب وہ جھوٹ کا جھوٹ اور دھوکا اور ظلم ہے اور اگر اس کی ایسی تعریف کی
 بما فيها فان علم به المشتري فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه ويحاسب عليه لان كل كلمة تصد عن الانسان
 جو اس میں ہے یعنی سچی پتھر اگر خریدار کو معلوم ہے تو یہ تعریف بیہودہ ہے اور کئی بات اور اس کا حساب لیا جاوے گا ایسے کہ جو بات انسان کے منہ سے نکلتی ہے
 فان يحاسب عليه بالقوله تعالى لا يظن من قول الا لدیه و قد یحییٰ عتید و ان لم يعلم به المشتري ما لم يذکر
 اس پر محاسب ہونے والا ہے اس ذیل سے نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اس پاس راہ دیکھتا ہے اور اگر خریدار کو وصف معلوم ہو جیسا کہ یہ ذکر کرے
 فلا بأس بذكر القدر الموجود فيه من غير مبالغه واطناب ويكون قصده منه ان يعرفه اخوة المسلم
 تو جتنا ہو اتنا کہنے میں کچھ غر نہیں ہے مبالغہ نہ کرے اور بات پھیلاوے اور اس بیان سے غرض یہ ہو کہ برادر مسلمان کو معلوم ہو جاوے
 فيرغب فيه ويحصل حاجته ولا يذنب له ان يخلف عليه البتة لانه ان كان كاذبا فقد اتى باليمين الغموس
 اور غبت سے فریب اور اس کا کام بجاوے اور ہرگز اللہ نہیں ہے کہ اچھوڑتا ہے اسلئے کہ اگر جھوٹ ہوا تو اسے میں غموس کھالی
 وهي من الكبائر التي تند الديار باللعن وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانہ و اساء فيه
 اور یہ ایسا کبیرہ گناہ ہے کہ لگ کو اچھا دیتی ہے اور اگر سچا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا نام کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا اور جھگیا
 لان الدنيا اخس من ان يقصد تزويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة والثاني ان لا يكثر من عيوبها وخطايا
 ایسے کہ دنیا اس مرتبہ سے کمتر ہے کہ بے ضرورت اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اسکو رونق دیاوے دوسرے جگہ نہ اسے عیوب پر شہدہ کرے اور نہ
 صفاتها شيئا اصلا بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفية وجليها لانه ان اخفى شيئا منها يكون ظالما فاشا
 ہرگز کوئی بات چھپی ہوئی چھپاوے بلکہ اچھوڑ دے اور تمام عیوب چھپے اور ظاہر بیان کرے کیونکہ اگر کوئی عیب چھپا دے گا تو ظالم اور ظالم ٹھیکرے گا
 تاركا للنصر والنفس حرام والنص واجب ومهما اطهر احسن وجهي الثوب واخفى لوجهه الاخر يكون عاشا وكذلك
 خیر خواہ شو گا اور نجاست کرنی حرام ہے اور خیر خواہی واجب اور اگر ستمان کا اچھا پلاؤ دکھلا دیوے اور دوسرا بلا چھپا لے تو ظالم ہو گا اور خیر خواہ
 اذا عرض احسن فردى الخف والنعل وامثاله وكذلك اذا عرض المتاع في موضع مظلم والمأصل ان العش
 اگر موزہ کا اچھا فرد پیش کرے اور جوتی کی اچھی پوالی اور مانند اسکے اور ایسے ہا اگر اسباب کو اندھیرے میں سامنے کرے اسلئے کہ وہ دغا

دفعه واحده اما بالاحراق او بالاعراق او باخذ اللصوص والظلمة والكفرة والثاني ان يعلم ان ربحه الاخرة خير
 المبارک کرتا ہے یا خلافت ہے یا بدوت ہے یا جہر بجا ہے بن یا ظالم یا کفار حسین یعنی آورد سرا بر یقین کرے کہ آخرت کا فائدہ
 من ربح الدنیا وان فوائد اموال لدنیا ینقضی بانقضاء العسر ویبقی مظالمها واوزارها فکیف یختار العاقل البیت
 دنیا کے فائدہ سے بہتر ہے اور مال دنیاوی فائدہ سے سب ہو سکتے ہیں اسکا وبال اور جو سر پر بجا تاکر بھرا لے آدمی کو کب پسند آئے کہ
 الذی هو ادنی بالذی هو خیر فان قیل لهما وجب علی التاجر ان یندکر عیوب متاعه لایتم له المعاملة فما الطریق فیما
 ازنی چیز کو اچھے خور سے دل ہوے اگر کوئی کہے جب بیچنے والے پر یہ واجب ہو کہ بیچ کے عیب کد یا کرے تو معاملہ کبھی پورا نہ ہوگا پھر اس میں کوئی راہ ہے
 فالجواب نہ اذا التزم ان لا یشتري الا الجید بحیث لو امسك لنفسه یرضیه فانه اذا باعه وقنع بریح یسیر
 تو جواب یہ کہ تاجر جب یہ عہد کرے کہ سوائے عمدہ شے کے مول نہ لیا کرے ایسی کہ اپنے بچہ بچہ کو قبول پسندیدہ ہو پورا ہو اسکو بیچے اور خور سے نفع پر قناعت کرے
 یدارک له فیہ لا یحتاج الی تلبیس فمن نقض هذا لا یشتري المعیب فان وقع فی یدہ نادرا یندکر عیبه ویقنع
 تو اس میں برکت ہو گی وغافل کی کچھ حاجت نہیں ہے پھر جسکی یہ عادت ہو جاوے گی تو عیب اور غیر مول نہ لیا کرے اگر اتفاقاً عیب اس کے ہاتھ آ جاوے تو اسکو عیب نہ کرے
 بقیتمہ واما یتعد هذا علی التجار لانہم لا یفنعون بریح یسیر بل یطلبون بریح کثیر ولا یحصل ذلک الا بتلبیس
 اسکی قیمت ہا پر قناعت کرے اور یہ بات تجار پر ایسے دشوار گذرتی ہے کہ وہ خور سے نفع پر قناعت نہیں کرتے بلکہ فائدہ کو طالب ہوتے ہیں اور جب باعہ انہ کو دیکھتا ہے کہ
 واما من یقنع بریح یسیر فیہ بلہ ذلک وقد حکى عن السلف الصالح کثیر من ذلک من جملتها ان ابن سیرین باع
 اور جو خور سے نفع پر قناعت کرتا ہو اس پر کسان ہر اور مستعد بن سہما کی ایسی باتیں بت مشورہ ہیں انہیں سے ایک یہ ہے کہ ابن سیرین نے ایک بکری
 نشاة وقال للشتری ابین لك ما فیہا من العیب انہا تغلت العلف برجلها وباع الحسن بن صالح جاریہ وقال
 بیچی اور خریداری کما میں اسکا عیب بچہ سے بیان کر دوں یہ بکری گھانسی کو ہاتھوں سے روئ کر خراب کر دینا ہے اور حسن بن صالح نے لونڈی بیچی اور
 للشتری انہا تخمیت عندا صرة دما وھكذا ینبغی ان یكون اھل لدین فمن لا یقدر علیہ فلیترك المعاملة او
 خریدار سے کہا کہ اسنے ہمارے پاس ایک نرہ لہو ڈالا تھا اور دیندار ہوں تو ایسے ہوں جس سے اتنا نرہ کے نودہ سالہ چھوڑ دے یا
 لیوطن نفسه علی عذاب النار والثالث ان لا یجوز فی المقدار وذلك بتعدیل المکیال المیزان والاحتیاط فیہا
 دوزخ کے اندر انہا گھر بناوے اور تیسرے یہ کہ مقدار میں کمی بیشی نہ کرے اور چہارم یہ کہ خریدنے اور ترانہ کی درستی سے ہونا چھوڑ دینا اور نہ ہونا
 اذ قال اللہ تعالیٰ ویل للمطففین الذین اذا اکتا لواعلیٰ لنا من لیسوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخبرون ولا
 کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خرابی ہے گھٹانے والوں کی کہ جب ماپ لیں لوگوں سے پورا بھر لیں اور جب ماپ دین انکو طویل دین تو گناہ کر دین اور
 فخلص من هذا الا بان یزید اذا اعطی وینقص اذا اخذ لان العدل المحقق قلمای تصور فان من یتقصی
 اسکا بچا و جب ہر کر دیتے ہوئے کچھ بڑھا دیوے اور لیتے ہوئے کچھ کم لے ایسے کہ بھٹیک پورا پورا امت کتر ہوتا ہو بیشک جو شخص ایسا حق پورا
 اخذ حقہ بکمالہ یوشک ان یتعدا وکذلک اذا اشتري رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قال للذی یزن
 یہ تو عیب نہیں کہ حق سے بڑھ جاوے اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شے خریدتے تو وزن ادا کرنے والے سے فرماتے
 الثمن نزل وارجح وکان بعض السلف یقول لا تشتري الویل بحبة فکان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطی زاد حبة
 من نزل سے اور کچھ زیادہ دے اور بعضے سفید میں کہا کرتے تھے ہم ویل کو بوجہ وزن کے نہیں خریدتے پھر اگر کچھ آپ لیتے تو بتدارت انکا لیتے اور اگر
 وکان یقول ویل لمن یدبع بحبة جنة عرضها السموات والارض فکل من خلط بالبر تریبا او تبنائتم کالہ یكون
 اور کہتے انسویں جو جنت کو بوجہ وزن کے دیدے جسکا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین آپس جو شخص کیوں میں مٹی یا تنکے ملا کر ناپ دیوے تو وہ
 من المطففین فی الکیل وکل قصاب وزن مع اللحم عظما او شیئا لم تجربہ العادة یكون من المطففین فی الوزن
 بیاندہ کا گھٹانے والا ہے اور جو تسالی گشت کے ساتھ بڑی یا اور کچھ غلامت رسم جھیر اور غیرہ بول دے تو وہ وزن گھٹانے والا ہے

يستقصون في الشراء ثم يهبون كثيرا من المال فقيل لبعضهم تستقصي في شرائك على اليسير ثم تهب الكثير
 خير من خوب بپورا حق لیا کرتے تھے بہم اکثر مال بخش دیتے تھے کسی سے بڑھا خریدتے وقت اسے چیز کو خوب پورا کرتے ہو پھر اکثر بخش دیتے ہو
 فلا يقال فقال ان الواهب يعطي فضله والمغبون يضيع عقله والثالث في استيفاء الثمن وسائر الديون
 تو کچھ پورا نہیں کرتے چاہا بدیا بخشنے والا اپنا فضل عطا کرتا ہے اور مغبون اپنی عقل ضائع کرتا ہے اور تیسرا ثمن اور قرض پورا لینے میں
 والاحسان فيه يكون تارة بالمساحة وتارة بالامهال والتاخير وتارة بالمساهلة في طلب جودة النقد وكل
 آسین احسان کبھی تو درگزر کرنے میں ہے اور کبھی درنگ اور ہمال کرنے میں اور کبھی سمولت برتنے میں کھرا روپیہ لینے سے اور ہ تمام امور

ذلك منذ بآلية محتوث عليه لقوله عليه السلام رحم الله امرأ سئل لبيع سهل القضاء سهل الاقضاء فبيعه
 محبوب اور مرغوب اپنا بدل لیل اس حدیث کے رسم کرے اور اس شخص پر جو آسانی برتنے سے آسانی برتنے اور آسانی برتنے سے آسانی برتنے میں آسانی برتنے میں آسانی برتنے میں
 له ان يغتم دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي حديث اخر انه عليه السلام قال اسمع سمعك
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کو غنیمت سمجھے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا یا درگزر کرو درگزر چوکی تو چوکی

وفي حديث انه عليه السلام قال من انظر معسرا وترك له حاسبه الله حسابا يسيرا وفي لفظ اخر ظله
 اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مسکرت دی منسل کو یا اسکو معاف کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ آسانی سے حساب لے گا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ
 الله تحت ظل عرشه يوم لا ظل الا ظله فهذا هو طرقت التجارات في السلف فقد ندرت فمن قام بها في هذا
 اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ دیکھا اس روز کہ سوا اس کے کوئی سایہ نہ ہوگا سلفین تجارات کا یہی طریق تھا جو آج بڑا انا ہو گیا جو شخص اس زمانہ میں

الزمان يكون من احبى هذه السنة ويرجى له من فضل الله تعالى جزيل الرحمة المجلس السبعون
 اسکو کچھ قائم کرے تو اسے یہ سنت زندگی کی بڑی نعمت ہے اور تمام احکام شرعی جو اس سے متعلق ہیں

فی بیان حرمة الاحتکار وسائر ما يتعلق به من الاحکام الشرعية قال رسول

الله صلى الله عليه وسلم من احتكر فهو خاطئ هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه احمد بن عبد الله ومعه
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے احتکار کیا پس وہ خطا دار ہے یہ حدیث صحیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اور ابن عبد اللہ کی روایت ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں

ان من يجمع الطعام الذي يجلبه البلد ويحبسه لبيعه وقت الغلاء فهو اثم لتعلق حق العامة به و
 جو شخص غلام جمع کرے جو کہ شہر کی طرف رسد آتی ہو اور اسکو روک رکھے ایسے گرگان کر کہتے تو وہ گنہگار ہے کیونکہ اس میں سب عوام کا حق ہے اور
 هو بالحبس الامتناع عن البيع يريد ابطال حقهم وتضييق الامر عليهم وهو ظلم عام وصاحبه ملعون لما
 منکر اسکو روک کر بیچنے سے بند کرنا حق باطل اور اسکا حال تنگ کیا جاتا ہے اور یہ ظلم عام ہے اور ایسا شخص ملعون ہے کیونکہ

روى انه عليه السلام قال لجالب مرزوق والمحتكر ملعون فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الذي
 روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا غلام لا سنے والا زرق دیا جاتا ہے اور محتکر پر لعنت ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا کہ جو شخص
 يجلب الامتعة والافوات ويبيعها لتحصيل الربح يحصل له الربح ولا اثم عليه لان الناس ينتفون به فينال به بركة
 اسباب اور قوت لا لاکر واسطے تحویل فائدہ کے بیچتا ہے تو اسکو نفع ہو رہتا ہے اور کچھ اسپر گاہ نہیں ہے ایسے کہ سب نفلت اسے فائدہ لیتے ہو اسکو کبھی

دعائهم والذي يشترى الطعام الذي يجمع الى البلد ويحبسه لبيعه وقت الغلاء فهو ملعون بعيد عن رحمة
 انکا دعا سے فائدہ ہوتا ہے اور جو شخص تمام غلام شہر کی رسد کا خرید کر روک رکھتا ہے تاکہ منگ کر کر بیچے سو وہ ملعون اور اللہ کی رحمت سے دور
 الله تعالى ولا يحصل له البركة مادام في ذلك الفعل فاذا رفع امره الى القاضي يا امره القاضي يبيع ما يفضله
 ہوتا ہے اور اسکو کبھی برکت نہیں ہوتی جبکہ کار کرتا رہے پھر اگر اسکی فراہ تاقضی تک جاوے تو اسکو قاضی اُسے نفع کے سوا اور کچھ

احتکار من ظلم مع
 کہ انکا حق کا سونپ
 بیچنے کو کہتا ہے

وهذا في حق المعاقبة في الدنيا واما الاثم فهو حاصل وان قلت المبدأة ومن حبس غلة ارضه لا يكون محتمرا لانه
 لا ورير بدت واسطة سزا و دنیا وی کے ہر اور باگناہ وہ بہ صورت ہوتا ہے اگرچہ بدت کثیر ہو اور جس شخص نے اپنی زمین کا غلہ جمع کر رکھا ہے تو محتمر نہیں ہے چنانچہ اس سے
 خالص حقہ لم يتعلق به حق العامة لكن لو كان للناس ليه حاجة فالا فضل له ان يبيعه ولو امتنع عن
 كرهه اسکا خالص حق ہر اس سے حق عوام کا متعلق نہیں ہے لیکن عوام کو اسکی حاجت ہووے تب ہر افضل یہ ہے ہر کہ بیچنے لے اور اگر نہ
 البيع يكون مسيئا لسؤ نيته وقلة شفقته على المسلمين واما ما جلبه من بلدا خرف فيه اختلاف الاحتياط
 بچے تو ہر اگر نا ہے کیونکہ اسکی نیت بڑی اور مسلمانوں پر شفقت نہیں ہے اور جو غلہ وغیرہ بھر کر اور شہر سے لاوے سو اس میں اختلاف ہوا احتیاط اس میں ہر
 في بيعة بسعير يومه حتى ينال الثواب لم يوعود بقوله عليه السلام من جلب طعاما فباعه بسعير يومه فكانما
 کہ اس ہی روز کے بھاؤ سے بیچنے لے تاکہ وہ ثواب پاوے جسکا اس حدیث میں وعدہ ہے جو غلہ بھر لیا جوے اور اس ہی روز کے بھاؤ سے بیچنے لے تو گویا
 تصدق به وفي لفظ اخر فكانما اعتق رقبة وقد حكى عن بعض السلف انه كان يواسط في بيعه سفينة حطة
 اُسے وہ مقام ہونے لگا اور ایک اور روایت میں ہے کہ گویا اس نے غلام آزاد کر دیا کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ واسط میں تھا اُسے ایک کشتی گھوٹ کی
 الى البصرة وكتب الى وكيله بع هذا الطعام يوم يدخل البصرة ولا تؤخره الى غد فوافق سعة في السعر فقال له
 بھر سے کر دیا کی اور گائے کو کھجور اس غلو کو بھرے میں پونچھنے ہی بیچ دینا لکھے دن تک نہ رکھنا بھر کشتی پونچھی تو بھاؤ ارزان ہو گیا ناجرون نے
 التار ان اخرته جمعة تزيم فيه اضعاقة فاخرة جمعة فرج امثاله فكتب الى صاحبه بذلك فكتب اليه حسنة
 کما اگر جمعہ تک یا جمعہ تمام لو تو کئی گونہ فائدہ ہو جاوے اُسے جمعہ تک تمام یا تو خوب فائدہ ہو اور مالک کو اسکی خبر لکھو بھیجیں مالک نے گناشتہ کو بھر لکھا
 يا هذا انك اذ قد قنعنا ببيعك لیسیر مع سلامة ديننا وانك قد خالفت فاذا وصل اليك كتابي هذا فخذ المال كله
 اور شخص بیچنے تو سھوڑے سے نفع پر دین کی سلامتی کے لیے قناعت کی تھی اور تو نے اُسکے خلاف کیا اس خط کے پڑھتے ہی وہ سب کا سب بصرے خیر کو
 فتصدق به على فقراء البصرة لعل انجو من الشراكا احكار اسباب اس وقد علم من هذان الاحكار لا يخلو عن الكراهة
 صدقہ دینا کا شے بھوکہ احکار کے گناہ سے نجات لے برابر برابر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احکار کراہت سے خالی نہیں ہے
 وان اشعت الاطعمة وكثرت الاقوات واستغنى الناس عنها ولم يرغبوا فيها وذلك لان المحتمر ينتظر مبادى
 اگرچہ غلہ بہت موجود ہو اور کھانا کثرت سے ملتا ہو اور عوام کو اسکی نہ پروا ہو اور نہ اس میں کچھ رغبت ہو اور اس لیے کہ محتمر کو اسباب ضرر رسائی پر
 الاضرار التي هي ارتفاع الاسعار وانتظار مبادى الاضرار محظور كانتظار عينه لكنه دونه والحاصل ان النظار
 نظر رہتی ہے کہ وہ گران ہونا چھوڑا کا ہے اور اسباب بھر بھار کھنی ایسی ممنوع ہے جیسے نظر رکھنی عین ضرر بہ پردہ اس سے کثیر ہو اور حاصل ہے کہ تجارت
 في الاطعمة والاقوات لطلب الربح مما لا يستحب بل ينبغي طلب الربح في شئ اخر وفي حكمة الاحكار على هذا
 غلہ وغیرہ قوت کی منفعت کے واسطے اچھی نہیں ہے بلکہ منفعت اور شرف میں حاصل کیا جا سبے اور احکار بھونہ داخل ہے اس میں
 التفصيل تعلق الجلب هو بفتح تان ما يجلب من بلدا الى بلد فانه اذا قرب الى ابلد يكره استقباله واشتراءه ثمه
 تفصیل ہر بھر جانا بلکہ اور طلب جیم اولام کے زبر سے بھرتی یعنی رسد ایک شہر سے اور شہر کی طرف سودہ رسد جب شہر کے پاس آہو پنے تو پھر اگر شہر کو ان جا خریدنا کرے
 لتعلق حق العامة به والمتلقى يريد ابطال حقايم وتضييق الامر عليهم وقد نهى النبي عليه السلام عن تعلق الجلب وقال
 کیونکہ اس سے عوام کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور اگر ہر شے لینے والا کا حق باطل اور اسکیک نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے کہ
 لا تعلقوا الجلب في حديث اخر انه عليه السلام قال لا تعلقوا السلع حتى يهبط بها الى السوق وهذا اذا لم يلبس السعر الوارد
 ہر حرکت خرید و اور آگیا اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جادو خرید اسباب کو جب تک بازار میں نہ آئے آوے حکم جب ہر کہ بھاؤ بھرتی والوں کو معلوم ہو
 واما الظالم بسعير عليهم السعر اشترى منهم متاعهم باقل من قيمته فحرمته الكراهة وتياكد الحرمة لان هذا الصنع
 آہہ اگر کو بھاؤ معلوم نہ ہو اور انکی متاع اُسے قیمت گھٹا کر یا خرید سے ثواب کئی کراہت ہے ہونگی اور حرمت سنت ہو جائیگی اس لیے کہ یہ عمل

من الغش الحرام المضاد للنص الواجب المفسر بان لا يرضى لاخيه ما لا يرضى لنفسه بل هو من الظلم لا ركل ما يضر
 غش خيانت حرام بين داخل برادر نصح واجب کے برخلاف جسکی یہ تفسیر ہر پسند نہ کرے اپنے بھائی کے واسطے جو کہنے واسطے پسند نہ کرے بلکہ ظلم ہر اس واسطے ہے
 بہ المسلم فهو ظلم وانما العدل ان لا يضر احد لاخيه المسلم ولا يوجب لنفسه لما روي انه عليه السلام
 سلم كالتقصان هو تارة هو سب طاعة او رعد لحي يترکہ کوگی اپنے برادر مسلم کو نقصان نہ دے اور پسند نہ کرے اسکے حق میں سوال اسکے کہ پسند نہ کرے اپنے واسطے کہ وہ ثابت ہو کہ
 قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه قال بعض العلماء من باع شيئا بدينهم فانه لو كان لا يشترط
 فرمایا میں نہیں ہوتا کوئی تم میں سے سوائے کہ جو جو اپنے واسطے پسند نہ کرے کہ جو محبوب رکھو واسطے اپنی بعض علماء کثیرین میں شخص نے کوئی شراکت ہو سکی اور اگر وہ خواہر کسی ک
 الا ينصف حرهم فهو يكون ممن ترك النصح المأمور به ولم يحث لاخيه ما يحب لنفسه وقد حكي ان يونس بن
 ہوتی تو آپ آٹھ اٹھ سے زیادہ کو ہرگز دینا پس دو شخص نصح مامور بہ کا تارک ہے اور اسراخیر بھائی کو کہہ رہا ہے کہ پسند نہ کرے کہ ہرگز نہیں
 بيدا لله انه كان عنده جمل مختلفة الاثمان قيمة بعضها اربعمائة وقيمة بعضها مائتان فذهب الى الصاوة
 عبید اللہ کے پاس چادر میں مختلف قیمت کی تھیں کوئی چار سو کی تھی اور کوئی دو سو کی پھر یونس اپنے بھتیجے کو
 وترك ابن اخيه في الدكان فجاء اعرابي وطلب حلة باربعمائة فعرض عليه من جمل المائتين فاستحسنها واشترى منها
 دکان میں بٹھا کر نماز کو چلا گیا پھر ایک اعرابی نے اگر چادر چار سو درجم کی مانگی اس لڑکے نے دو سو والی اسکے سامنے کر دی اسے پسند کر کے چار سو کو خرید کر
 باربعمائة وذهب فاستقبله يونس ورأى حلتها في بيده وعرفها فقال بكم اشتريتها فقال باربعمائة فقال
 چلا ترا اسکے سامنے کر یونس آگیا وہ چادر اسکے ہاتھ میں دیکھ کر پہچان لی پوچھا کتنے کو لی جواب دیا چار سو کو یونس نے کہا
 لا تساوي اكثر من مائتين فارجم حتى ترد ما قال هذه تساوي بيدينا خمسمائة درهم وانا ارتضيتها ولا اردھا
 یہ چادر دو سو سے زیادہ کی نہیں ہر چل پھیر دے اسے جواب دیا ہر چادر ہمارے شہر میں پانچ سو روپیہ کی ہر میں نے پسند کر لیا ہر میں نہیں
 فقال لي يونس انك وان رضيتها لكن النصي في الدين خير من الدنيا بما فيها فرددته الى الدكان ورد عليه مائة
 پھر یونس نے کہا تو نے اگرچہ پسند کر لی ہے لیکن دین کی خیر خواہی بہتر ہے دنیا اور ماہیہ کی خیر خواہی کو پھر اسکو دکان پر پھیر لایا اور تلوہ پہ پھیر دیے
 درهم ثم توجه الى ابن اخيه وقال له اما خشيت لله تعالى حتى رجحت مثل الثمن وتركت النصي للمسلمين
 پھر بھتیجے کی طرف متوجہ ہو کر کہا تجھ کو خدا کا خوف نہ آیا کہ تھن کے برابر تو نے نفع لیا اور مسلمانوں کی خیر خواہی ترک کر دی
 فقال له ابن اخيه والله ما اخذها الا ورضي بها قال فها رضيت له ما ترضى لنفسك وابلغ من
 بھتیجے نے جواب دیا خدا کی قسم اسے تو خوب پسند کر کے لی تھی یونس نے کہا پھر تو نے اسکے لیے وہ کیوں نہ کیا جو اپنے لیے پسند کرنا اور اس سے بڑھ کر
 ذلك ما حكي عن رجل من التابعين انه كان بالبصرة وله غلام بالسوس يجوز اليه السكر فكتب اليه غلامه
 ایک شخص تائیس کی حکایت ہے کہ وہ بصرہ میں تھا اور اسکا غلام سوس میں تھا اسکے پاس شکر بھیجا کرتا تھا پھر اسکے غلام نے لکھا
 ان قضيت لسكر قد اصابه افة في هذه السنة فاشترى السكر فانه يربح كثيرا فاشترى من رجل سكر كثيرا
 کہ اس سال میں افکہ ماری لگی ہے شکر خرید لینا اسخیر نفع ہو دیگا سو اسے ایک شخص سے بہت سی شکر خرید لی
 فلما جاء وقته باعه وربح فيه ثلثين الف درهم فالصرف الى بيته ففكر ليلته فقال رجعت ثلثين الفاو
 پھر صیب دعت آیا تو وہ بیچی اور تیس ہزار درہم نفع ہوا پس وہ اپنے گھر چلا گیا پھر تمام شب دل میں سوچا رہا کہ میں نے تیس ہزار درہم نفع لیا اور
 تركت نصي رجل من المسلمين فلما اصبغ غلام اليه ثلثين الفا فقال بارك الله لك فيها فقال ومن
 خیر خواہی ایک مرد مسلمان کی ترک کی جب فجر ہوئی تو صبحدم اسکے پاس جا کر تیس ہزار درہم اسکو دیدیے اور کہا تیرے لیے خدا اس میں برکت دے گا
 اين صارت هذه لي فقال اني كمتك حقيقة الحال وكان السكر قد غلا في ذلك الوقت فقال حرك
 یہ درہم میرے کیونکر ہو گئے جواب دیا میں نے تجھ سے اصل مال بھیجا لیا تھا شکر اسوقت ہو گئی تھی اسے کہا خدا تجھ کو برہم کرے

بہ المسلم فهو ظلم وانما العدل ان لا يضر احد لاخيه المسلم ولا يوجب لنفسه لما روي انه عليه السلام سلم كالتقصان هو تارة هو سب طاعة او رعد لحي يترکہ کوگی اپنے برادر مسلم کو نقصان نہ دے اور پسند نہ کرے اسکے حق میں سوال اسکے کہ پسند نہ کرے اپنے واسطے کہ وہ ثابت ہو کہ

والحكمة والثاني ان يعلم ويعتقد ان ربح الاخرة خير من ربح الدنيا وان فوائدها موال الدنيا تنقضي بالفقده
 یا کافر اول چیز یعنی بن آدم دوسرے سے نیکی اور تین کر کے کہ آخرت کا فائدہ دنیا کو فائدہ دے بہتر ہے اور بیشک دنیا کا فائدہ سے بہتر ہے جب زندگی ہو رہی ہے
 العسر يتقى مظالمها وازرارها فيكون رضى العاقل ان يستبدل الذي هو ادنى بالذي هو خير والخير كله في
 اور اسکا وبال اور بوجھ سر پر ہوتا ہے عاقل آدمی کب پسند کرتا ہے کہ اوسے چیز کو اعلیٰ چیز سے بدل لے اور خوبی سے اسے

سلامة الدين يسر الله سلامة الدين المجلس الحادي والسبعون في بيان اتى تاجر
 دین کی سلامتی میں جو آئی ہو دین کی سلامتی نصیب کر اکثر میں مجلس اس بیان میں کہ کونسا تاجر

يكثر يوم القيمة فاجر وای صادقاً قال سول الله صلى الله عليه وسلم التجار ينجسون
 قیمت آدن تاجر ہو کر اٹھیکا اور کونسا صادق ہو کر رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاجر لوگ نجات کے دن

يوم القيمة فجاء الامن ليقه وتروصدن هذا الحديث من حسان المصايح رواه عبد بن نفاعه عن بيده والاصل في
 فاجر ہو کر اٹھیکے گئے کہ جو کہ سنتی ہو اور نیکو کار اور سچا بہت مصلح کی حسن حدیثوں میں ہے عبد بن نفاعہ ابواب سے روایت کرتا ہے اور اصل میں

الجو المبل عن لقصده منه يقال للكاذب فاجر على هذا المعنى سبى التجار في الحديث فجار الا من عادتهم في تجارته
 تجور مل جانا سستی اور مینا روی سوس ہی ہو جو جو کونسا تاجر کہتے ہیں اور اس ہی اعتبار سے سوداگر و کھادیت شریف میں لجان نام رکھا کیونکہ تجارت میں

غالبا التدليس التهاك على ترويح السلم بما تيسر لهم من الكاذبة ونحوها ولهذا حكم عليهم في الحديث
 عیب کا چھپالینا اور اسباب کو رواج دینے پر کب رہنا اکثر انکی عادت ہوتی ہے جس طور پر جو کونسا تاجر اس ہی لہجہ میں انگریزی میں حکم ہوا

باهم يخشون يوم القيمة في رفرة الكذابين الذين كثر منهم الكذب الا من اتقى الكذب برقى بيديه صادقاً
 کہ تاجر قیمت کے دن ایسے جھوٹوں میں داخل ہونگے جنکا جھوٹ کثرت سے ہے اگر وہ تاجر جو جھوٹ سے بچا رہا اور قسم میں ہاں اور بات میں سچا رہا

في حديثه فانه لا يخشع مع الا برار كما روى عن ابى سعيد انه قال لتاجر الصدق الامين يخشع
 سوا ایسا تاجر جھوٹوں میں داخل نہیں ہوگا بلکہ ابرار کے ساتھ اٹھے گا چنانچہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سچا اور امانت دار تاجر

مع النيين الصديقين الشهداء فعلم من هذان اللان للناجر في معاملته ان يستعمل الصدق والامانة
 نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ تاجر کو لازم ہے کہ اپنے معاملے صداقت اور امانت سے کیا کرے

ويجتنب الكذب والخيانة حتى يخشع مع الا برار ولا يخشع مع الفجار بل لو اوجب عليه ان يراعى في تجارته
 اور جھوٹ اور خیانت سے بچتا ہے تاکہ ابرار میں داخل ہو سکے اور فجار میں نہ مل جاوے بلکہ تاجر پر جو واجب ہے کہ تجارت میں

العدل الانصاف ويجانب الظلم والاعتساف لان المعاملة قد بحرى على وجه يحكم المفتى بصحتها و
 عدل اور انصاف کا طائل کہو اور ظلم اور اذراہی سے بچے اس لیے کہ معاملہ بعض دفعہ ایسے طور پر جھگٹ جاتا ہے کہ مفتی اسکو درست اور

النقادها لکنها تشمل على ظلم تعرض به المعامل لخط الله تعالى اذ ليس كل ظم مقتضيا لفساد العقد والمراد من
 مستعدتا اور پرہیز میں ایسا ظلم ہوتا ہے جس سے وہ شخص نشاء غضب الہی کا بن جاتا ہے کیونکہ ہر شے سے عقد فاسد نہیں ہو جاتا اور ظلم سے مراد

الظلم ما يتضرر به الغير فكل ما يتضرر به الغير فهو ظلم وانما العدل ان لا يتضرر منه احد بشئ ولا يتصور ذلك الا
 وہ ظلم کہ جس کو نقصان ہو جاوے جس عمل میں غیر کا نقصان ہوتا ہو وہ ظلم ہے اور عدل وہ ہے کہ کسی کا نقصان نہ ہو اور عدل نہیں ہو سکتا ہے

بالاحترار عن صدور الاول ترويح الزبون من لنقود فانه ظلم عام يتضرر به الناس لان من يروج شيئا منها الى غيره
 کہ نہ ہونے کے اقتراز سے اول کھو گئے نقود کے ہر تاؤ سے بیشک یہ ظلم عام ہے اس میں سب کا نقصان ہر اس لیے کہ جو شخص کوئی کھوٹا نقد اور کوئی دیکھا
 فذلك الغير ان لم يعرف انه زيف فهو يتضرر به وان عرف انه زيف فهو يوجه الى غيره وجه الى غيره وهكذا
 پھر اسے اگر نہ لگا کہ وہ کھوٹا ہے تو وہ نقصان پاوگا اور اگر لگا کہ یہ کھوٹا ہے تو وہ اور کوئی دیکھا اور کوئی دیکھا اور اس طرح

یكون داخل في شر وجه الشيطان اليه في معرض الخير والمراد بالزيف من الداهم والدانيد ما ليس فيه فضة و
 تزود أس برائی میں داخل ہو جسکو شیطان نے خواہش بنا کر دکھا ہے اور کھوے درہم اور دینار سے دو درازہ حسین نہ کچھ چاندی ہو اور
 لا ذهب اصلا بل هو مموکة واما ما فيه فضة او ذهب فالعبرة فيه للغالب ان كان الغالب على الدراهم الفضة
 سونا بلکہ صرف جمع ہو اور حسین چاندی اور سونا ہوتا ہے تو اس میں اکثر کا اعتبار ہے اگر درہم میں چاندی زیادہ ہووے
 ذہبی فضة وان كان الغالب على الدانيد الذهب ذہب لان النقود لا تخلو عن قليل عش اما خلقه
 تو وہ چاندی ہے اور دینار میں اگر سونا زیادہ ہووے تو وہ سونا ہے کیونکہ نقد ایسے کم ہوتے ہیں حسین کچھ نہ کچھ طولی ہو یا تو صاحب
 كما في الردى من الفضة او الذهب او عاده لسبب انها تنقنت ولا تطبع بدون العش والما تطبع
 جیسے زسی چاندی اور کم در کا سونا یا عادت کے موافق اس سبب سے کہ انکو کوٹتے ہیں اور بدون طولی رکھنا نہیں چاہنا اور صاحب ہی مانا کہ
 بخاط العش بها فعلى هذا يعتبر الغالب لان المغلوب في مقابلة الغالب كما لمعدوم فاذا كان الغالب على الدراهم
 کہ اس میں مانکا ہے اس حال کے موافق اکثر کا اعتبار ہوتا ہے کیونکہ غالب کے سامنے مغلوب کی کچھ ہستی نہیں ہوتی بس اگر درہم میں چاندی غالب ہو
 الفضة وعلى الدانيد الذهب فهما في حكم الفضة والذهب وان كان الغالب عليهما العش فان كانتا
 پھر تو وہ دونوں چاندی اور سونے میں داخل ہیں اور اگر انکے اندر مثیل طرح ہوتی ہو تو سبب اور کما
 نقد البلد فما دام رواجها باقيا نهما شمن لا يتعلق العقد بعينها بل نهما يتعلق بجنسهما وان ارتفع رواجها
 چلن جاری ہے تو سببک اچھا چلن باقی رہیگا تب تک وہ شمن یعنی نقد میں عقد انکے تعلق سے متعلق نہیں ہوتا بلکہ اس سبب سے کہ درہم اور دینار متعلق ہوگا وہ ہوتا ہے اور اگر چلن چلنا مارا
 فهما سلعتان يتعلق العقد بعينهما ان علم المتعاقدان حالهما وعلم كل واحد منهما ان صاحبه يعلم حالهما
 تو پھر وہ سخت اور چیز بست میں داخل ہیں عقد میں متعین ہو جائیں گے اگر انکا حال بائع اور مشتری کو معلوم ہو اور دونوں یہ بھی جانتے ہوں کہ ہر ایک کو ان درہم اور دینار کا حال
 وان لم يعلم احدهما او علم احدهما لم يعلم كل واحد منهما ان صاحبه يعلم فالعقد لا يتعلق بهما بل انما يتعلق بالرائع
 اور اگر بائع اور مشتری دونوں کو معلوم نہیں ہو تو دونوں کو معلوم تو ہو کہ دونوں کو خبر نہیں کہ وہ دوسرا بھی جانتا ہے تو اس سبب سے کہ درہم اور دینار سے علاوہ نہیں رکھنا بلکہ چلن بازار سے
 في البلد ان لم يرتفع رواجها بالكلية بل كانت بحيث يقبلها البعض من البعض فها كما لزوف لا يتعلق العقد
 علاقہ رکھتا ہے اور اگر چلن چلن سراسر نہیں گیا بلکہ ایسا ہی کوئی تو لے لیتا ہے اور کوئی نہیں لیتا تو اب وہ درہم و دینار کھو تو نہیں داخل ہیں عقد کے اندر
 بعينهما بل انما يتعلق بجنسهما من الزيوف ان كان البائع يعلم حالهما لثبوت الرضى منه بجنس الزيوف وان كان
 متعین نہیں ہونگا بلکہ عقد میں اس سبب سے کہ وہ درہم اور دینار دینے ہونگے اگر بائع کو انکا حال معلوم تھا کیونکہ بائع اس سبب سے کہ کوئی نہ بر راضی ہو چکا ہو اور اگر
 البائع لا يعلم حالهما لا يتعلق العقد الا بجنسهما من البعيد لعدم ثبوت الرضى منه بجنس الزيوف
 بائع کو انکے حال سے اطلاع نہیں تھی تو پھر عقد میں اس سبب سے کہ وہ دینے ہونگے کیونکہ بائع کی رضا اس سبب سے کہ کوئی نہ بر راضی ہونا بت نہیں ہے اور
 الثاني مما يجب الاحتراز عنه مدح السلعة فان من وصفها بما ليس فيها ولم يقبل قوله فهو كذب ان قبل قوله
 دوسرا چیز احتراز کرنا واجب ہے اسباب کی تعریف کرنا بیشک جو محض اسباب کی ایسی تعریف کرے جو اس میں موجود نہیں ہے اور وہ ملک نہیں لہذا اگر کوئی شخص اور اگر اسکا کہنا کیا
 فهو مع كونه كذا بتليس وظلم وان وصفها بما فيها فان كان المشتري يعلم به فهو هذيان تكلم بالاعينية
 تو وہ جھوٹ کا جھوٹ اور دغا بازی اور ظلم ہے اور اگر ایسی تعریف کی جو اس میں ہے یعنی سچی پھر اگر مشتری کو وہ معلوم ہے تو معرفت کی تک اور بیگانہ کلام ہے
 ويحاسب عليه اذ ما من كلمة تصد عن الانسان الا يحاسب عليها لقوله تعالى ما ليقظ من قول الا كذبه رقيب
 ہر سچے محاسب ہو چکا کیونکہ جو بات انسان کی زبان سے نکلتی ہے سو ہی محاسبہ طلب ہے بدلیل اس آیت کے نہیں ہونا ایک بات جو نہیں اس پاس کی راہ دکھاتا
 عقيد وان كان المشتري لا يعلم ما فيها فلا باس بذكر القدر الموجه فيها من غير مبالغة وافراط ويكون
 تیار نہ کرے کہ وہ معلوم نہیں ہے تو اسکا مضائقہ نہیں ہے کہ جتنی بات اس میں واقع ہو سبے مبالغہ نہ کرے کہ اس آیت سے



قصد منه ان يعرفه اخوه المسلم ويغيبه ويحصل مقصوده ولا يخلف لبتة لانه ان كان كاذباً يكون
 كراهنه بهائی مسلمان کو قبل از غیب دے کہ اسکا مقصود حاصل ہوگا اور قسم ہرگز نہ کھاوے کیونکہ اگر جھوٹی ہے
 یسینہ عنوسا وهي من الكبائر التي تزد الدير بلاهه وان كان صادقاً فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لا فانه
 - یسین عنوسا ایسی کیرہ ہے کہ ملک کو آواز دیتی ہے اور اگر جھوٹی ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو نام کو اپنے مستمن کا نشاد بنایا
 واساء فيه لان الدنيا اخس من ان يقصد تزويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة صحي قال نفعه ليو
 اور بڑا کیا کیونکہ دنیا کا اتنا درجہ کمان ہے کہ بلا ضرورت خدا کا نام لیکر اسکو رونق دینے لگے
 للتاجران يذكر الله تعالى او يصلى على النبي عليه السلام عند فتحة متاعه على قصد تزويجها بان يقول اللهم
 مکروہ ہے کہ اسباب کھولنے ہوئے تزویج کی نیت سے بسم اللہ کہا کرے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرے اسطورہ کہا کرے اللهم
 صل على محمد كما خوب مال ہے اور تیسرا امر جس سے احتراز واجب ہے مال کا عیب چھپانا بیشک جو شخص کوئی عیب چھپاتا ہے تو وہ ظالم
 تاركا للنصر الواجب مرتكباً للغش الحرام فالواجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها وهذا امر
 اور خیر خواہی کا بارگہ واجب تھی اور اختیار کرنے والا دفاع حرام کا ہوتا ہے پس تاجر پر واجب ہے کہ بیع کے تمام عیوب ظاہر و باطن بیان کرے اور یہ بات
 يشق على اكثر الخلق فمن لا يقدر عليه فليترك التجار قلوبهم في نفسه على عذاب النار والرابع ما يجب الاحتراز
 اکثر لوگوں پر دشوار گزرتی ہے پھر جس سے یہ بات نہ ہو سکے تو اسکو لازم ہے کہ تجارت موقوف کرے یا اپنے جان کو واسطے دوزخ میں گھٹکانا اور اگر چاہے تو اس سے احتراز کرنا واجب ہے
 عنه الخيانة فان من يخون لا يخلو اما ان يكون خيانتة في المقدار او في السعر او في المراجعة والتولية فاما
 خیانت کرنا بیشک جو شخص خیانت کرے تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو مقدار میں خیانت کرے یا ہر دو میں یا نفع لینے میں یا دام ہر سبب سے
 من يكون خيانتة في المقدار فهو يدخل تحت قوله تعالى وَيَلِّمُ الْفٰفِيْنَ الَّذِيْنَ اذْكٰرُوا عَلٰى الْاَيْمٰنِ الْكٰفِرِيْنَ
 جو شخص مقدار میں خیانت کرتا ہے تو وہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہے خرابی ہے گھٹانے والا لون کی وہ کہ جب ماہ لین لوگوں سے پورا بھریں
 ولا خاكالوهم اوزنواهم يخسرون ولا يخسرون من هذا الا من يزيد اذا اعطى وينقص اذا اخذ لان العدل
 اور جب ماہ دین انکو یا وزن دین انکو یا اس سے وہ ہی بچتا ہے جو دینے میں کچھ زیادہ دے اور لینے میں کچھ کم لے اس لیے کہ حقیقی عدل تو
 الحقيقه قلما يتصور فان من ينقص في اخذ حقه كما له يوشك ان يتجاوزه ذلك كان النبي عليه السلام اذا
 بہت ہی کم خیال دین انہیں بیشک جو کوئی اپنا حق پورا پورا لیا جائے تو کیا بعد ہر حد سے بڑھواوے اور اسی واسطے نبی علیہ السلام جب
 اشترى شيئاً يقول للذي يزن الثمن زن وارح وکان بعض السلف يقول لا تشري الويل بحبة ركان اذا اخذ
 کوئی شرمسول پیتے تو ثمن دینے والے سے زیادہ دیتے کہ ثمن تول دے اور کچھ زیادہ دے اور بعضے مستفیدین کا قول ہے ہم ہرگز نہیں خریدیں اور کجا حال تھا کہ جب لینے
 نقص حبة واذا اعطى زاد حبة وكان يقول ويل لمن يبيع بحبة حبة عرضها السموات والارض فاما من يكون
 تو کچھ کہتے اور کچھ بڑھادیتے اور کہتے افسوس کے حق میں جو دانا کچھ الیسی جنتی چیز ڈالے جسکا بیجا او آسمان اور زمین ہے اور جو شخص بجا دین
 خيانتة في السعر فهو من الظالمين التاركين للنصر الواجب اذ ليس لاحد ان يلبس على البائع او المشتري او المشرى وقت
 خیانت کرنا ہر سودہ الیسا ظالم ہے کہ قیمت جو اس پر واجب تھی ترک کی کیونکہ کسی کو جائز نہیں ہے کہ بلیع یا مشتری پر بجاؤ اسوقت کا بھلا دلوے
 وينهض الفضة وينفي من البائع غلاء السعر ومن المشتري اعطاه فان من يفعل ذلك يكون من الذين لا يجب
 اور فرصت کو قیمت سے بلیع سے گورانی بجاؤ کی جھیلے اور مشتری سے ارزانی بیشک جو ایسا کام کرنا ہوگی تو گن گن داخل ہو کر نہیں پسند کرتا
 احدهم لاخيه المسلم ما يجب لنفسه وقد سوي انه عليه السلام قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب
 اپنے بھائی مسلمان کے واسطے جو اپنے واسطے پسند کرتا ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ کسی نے اپنے بھائی کے حق میں

واقفالها لا سيما في بيعه وشراؤه كما هو مقتضى صيغة المبالغة في الصدق والأمين فان رب الادباني سبب
 اور افعال میں خاص کر بیع اور شرا میں جیسے کہ مطلب ہالو کے صیغہ کا ہے لفظ صدوق اور امین میں بیشک پروردگار عالم اور سبب
 الاسباب جعل الآخرة دارالتواب العقاب جعل الدنيا دارالتشمير والاكساب لكن ليس التشمير في الدنيا مقصود
 الاسباب کے آخرت کو تواب اور عذاب کا گھر بنا یا اور احمد دنیا کو محنت کشی اور تحصیل کا گھر مقرر کیا
 علی الآخرة بدون المعيشة بل المعيشة ذریعة الی الآخرة و لا یكون المعيشة ذریعة الی الآخرة مالم یتبای بالتشمیر
 بدون معیشت کے نہیں ہے بلکہ معیشت آخرت کا وسیلہ ہے اور معیشت آخرت کا وسیلہ نہیں ہو سکتی جب تک دنیا کا طالب

في طلبها باداب شرع فان التمرع اعتبار في طلبها ارکانا وشروطا یجب علیہ رعایتها عند سبائرتها في طلبها حتی یكون
 طریق نفسی اختیار کر کے کہ شرع و دنیا کی طلب اور اسے ارکان اور شرطیں ٹھیکہ لینی ہیں جب دنیا کی طلب کرے تو انکی رعایت واجب ہوتی ہے تاکہ
 کسبه صحیحاً خالیاً عن البطلان والفساد خالصاً عن شائبة الحرمة والکراهة اذ لو ترک رعایتها لایكون کسبه
 اسکی کمائی درست بطلان اور فساد سے خالی اور حرمت اور کراہت کی بلکہ ان سے صاف ہو کیونکہ اگر ان قواعد شرعی کی رعایت نہ کرے گا تو اسکی کمائی
 صحیحاً بل تاراً یكون باطلا وتاراً یكون فاسداً فلا یكون خالیاً عن الحرمة والکراهة فعلى هذا لا بد من معرفة
 درست ہونگی بلکہ بعضی دفعہ باطل اور بعضی دفعہ فاسد ہوگی پھر حرمت اور کراہت سے کبھی پاک نہوں اس بیان کے موافق الحکم

البيع والشراء وكيفية انعقادهما حتى یتیزعنده الباطل من الفاسد الفاسد من الصحیح و یتخلص من الحرمة والکراهة
 بیع اور شرا اور کبھی انعقاد کی معرفت پیدا ہونی ضرور چاہیے تاکہ باطل کو فاسد سے اور فاسد کو صحیح سے الگ کر سکے اور حرمت اور کراہت سے بچ جاوے
 ویستبصر له الصدق والامانة فيهما فالبيع مبادلة المال بالمال ینعقد بالایجاب القبول المراد بالایجاب الکلام الصا
 اور بیع اور شرا میں صدق اور امانت میں بیع کے لئے ایجاب اور قبول سے پوری ہوتی ہے اور مراد ایجاب سے کلام اول کا ہے
 من احد للعاقدين او لا بائعا كان او مشترياً او المراد بالقبول الکلام الصادر من الاخر ثانیا بائعا كان او مشترياً
 جو دونوں میں کسی ایک سے صادر ہو یا بیع ہو یا مشتری اور قبول سے مراد کلام دوسرے کا ہے جو دوسرے سے صادر ہو یا بیع ہو یا مشتری

و انما ینعقد بهما اذا كانا بلفظی الماضي مثل ان یقول البائع للمشتري بعث منك هذا بكذا فیقول المشتري اشتري
 اور بیع اور شرا بائع اور قبول سے جب گٹھو ہے کہ وہ دونوں ماضی کے لفظ ہوں جیسے بائع مشتری سے کہے یہ مال میں تیرے ہاتھ اتنے کو بیچو پھر مشتری کہے میں کیا
 او یقول مشتری للبائع اشتريت منك هذا بكذا فیقول البائع بعث لان البيع انشاء تصرف شرعی الا انشاء اثبات
 یا بیع مشتری بائع سے کہے میں تجھ سے یہ چیز اتنے کو مول لے چکا پھر بائع کے میں بیچ چکا اسلیئے کہ بیع انشاء یعنی نیا تصرف شرعی ہوتا ہے اور انشاء میں تصدیق کرنا
 مالم یکن ثابتاً وهو لا یعرف الا بالشرع لان واضع النعمة لم یضعه لفظاً خاصاً والشرع قد استعمل فيه اللفظ الموضوع
 معدوم کا ہوتا ہے اور اس کا علم بدون شرع کے نہیں ہوتا اسواستے کہ تحت بنائے والے ذرا کیے لیکر کوئی خاص لفظ نہیں وضع کیا اور شرع نے زمین ایسا لفظ
 للاخبار المستعمل في الماضي الذي يدل علی الوجوه حتی يدل علی ان هذا التصرف مما یراد وجوده فیعتقد البیع و

جو ماضی میں خبر کے واسطے مستعمل ہوتا ہے استعمال کیا ہو زمین وجود پر دلالت ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ ہی تصرف معتقد ہے پھر اس سے بیع معتقد ہوجاتی ہے اور
 لا ینعقد بلفظین احدهما امر بل لا بد فيه من ثلثة الفاظ كما اذا قال مشتری للبائع بعث منك هذا بكذا قال البائع
 ایچے دو لفظوں سے معتقد نہیں ہوتی جو ایک امر ہو بلکہ اس میں تین لفظوں کی ضرورت پڑتی ہے جیسے اگر مشتری بائع سے کہے یہ مال میرے ہاتھ اتنے کو بیچو اور بائع کہے
 بعثت فما لم یقل مشتری ثانیاً اشتريت لا ینعقد البیع و کذا اذا قال البائع للمشتري اشتري هذا بكذا او قال مشتری
 بیچو پھر جب تک مشتری دو بارہ نہ کہے کہ میں نے خرید لیا تو بیع معتقد نہوں اور ایسے ہی اگر بائع مشتری سے کہے مجھ سے یہ اتنے کو خرید لے اور مشتری کہے

اشتریت فما لم یقل البائع ثانیاً بعثت لا ینعقد البیع و اما اذا كان احد للفظین او كلاهما مضارعاً فیعتقد البیع اذا قال
 بیچ خرید چکا پھر جب تک بائع دو بارہ یوں نہ کہے کہ میں نے بیچ لیا تو بیع معتقد نہوں اور اگر دونوں میں سے ایک کلام یا دونوں کلام مضارع ہوں تو بیع معتقد ہوجاتی ہے اور اگر کلام

الیسیرة متخلة فيه لان كل دين اذا اجله صاحبه الى اجل معلوم او الى اجل مجهول جهالة يسيرة كالتاجيل
 بمالك کی اس میں گناہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ کمال سون ہو جب قرض مراد اسکی مدت معین معلوم یا مدت کچھ مجهول مقرر کرتا ہے جیسے مدت
 الى هذه الاوقات يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون تاجيله لازما الا القرض فان تاجيله لا يكون لازما
 ان اوقات مذکورہ کی توجہ دین مؤجل ہر زمانہ ہے اور اسکی مدت لازم ہو جاتی ہے سوائے قرض نقد کے بیشک اسکی مدت لازم نہیں ہوتی
 بل يجوز ابطاله لكونه من التبرعات ولا جبر فيها كما في اعادة ولو اريد ان يكون تاجيله لازما فطريقه التاجيل
 بل انسا ابطال جائز ہے کیونکہ یہ قرض صرف اسان ہوتا ہے اس میں کوئی ذمہ دہستی نہیں ہوتی جیسے عاریت میں اور اگر چاہو کہ قرض نقد کی مدت لازم ہو جاوے تو ہرگز
 المستقرض المقرض على رجل بدائنه فيؤجل مقرض ذلك الرجل مدة معلومة فيبذل يكون التاجيل لازما
 کہ قرضدار قرض مراد کو اپنے دین کا حوالہ اور شخص پر کرے پھر قرض خواہ اس شخص کے لیے مدت معلوم مقرر کر دے پس اب مدت لازم ہو جائیگی
 حتى لو اراد المقرض ان يطالبه قبل تلك المدة ليس له ذلك ومن اشترى شيئا مما ينقل لا يجوز له ان يبيعه
 یہاں تک کہ اگر قرض خواہ اس مدت سے پہلے طلب کرنا چاہے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور جس نے کوئی شے منقول ہول لی تو اسکو قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے والا جائز نہیں ہے
 حتى يقبضه لما روى انه عليه الصلوة والسلام فيمنع من بيعه قبل قبضه كمنع من بيعه قبل قبضه كمنع من بيعه قبل قبضه
 اس واسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا کہ قبضہ کیے ہوئے بیچ سے کیونکہ اس میں استعمال عقد بڑھنے کا ہوتا ہے اگر بیچ
 هلاكه فانه لو هلك قبل قبضه يفسخ العقد ويعود الى قديم ملك البائع فيكون المشتري بائعا ملك غيره
 تلف ہو جاوے بیشک اگر بیچ سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو عقد ٹوٹ جاتا ہے اور بیچ بائع کی اصلی ملک میں داخل ہو جاتی ہے نہ تاجر کی اور بیچ کا کمال بیچا ہے
 واما اذا قبضه فحينئذ يتم البيع فيكون بائعا ملك نفسه فلما كان قبل القبض لا بدى ان البيع يتم فيكون
 اور اگر مشتری قبضہ کر چکا تو اس بیچ پوری ہو چکی اب بیچا ہوا اور جو قبضہ سے پہلے نہیں معلوم کہ آیا بیچ پوری ہوگی
 بائعا ملك نفسه او يفسخ فيكون بائعا ملك غيره حكم بعدم الجواز بخلاف بيع العقار قبل قبضه فانه يجوز
 کہ بیچا ہوا یا ٹوٹا ہوا یا کبھی بیچا ہوا یا کبھی حکم عدم جواز کا ہے بر غلاف بیچ زمین وغیرہ کے قبضہ سے پہلے کہ یہ بیچ جائز ہے
 لعدم المانع فيه وهو غير انفساخ العقد على تقدير الهلاك لان الهلاك في العقار نادرا ويجوز التصرف في الثمن
 کیونکہ اس میں وہ مانع یعنی شے عقد ٹوٹ جانے کا بشرط ہلاک بیچ کے نہیں ہے اس لیے کہ زمین کم ہلاک ہوتی ہے اور زمین قبضہ سے پہلے تصرف جائز ہے
 قبل قبضه سواء كان هاما لا يتعين كالنقود وما يتعين كالمكيل والموزون حتى لو باع متاعا بدينار او بدينار
 برابر ہے کہ غیر معین ہو جیسے نقد یا متعین ہو جیسے کیل اور موزون یہاں تک کہ اگر کچھ مال بوجہ در اہم یا گون کیوں کے بیچا
 يجوز له ان يأخذ بدلها شيئا اخر لوجوه الجوز وهو الملك وانتفاع المانع وهو غير انفساخ الهلاك لان الثمن
 تو بائع کو جائز ہے کہ اٹکے بدلہ کوئی اور چیز مشتری سے لےوے کیونکہ جائز کرنے والی یعنی ملک موجود ہے اور مانع نہیں ہے نہ شے عقد ٹوٹنے کا ہلاک ہو کر نہ زمین
 يثبت في الذمة ولا يتعين بالتعيين والمكيل والموزون وان كان مبيعا من وجه لكانه ثمن من وجه فلا يفسخ
 ذمہ نہ ثابت ہو جاتی ہے اور تعین کرنے سے معین نہیں ہوتا اور کیل اور موزون اگرچہ ایک وجہ سے بیچ ہیں ہر ایک وجہ سے ثمن ہیں شوبح انکی ہلاک ہونے سے
 البيع بهلاكه والمراد بجوز التصرف في الثمن قبل قبضه جواز تملكه من عليه الدين ولو بعض الجوز تملكه من
 نہیں تو بیچ اور ثمن میں تصرف قبل قبضہ جو جائز ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جسکے ذمہ پر ثمن ہوتا ہے اسکو مالک کر دے تو جائز ہے اگرچہ بدلہ میں یہ مراد نہیں ہے
 غير من عليه الدين لان تملكه من غير من عليه الدين ليس بمشروع ويجوز بيع الحنطة وغيرها من
 کہ سوائے اٹکے یعنی ذمہ دار کو اور کو مالک کرنا جائز ہے اور اٹکے کو سوائے دین دار کے جائز نہیں ہے اور بیچنا کیوں وغیرہ
 الحبوب مكائلة ومجازفة وباناء لا يفسد ولا يفسد بالبيع فاذا كان يفسد بالبيع كالزبيب نحو فلا يجوز
 ہاں تا بیچا ہوا اور ثمن سے بیچنے وغیرہ اور ایک ایسے ہاں سے تا پھر کسی مقدار معلوم نہ ہو اور کھینچنے سے بڑھتا ہو یا نہیں تو جائز نہیں ہے



فمن اشترى كيليا مجازفة يجوز له ان يبيعه او يأكله قبل ان يكيله لان البيع يقع على المثار اليه لا على مقدار
 اور جیسے کیل کی خریداری ہوگی اور اس کو بائیکاٹ کر کے بیچنے والے یا کھا لیا اس واسطے کہ اس صورت پر ہوا ہوگی کہ ہر مقدار میں کیل میں ہوتی
 معين فيكون الكل له وان اشترى بشرط الكيل يبيعه ولا يأكله حتى يكيله لاحتمال ان يزيد على المشروط
 وہ سب سے زیادہ ہوا ہے اور اگر ڈھیر بشرط کیل کے مولیٰ تو بیچ کر کھل سکتے نہ بیچے اور نہ کھا لے اس واسطے کہ شاید مقدار مشروط سے کم یا زیادہ ہوا ہے
 وهو للبائع والتصرف في مال الغير حرام يجب لاحراز عنه ويكفي كيله لبائع بعد بيعه بحضرة المشتري في الصحن
 اور وہ بائع کا مال ہوگا اور غیر کے مال میں تصرف حرام ہے نیز ضروری ہے اور بیچنے کے بعد مشتری کے سامنے بائع کا کیل کرنا صحیح نہیں کہ بائع کو بائع کو
 المبيع يصير به معلوماً ويحقق معنى التسليم ولا اعتبار بكيده قبل البيع ولو بحضرة المشتري لان الشرط كيله لبائع
 بیع اس سے بھی معلوم ہو جاتا ہے اور تسلیم ثابت ہو جاتا ہے اور بیچنے سے پہلے بائع کے کیل کا کچھ اعتبار نہیں ہے اگر مشتری کے سامنے ہوا ہے کہ شرط کیل کی ہے
 او مشتری وہو ليس بواحد منها ولا يكيل بعد البيع بغيبة المشتري لان الكيل من باب التسليم اذ به يصير
 یا مشتری کا اور قبل بیع وہ کوئی بھی نہیں ہے اور بائع سے نہ مشتری مشتری اور بیچ کر کیل کا اعتبار مشتری کے غیبت میں نہیں ہے ایسے کہ کیل سے تسلیم کر کے مشتری کیل سے
 المبيع معلوماً ولا تسليم الا بحضرة وكذا لو اشترى ما يوزن او يعد بشرط الوزن او العدا لا يبيعه ولا يأكله حتى
 بیع معلوم ہو تو اور تسلیم مشتری کے موجود ہونے پر نہیں ہوتی اور ایسے ہی اگر تو کیل مشتری کی مشروط وزن یا شمار کے مولیٰ تو بعد اس کے یا گئے نہ بیچے اور نہ کھا لے جبکہ
 يزنه او يعد الا ان البائع لو وزنه او عد لا بعد البيع بحضرة المشتري يكفي ولو اشترى ما يوزن بشرط الذراع
 تو لے یا گئے ہاں اگر بائع بیع کے بعد مشتری کے سامنے تول سے یا ن سے تو کفایت کرتا ہے اور اگر گز کی مشروط گز کے مولیٰ
 يجوز له ان يبيعه قبل الذراع لان الذراع وصف لا يقابله شيء من الثمن فيكون الكل له قال لزيدي هذا اذا لم
 تو جائز ہے کہ اپنے سے پہلے بیچ دے اسلئے کہ گز ایسا وصف ہے کہ ایک مقابلہ میں نہیں ہوتا اور وہ سب اسی کا ہے یعنی کتا اور اس صورت میں ہے
 يسم البائع لكل ذراع مثنا واما اذا سمى قال كل ذراع تكذا فلا يجل للمشتري ان يتصرف فيه حتى يذعه ومن
 کہ بائع کی ذراع مثلاً چار آٹے گز تو مشتری کو حلال نہیں ہے گز کیے بغیر اس میں تصرف نہ ہو اور اگر کسی نے
 باع صبرة كل تفيز تكذا ولم يذكر عد قفلها لا يجوز البيع عندا بي حنيفة الا في تفيز احد العقد
 آج کا ڈھیر بیچا ہر پیمانہ اتنے کو اور بیان نہ کیا کتنے پیمانہ ہے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے جو ایک پیمانہ کے کیوں کہ عقد
 الى الكل لجهالة المبيع والتمن جهالة تفضي الى النزاع لان البائع يطلب الثمن ولا بموجب العقد المشتري لا يدفعه
 تمام ڈھیر نہیں ہوتا اسلئے کہ بیع اور تمین دونوں ایسے مجہول ہیں جس میں جھگڑا کھڑا ہو جاوے اس واسطے کہ بائع موافق تقاضا عقد کے ثمن پہلے طلب کر لیا اور مشتری نہیں دے سکتا
 لكونه غير معلوم لكون المبيع غير معلوم فالتعذر في الكل يصرف الى الواحد وهو معلوم وكوزالت جهالة
 کیونکہ ثمن کی مقدار معلوم نہیں ہے ایسے کہ بیع معلوم نہیں ہے اور چونکہ عقد کو تمام بیع پر صرف نہیں کر سکتے تو ایک پیمانہ پر لگا دیجئے اور ایک تو معلوم ہے اور اگر
 في المجلس بالكيل او بذكر جميع القفران يجوز البيع في جميعها لكن يكون المشتري مخيراً وهكذا الحكم
 مجلس کے اندر جہالت دفع ہو جاوے کیل کرنے سے یا تمام پیمانہ بیان کرنے سے تو بیع تمام ڈھیر کی جائز ہو جاوے گی لیکن مشتری کو لینے لینے کا اعتبار ہوگا اور تمام
 في جميع الموزونات والمعدودات المتقاربة ولو باع قطيع غنم كل شاة بكذا ولم يذكر عدها لا يجوز البيع في جميعها
 موزونات اور معدودات میں جو ایک سے ہوں ایسا ہی حکم ہے اور اگر لڑیوں کیوں کا اسطورہ بیچا کہ ہر ایک راس اتنے کو اور اگر گنتی ہاں نہ کی تو
 عندا بي حنيفة كما ذكر في العقد يصرف الى الواحد وهو متفاوت لكون افراد الشاة متفاوتة وتفاوت الافراد
 امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیچ سارے جائز نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی ایک گنہار بیچ دے اور وہ متفاوت ہے اسلئے کہ ہر ایک گنہار کی گنتی نہیں ہوتی اور تفاوت افراد سے
 يقتضي الجهالة المفضية الى النزاع وكذا الحكم في كل معدود متفاوت اذا باع عدل ثوب كل ثوب بكذا ولم يذكر
 ایسا بیان ہوتی ہے کہ جو گنہار بیچا ہو جاوے اور ہر ایک معدود متفاوت کا ایسا ہی حکم ہے اگر گنتی سخاں کی اسطورہ بیچا کہ ہر ایک سخاں اتنے کو اور گنتی سخاں

عدّھا لا يجوز البیع فی جمیعھا للجهالة المفضیة الی الذراع وعندھا يجوز البیع فی جمیع ذلك وقد ذکر فی
 ذکر سے تو بیع سراسر جائز نہ ہوگی بسبب جهالت کے جو جھگڑا کھڑا کر دیتی ہے اور صاحبین کے نزدیک بیع تمام کی مالدار اور
 فتاوی قاضیان ان الفتوی علی قہر ایتسیر علی الناس لو ذکر عددها وقال للمشتري بعت منك هذا
 فتاوی قاضیان نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی بیعت کرے تو اس کی ہر قسم کی ہرجا اور اگر بیعت کے گنتی بیان کر کے مشتری سے کہا میں نے یہ ہے انہی
 القطیع علی انه مائة شاة او هذا العدل علی انه مائة ثوب بكذا یصح البیع لكون كل من المبیع والتمن معلوما
 ہرگز نہ ہوگا کہ بیعت میں اسے کوئی چیز تو بیع صحیح ہے اس واسطے کہ بیعت اور تمین نام لینے سے دونوں معلوم ہو گئے ہیں
 بالتسمية لكن ان وجد المشتري اقل او اكثر یفسد البیع اما فسادہ اذا وجد اكثر فلعد دخول الزوائد
 لیکن اگر مشتری نے کم یا زیادہ پائے تو بیع فاسد ہو جائے گی پھر فساد بیع کا زیادتی کی صورت میں اس واسطے ہے کہ فرد زائد
 تحت العقد فبجرحه وهو مجهول لكون افراد الشاة او الثوب متفاوتة وفاسادہ اذا وجد اقل فلو جوب
 صدق کے نہیں آیا تو اسکا بھیر دینا واجب ہے اور معلوم نہیں کہ کون سا ہر اسے کہ اس کے بکریوں کی یا تھان کی ہے کہ ایک سے نہیں ہیں اور فساد بیع کا کمی کی حالت میں اس لیے ہے کہ
 سقوط حصة الناقص من الثمن عن ذمته وهي مجهولة اذ لا يدري ان الناقص كان جيدا او وسطا او ربا او
 تھار قیمت کتنی فرد کی نسبت نہیں کے اسکے ذمہ سے کم کر لی جائے اور وہ معلوم نہیں کیا معلوم ہے کہ کمی کا تھان یا اس عمدہ ہے یا درمیان ہے یا گھٹیل ہے اور اگر
 یتم لكل منهما ثا وقال كل شاة او كل ثوب بكذا یصح البیع فی الاقل لكن یكون المشتري مخيرا ان شاء اخذ الموجود
 بیعت ہر ایک کا تمین بیان کر دیا کہ ہر ایک ساس اور ہر ایک تھان کے کو تو بیع کمی کی صورت میں صحیح ہے لیکن مشتری کو اختیار ہے چاہے موجود کو
 بحصته من الثمن لكونه معلوما وان شاء تركه ویفسد فی الاكثر لجهالة المبیع ومن قال لغيره بعت منك
 حصہ سے نہیں ہیں اس لیے کہ معلوم ہے اور چاہے نہ ہو اور ہر قسم کی صورت میں فاسد ہے کیونکہ بیعت مجہول ہے اور جسے دوسرے سے کہا میں نے تیرے ہاتھ سے
 من الخطة التي فی هذا الابنار او من هذا الكدر ثم اعطاه خطة من موضع اخر لا یجوز لان ما سوا العقوبتین
 گیسوں کا اس میں نہیں ہے یا اس میں ہے یا کچھ اور گیسوں اور جگہ سے حوالہ کیے تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ سوا اسے فقہ کے یقین کرنے سے
 بالتعيين فلا يجوز استبداله واقامة الاخر مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد ومن باع شيئا وقال للمشتري
 معین ہو جاتی ہے پس اسکا بدلنا اور اور کا اسکی جگہ نام کرنا جائز نہیں ہے ان وہ عقد تو دہر کر دو بارہ عقد کرے تو جائز ہے کوئی اور مشتری کا
 بعتك بغير ثمن یكون البیع باطلا لان الثمن اذا نفى ینتفی عن البیع فلا یكون بیعا ولو باعه وسكت عن ثمنه
 میں نے یہ بیعت تیرے ہاتھ سے بیعت نہیں کے بیعت بیعت باطل ہے کیونکہ بیعت نہیں ہوتا تو بیعت کارکن نہیں ہوتا تو بیعت کب ہوگی اور اگر کوئی بیعت اور ثمن سے چھپو رہا
 لا یبطل البیع بل یفسد لان مطلق البیع یقتضی المعاوضة واذ اسكت عن الثمن یكون عرضه القيمة ویصير كانه باعه
 تو بیعت باطل نہیں ہوتی بلکہ فاسد ہوتی ہے اس لیے کہ مطلق بیعت معاوضہ کو چاہتی ہے اور جب اسے ثمن بیان نہ کیا تو اسکی عرض قیمت لینے کی ہے اسکا انجام یہ ہے کہ گویا قیمت
 بقیته وبيع الشيء بقیته فاسد لا باطل والحاصل ان البیع اذا لم یکن صحیحاً فهو قد یكون باطلا وقد یكون
 اور اگر قیمت سے بیعت فاسد ہو جائے باطل نہیں ہوتا اور حاصل یہ ہے کہ اگر بیعت صحیح نہیں ہوتی تو بیعت بعض دفعہ باطل ہوتی ہے اور کبھی
 فاسد فلا بد من بیان كل منهما لیمكن الاحتراز عنهما فالبیع الباطل ما لا یصح باصله ووصفه ولا یفید
 فاسد اب ہر ایک کا بیان کرنا ضرور ہوتا ہے ان دونوں سے بیعت صحیح نہیں ہو سکتی تو وہ ہر ایک کی اصل اور وصف میں صحیح نہیں اور ہرگز قائم
 الملك اصل اولیٰ من غلب علی ظنه ان اكثر معاملات اهل السوق علی البطلان لیس له ان یشتری منهم شيئا ولا
 ملک کا نہیں ہے اس لیے کہ تو ہر ایک کو گمان غالب ہے ان کے اکثر معاملات ان بازار والوں کے باطل ہوتے ہیں تو اسکو جائز نہیں ہے کہ ان سے کوئی چیز مول لے اور
 یحل له ما اشتريه منهم والبیع الفاسد ما یصح باصله لا بوصفه وھو فی الملك فی المبیع بعد قبض المشتري ایاہ لكن لا علی
 جو مال اسے لیگا مال نہ کرے اور بیعت فاسد ہے جو صحیح ہو وصف میں غیر صحیح اور بیعت ہر جب مشتری قبضہ کرتا ہے تو فائدہ ملک کا دیتی ہے لیکن



وجه الطيب بل على وجه الخبث ولهذا قيل لا يحل له ان يتصرف فيه بتملك وانتفاع حتى لو كان طعاما
 لا يحل له اكله ولو كان حاربه لا يحل له وطبها بل يجب على كل واحد من البائع والمشتري فسخ العقد فاعل الفساد
 وان لم يفسخا بل باع المشتري ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحيح ينفذ بيعة لانه لما ملكه ملك تملكه لغیره
 بالبيع وغيره فلا يتصور بعد الفسخ لتعلق حق العبد به لان وجوب الفسخ سابقا كان لحق الشرع واذا اجمع
 حق العبد مع حق الشرع يقدم حق العبد لحاجته نعم كان الاولي للمشتري ان يتلذذ عن شرائه اذ قيل من ظن
 ان اكثر معاملات اسبازار والون کے فاسد ہوتے ہیں تو بہتر ہے بچے کہ ان سے کوئی چیز مول نہ لےوے اور جو بھی اگر آنے کوئی چیز مول لےلیکے
 محل له الانتفاع به اذا كان العقد لا خيرا صحيحا وذلك لان البيع ركنه مبادلة المال بالمال فكل بيع يوجد خلل
 في ركنه فهو باطل وكل بيع لا يوجد خلل في ركنه بل في غيره كالتسليم والتسلم الواجبين به والانتفاع المقصود منه
 وغير ذلك فهو فاسد فحينئذ البيع بالدم والميتة التي ماتت حتف انفها ونحوها باطل لانه لا يصلح
 باصله لوجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال لان هذه الاشياء تعدل عند بعض هل الكفر ولا يصح بوصفه
 لعدم تقوم بها لان التقوم للشيء انما يتب باباحة الانتفاع به شرعا والشرع قد ابطال الانتفاع بهما في حق المسلمين
 ومن باع كرام من الخنطة ولم يكن في ملكه خنطة يبطل البيع لعدم وجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال
 لان المال موجود في ملكه الطبع ويجري فيه البذل والمنع والمعدوم ليس بملك لو كانت في ملكه خنطة لكانت
 اقل مما ساء لا يبطل البيع في المعدوم ويفسد في الموجود ولا يجوز بيع زيت على ان يوزن بظرفه ويطرح عنه بازاء الطرف
 لان المال موجود في ملكه الطبع ويجري فيه البذل والمنع والمعدوم ليس بملك لو كانت في ملكه خنطة لكانت

يبقى ذلك الخيط بعد ايام اسفل مما هو رأسها الآن والاعلى ملك المشتري ما يحدث من الزيادة في ملكه في
 ذلك لا يجوز بيع جلد الميتة قبل ان يد يغ لكونه غير منتفع به لنجاسته وقد قال النبي عليه السلام لا تنتفعوا من
 الميتة باهاب هو اسم لغير المدبوغ وبعده الدباغ ويجوز بيعه والانتفاع به لطهارته بالذباغ فان قيل نجاسته
 با اتصال لدسومات به وذلك لا يمنع جواز البيع كالثوب النجس قال الجواب الدسومات في الجلب خلقية فدام تزك
 تكون كعين جلد بهذا الاعتبار يكون الجلد محرم العين نجاسته في الثوب فانها ليست خلقية بل حارثة
 بعد ما تكن متصلة به فلا يتغير حكمه من جواز بيعه والانتفاع به فكما يجوز بيع جلد الميتة والانتفاع به بعد
 الذباغ كذلك يجوز بيع عظامها وقرنها وعصيدها ووصوفها وشعرها ودورها والانتفاع بها اذ لم تكن عليها دسومة
 ولا لها طاهرة لا يحلها الموت لعدم الحيوانية بل فيها النبو كالنبات واما اذا كانت عليها دسومة فهو نجسة لا يجوز بيعها
 ولا الانتفاع بها وكذا لا يجوز بيع الجذع في السقف والذراع في الثوب اذ لا يمكن تسليمه الا بضره لا يوجه العقد
 ولو قلعه البائع الجذع او قطع الذراع قبل ان يفسخ المشتري العقد يعنى البيع صحيح الزوال المفسد الذي هو الضر
 قبل تقرر هذه اذا كان الجذع معيناً والثوب ما يضره التبعض كلفيف نحو اذ لولم يكن الثوب معيناً التبعضية
 كالكراسين يجوز البيع ولو لم يكن الجذع معيناً لا يجوز البيع صحيحاً للجهالة فان قيل اذ باع جلد الشاة المعينة قبل
 الذبح لا يجوز ولو ذبح الشاة وسلمه جلدها وسلمه الى المشتري لا ينقلب البيع صحيحاً وان كان الجلد عيناً موجوداً
 كالجذع في السقف وكذا لو باع كرشها او اكارها ثم ذبحها وسلم ما باع منها فالجواب ان الجلد وان كانت عيناً موجوداً
 لكنه متصل بغير المبيع خلقية فيكون تابعاً له فيكون العجز عن التسليم معناه اصلية لا حكمية بخلاف الجذع فانه
 عين مال في نفسه وانما ثبت الاتصال بلبنه وبين غير بعراض فعل العباد والعجز عن التسليم حكمي
 جنات خود جدا كان مال ہے اور غیر کے ساتھ جو عارض متصل ہو گیا ہے تو یہ آرمیوں کا کام ہے جان تسلیم میں مسکما عجز ہے

لما فيه من افساد بناء غير مستحق بالعقد فاذا قلعه والتزم الضرر يزول لما لم يفجوز ومن باع جارياً ثم
 كينزك اسين ايك مكان خراب هو تاجر سبكو عقد بين ما يحتاج اسنه الكهارة كراپنا ضرر قبول کیا تو مانع با تار با بس بیج جائز ہوگی اور نہ شخص نوڈی کو بیچکر
 انکر بیعها لا یجله و یطہرہا مالہ یشترى الخصومة فاذا ترکها و سمر البائع انه ترکها یجله و یطہرہا و من
 مکر جاوے تو اس کو صحبت کرنی حلال نہیں ہے جب تک مشتری دعویٰ نہ چھوڑے اور بائع شہن سے کہ دعویٰ ترک کیا صحبت حلال ہوگی اور نہ شخص
 اشتراک جاریه ثم انکر شراءها لا یجله للبائع ان یطہرہا مالہ یعزم علی ترک الخصومة لان البیع لا ینفسخ بحد
 نوڈی خرید کر مکر جاوے تو بھی بائع کو صحبت کرنی حلال نہیں ہے جب تک تجا قصد ترک خصوصت کا کرے
 حیو المشتري مالہ یعزم البائع علی ترک الخصومة فاذا عزم علی ترکها یتیم الفسخ بتراضیه ما یفعلہ و یطہرہا
 ٹوٹ جاتی ہے تب تک بائع دعویٰ نہ ترک کرے
 ذالمشتری جاریه علی انه بالخیار ثلثة ايام وقبضها ثم عد علی البائع فی ايام الخیار جاریه وقال هی
 اگر کسی ایک نوڈی خریدے تو اس کے اعتبار پر خرید کر قبضہ کر لیا پھر نیا رک مدت کے اندر اندر اور نوڈی بائع کو بچھری اور بیان کیا کہ یہ وہی نوڈی ہے
 التي اشتريتها وقبضتها كان القول قوله لانه انکر قبض غیرها فان رضی البائع بها یجله و یطہرہا لان المشتري
 جزمین مول لگیاتھا تو اب اسکی کا قول معتبر ہوگا اسلئے کہ دوسری نوڈی کے قبضہ کا انکار کرتا ہے پھر اگر بائع اس پر راضی ہو گیا تو اسکو اس سے صحبت حلال ہے اسلئے کہ مشتری نے
 لما رد غیر ما اشتريها فقد رضی بملك البائع اياها بالاولی فاذا رضی البائع بها یتیم البیع بينهما بطرقا لتعاطی
 جب ایک نوڈی بچھری تو بائع کی ملکیت پر اس نوڈی کے حق میں پہلے کے بدلے راضی ہوا ہے اگر بائع بھی اس نوڈی پر راضی ہوا تو ان دونوں میں تعاطی کی بیج ہوگی
 وكذا القصار اذا رد علی صاحب الثوب ثوبا غیره فیه رضی به صاحب الثوب ومن اشتري شيئاً ما یتسارع اليه
 اور ایسے ہی دھوپ کی گریب کے مالک کو بدل کر اور کپڑا لینی ملک کا دیدیوے اور وہ راضی ہو کر لے ليوے اور اگر کسی ایسی چیز جو جلد بکے کر بس بسا جاتی ہو
 الفساد كاللحم السمك ونحوها ولم يقبضه بل ذهب اليه ليبي بالثمن وطال مكثه ونحو البائع ان يفسد
 جیسے گوشت اور مچھلی یا ایسی اور شے مول کی اور قبضہ نہ کیا بلکہ اپنے گھر چلا گیا تاکہ من لادلوے اور پھین دیر لگ گئی اور بائع کو یہ خوف ہوا کہ بیع بکے
 ذلك الشيء بحوله ان يبيعه من غيره استحسانا وللمشتری الثاني ان یشتریه منه وان كان يعلم بذلك
 نہ جاوے تو بائع کو استحساناً جائز ہے کہ اسکو اور کے ہاتھ بیچ دے اور اس دوسرے مشتری کو بھی خریدنا جائز ہے اگرچہ پہلی بیج کو جانتا ہو
 لان البائع رضی بالفسخ وكذا المشتري الاول ظاهر ان كان الثمن الثاني اكثر الاول كان عليه ان يتصدق
 اسلئے کہ بائع اور ایسے ہی پہلا مشتری بظاہر حال فسخ پر راضی ہے پھر اگر دوسری دفعہ من پہلی دفعہ سے زیادہ ہاتھ آیا تو اسکو لازم ہے کہ اتنی کو فزات کو
 بالزيادة وان كان اقل كان لتقصان عليه لا على المشتري الاول كوجاء صبي في القمار بفلس وخذو طلب
 اور اگر کسی کو تو یہ نقصان بائع کا ہے مشتری دل پر نہیں چڑیگا اور اگر کوئی لڑکا نابالغ پیسا یا روٹی لیکر کسی کان دار پاس آیا اور کوئی ایسی چیز مانگی
 منه شيئاً ما یتقرب به في البيت كالماء والاشنان ونحوها بحوله ان يبيعه منه وان طلب منه جوزا و فستقا
 جو کھروں میں کام آتی ہے جیسے نمک اور اشنان یا کھے مانند تو جائز ہے کہ اسے ہاتھ بیچو اور اگر جوزا یا فستقا
 او نحو ذلك ما یشتریه الصبي لنفسه لا يبيعه منه لانه في الوجه الاول ذون ظاهر او في الوجه الثاني لا ومن دفع
 یا کھے مثل مانگے جو روکے اپنے واسطے لیا کرتے ہیں تو اسے ہاتھ نہ بیچو اسلئے کہ پہلی صورت میں وہ لڑکا بظاہر حال ماذون ہے اور دوسری صورت میں ماذون نہیں ہے اور اگر کسی
 الوخياز درهم قال اشتريت منك هذه الدرهم كذا متامرا بخبز جعل يأخذ كل يوم منه خمسة امعاء
 نان بالی کو درہم حوالہ کیے اور کما بیچ بیچے اس نقد کے بدلے تھے سیروی خریدی اور ہر روز جو من ایک ایک درہم کے نان سیر روٹیاں لینے شروع کیں
 بدھم فالبيع فاسد ما یأكله یا کله بقصد فاسد وهو مکروه واما لو اعطاه درهم واحد لم یقل له اشتريت منك
 تو بیج فاسدہ اور کما تاجر عقد فاسد سے کھاتا ہے سو وہ مکروہ ہے نان اگر اسکو درہم حوالہ کیے اور بیچ نہ لگا کہ میں تجھ سے

منہ فعلہ ہذا یكون معنی الحدیث علی ما ذکرہ النوریشی ان الربو یکتہ تعاطیہ فینتقل عند التعامل من ید الی
 اسکے سواقی منی حدیث کے مطابق بیان تو رہی ہے کہ سود کا لین دین بہت بھیل جاوے گا بھر جب ایک ہاتھ سے دوسرے میں گیا تو منتقل ہو کر
 ید فیختلط باموال الناس فیاکونہ من غیر قصد فیہ فلا یتلیم احد من ائمتہ و ضررہ وان سلم من تناولہ
 تمام لوگوں کے مال میں ملجاوے گا بھر سب اسکو تا چار بارادہ کھادیئے بھر کوئی بھی اسکے گناہ اور ضرر سے سلامت نہ رہے گا اگرچہ ظاہر میں لین دین سے سلامت رہے
 و تعاطیہ و سبب لک شیوع الجهل و عدم العلم باحكام البیع و الشری آذ قلما یوجد من یحلی بما اخبیہ النبی علیہ السلام
 اور اسکا سبب ہر جہالت کا بھیلنا اور بیچ اور خرہ کے احکام کے علم پر ایسے کہ ایسا شخص بہت کم تر ملتا ہے کہ حدیث کے معنی بتا دے
 و یعمل بہ فقہا ملتدین یا کل الربو و هو لا یعلم انہ ربو فیکون اثمًا لتقصیدہ فی امر دینہ فان من یبیع و یشتری من غیر
 اور اگرچہ عمل کرے بھر تو تو دیکھے گا کہ دیندار آدمی بے خبر سود کھارے اور دین نہیں بنا کر یہ سود سودہ ایسے گنہگار ہوتا ہے کہ دین کے باب میں فقیر کی بیشک جو شخص سائل
 ان یتعلم احکام البیع و الشری یا کل الربو شاء ام ابی و لہذا کان شرطون السوق و یضرب التجار بالدرہ و یقول لا یبیع فی
 اور احکام بیچ اور شرک کیے ہر وہ نہایت گنہگار ہو گا جو سود کھادے اور اس کی عمر عمر بازار میں کھادے اور سودا گروں کو کوڑے مارتے اور کہتے
 سوقًا من لم یتفقہ فی الدین و الا یا کل الربو شاء ام ابی فعلہ ہذا یحیی علی المؤمن ان یتعلم احکام البیع و الشری حتی یکن
 ہمارے بازار میں جو شخص مسائل دینی نہ جانے سوزا نہ کیا کرے نہیں تو وہ دیکھا و کھلا دل چاہو یا انکار کرے اس بیان کو سواقی میں پر واجب ہے کہ بیچ خرہ کے مسائل سمجھا کر تاکہ
 لہ الاحترار عن الربو لان الربو حرام حرّمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ و شدّد الامر فیہ بایات من جملة ما تلوہ تعالیٰ الذین
 سود سے بچ کر کہو کہ سود حرام ہے سود کو اسد تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کر کے کئی آیات میں اتنا کہا ہے انہیں سے ایک یہ آیت ہے جو لوگ
 یا کون الربو الا یقومون الا کما یقوم الذی یخبطہ الشیطن من المسّ فانہ تعالیٰ قد اخبی فی ہذا الاية ان الذین
 کھاتے ہیں وہ اٹھنے کی قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے بکے جو اس کھو رہے ہیں نے بہت کریشک اسد تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ جو لوگ
 یا کون الربو لا یقومون من قیوہا ذابعتوا الا کقیام المصروع من الجنون الذی یكون فیہم بسبب کلہم الربو فیکون
 کہ سود کھانے میں وہ خبر نہیں سوزے گا جو لوگ سود کھائیں گے جیسے مرگ مارا ہوا میں سے جو اٹنے اندر سود کھانے سے پیدا ہوگی پھر
 قیامہم و یدقوہم کا مصروع لکن لا اختلال عقولہم بل لان اللہ تعالیٰ یربی فی بطونہم ما اکلوا من الربو
 انکھٹھا اور گرنے لگے واسے کا سا ہووے گا جیسے نہیں کہ انکی عقل میں فتور ہووے بلکہ اسواسطے کہ اسد تعالیٰ انکی پیٹ میں سود کو پرورش کرے گا
 فیتقلم یریدون کھیلان یتقومون تارة و یتفقون اخرى و هذا العقوبة تشملہم یوم القیامة یعرفون ہا عند
 کھڑے ہونگے اسے عادل کی طرح کبھی اٹھنے اور کبھی گرنے اور یہی عذاب قیامت کے دن انکو ایسا پکڑے گا کہہ ہی سے اہل عشر کو معلوم ہو جاوے گا
 اهل الحشر فان کل احد من اهل الموقف یعرف انہم اكلة الربو وقد وی انہ علیہ السلام قال الیة اسکر الیہ
 بیشک ہر شخص اہل موقف میں سمجھ جاوے گا کہ یہ بیاج خورین اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سراج کی شب کو میں ایک قوم پر پونچھا
 قوما بطونہم کالیہ فیہا حیات و عقارب تری من ظاہر بطونہم فقلت یا جبرئیل من ہؤلاء فقال کلة الربو فعلہ ہذا
 کہ انکی پیٹ کے فرخ سے جیسے گوا کے اندر بہت سانپ اور بچھو باہر سے نظر آتے ہیں پونچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں جناب دیا بیاج خور اسرا کے سواقی
 ینفع لمن یتجران یتعلم من العلم مقدار ما یحتاج الیہ فی تجارتہ لیسلم من کل الربو فان الربو من الکبائر و هو فی اللغۃ
 تا جبر کو لازم ہے کہ کتنے مسائل جنکی تجارت کے اندر حاجت پڑتی ہے ضرور سیکھ لے تاکہ سود کھانے سے بچے کیونکہ سود لینا کبیرہ گناہ ہے اور سود اصل لغت میں
 مطلق الفضل و فی لشریعیۃ فضل خل عن عوض شرط فی احد البدلین و ہونو عن ربو الفضل و ربو
 منظور بارت کو کہتے ہیں اور اسامطلاح شرعی میں وہ زیادت جسکا بدلہ احد البدلین میں شرط نہ ہو اور سود کی دو قسمیں ہیں زیادت کا
 النسبۃ اما ربو الفضل بشرطہ ان یتجران من جنس واحد ان یتجران من جنس المکمل و الموزون و ان یتجران
 اور ایک سود اولیٰ کا سوزیادت میں نوع شرط ہے کہ دونوں عوض ایک جنس کے ہوں اور یہ شرط کہ دونوں جنس مکمل سے ہوں یا جنس سوزون سے اور یہ شرط کہ دونوں

المماثلة في القدر لا في الوصف لما روي عن عبادة بن الصامت انه عليه الصلوة والسلام قال جيدها
 قدر كل مماثلت اوزن صفت كل مماثلت تينين اوزن كيو ان عبادة بن الصامت سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا انہیں عمدہ
 ورجحها سواء وكلام الرسول يفسر بعضه بعضا فكل ما ورد فيه النص من الشارع انه يباع بالكيل والبر والشعير
 اور انص برابر ہیں اور ایک شہد دوسری حدیث کی تفسیر کیا کرتی ہے اور پھر جس چیز میں شارع کی طرف سے یہ نص آئی ہے کہ اکیل سے سبھی جاوے جیسے تینوں اور کچھ
 والمتر والملح فهو كيلی ابدأ وان ترك الناس فيه الكيل وكل ما ورد فيه النص من الشارع انه يباع بالوزن كالذهب
 جو چھوہا سے اور نیک سودہ ہمیشہ کو کھلی ہے اگرچہ لوگ اُس میں کھیل کو ترک کر دیں اور جس چیز میں شارع سے یہ نص آئی ہو کہ وزن سے بیچی جاوے جیسے سونا
 والفضة فهو وزنی ابدأ وان ترك الناس فيه الوزن وكل ما لم يرد فيه النص من الشارع انه يباع بالكيل
 اور چاندی سودہ ہمیشہ کو وزنی ہے اگرچہ آدمی اُس میں وزن کرنا چھوڑ دیں اور جس چیز میں شارع کی طرف سے یہ نص نہیں ہے کہ اُس کو کھلی سے بیچی جاوے
 او الوزن فهو محمول على عرف الناس عاداتهم فلو بيع الخنطة بجنسها متساويا في الوزن او بيع الذهب
 یا وزن سے تو اُس کو لوگوں کے رسم اور عادت پر قیاس کرینگے پھر اگر گھون گھون سے وزن میں برابر کر کر اور سونا سونے سے کھلی میں برابر کر کر
 بجنسها متساويا في الكيل لا يجوز لتوهم الفضل على ما هو المعيار الشرعي في كل واحد منهما وهو الكيل في الخنطة والوزن
 بیچا جاوے تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ شاید سبب شرعی میں جو دونوں کے باب میں مقرر ہے کہ زیادتی ہو اور وہ کھلی ہے گھون میں اور وزن سے
 في الذهب وكذا لو بيع الخنطة بجنسها او الذهب بجنسها مجازفة لا يجوز اذا لم يعرف العاقدان القدر في الخنطة
 سونے میں اور ایسے ہی اگر گھون کو گھون سے یا سونے کو سونے سے اٹکل سے بیچیں تو جائز نہیں ہے اگر باج اور مشتری کو مقدار گھون
 والذهب وان كانت في الواقع الخنطة متساوية بجنسها في الكيل والذهب متساوية بجنسها في الوزن
 اور سونے کی معلوم نہ ہو اگرچہ واقع میں گھون گھون سے کھلی میں اور سونا سونے سے وزن میں برابر بھی ہو
 لان العلم بالتساوي وقت العقد شرط لصحة العقد حتى لو تباعا الخنطة بالخنطة والذهب بالذهب مجازفة وقابضا
 اس واسطے کہ برابری کا معلوم ہوا وقت عقد کے واسطے صحیح عقد کے شرط ہے یہاں تک کہ اگر دونوں نے گھون گھون سے اور سونا سونے سے اٹکل کر بیچا اور قبضہ بھی کر لیا
 ثم علم بالتساوي بكيل الخنطة ووزن الذهب ينقل العقد جائزا فعلى هذا يكون معنى الحديث اذا بيع شئ من البوزن
 پھر گھون کھلی کرنے سے اور سونا توڑنے سے معلوم ہوا کہ برابر میں تو عقد صحیح نہیں ہو جاوے گا اس بیان کے موافق حدیث کے معنی یہ ہیں اگر کوئی شیء وزنی
 او المكيلا ت بجنسها يجب ان يباع وزنا بوزن وكيلا بكيل فان بيع متفاصلا يكون حراما لانه عليه الصلوة
 یا کھلی بجنس سے بیچی جاوے تو واجب ہے کہ وزن میں اور کھلی میں برابر ہو اور اگر کم زیادہ متعین تو حرام ہے اس واسطے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام اخبر في هذا الحديث ان من اعطى الزيادة او اخذها فانه يدخل في الربو والمعطى والاخذ
 والسلام نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ جتنے زیادہ دیا یا زیادہ لیا وہ سب سودہ ہے اور دینے والا اور لینے والا
 سواء في الاثم واللعن الذي جاء في حديث رواه جابر انه عليه الصلوة والسلام لعن اكل الربو وموكله
 گناہ اور لعنت میں دونوں برابر ہیں جو کہ جابر کی حدیث میں وارد ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے
 وكذا يجان بيع يد بيد لكن المعبر في غير الضرر ما يجزى فيه الربو تعين بالدين في مجلس العقد لا تقابضها فيه حتى لو
 اور ایسی ہی واجب ہے کہ ہاتھ ہاتھ ہو لیکن سوائے بیچ صرف کے ہن اشیا میں سود ہو سکتا ہے انہیں ہاتھوں کا مجلس عقد میں متعین کرنا معتبر ہے طرفین کا قبضہ ضروری نہیں ہے یہاں تک کہ اگر
 باع خنطة بخنطة بعينها وتفرقا قبل القبض يجوز البيع لان المخرج من قوله عليه الصلوة والسلام يد بيد بعينها بعين
 گھون ہر سونے گھون کر متعین کر کے بیچے پھر وہ دونوں قبضے سے ہاتھ ہاتھ ہو گئے تو بیچ جائز ہے اس لیے کہ لفظ "يد بيد" سے مراد عینا بعین ہے یعنی دونوں متعین ہوں
 بدليل ان عبادة بن الصامت واها هكذا بعينها بعين بخلاف اصراف فانه نوع من البيع يكون كل واحد من
 اس دلیل سے کہ عبادة بن الصامت یوں روایت کرتے ہیں کہ عینا بعین بخلاف اصراف ہے اس لیے کہ بیچ ہر کرا سبب دونوں متعین

اکثر وزن من الدرهم المعدية فيكون رطل وطريق الخلاص من الرطل اذا بيع بلا وزن الفضة الكثرة بالفضة
 درہم محدود سے وزن میں زیادہ ہوتا ہے پھر سووی ہو چکا اور حیلہ سووی سے بچنے کا اگر بے وزن بڑھتی جائے تو حیلہ ہی جائے تو یہ ہے
 القلیلة ان يجعل في اقلها وزن ناشئ من خلاف الجنس مما له قيمة اذ لو لم يكن له قيمة تخففة من التراب لا يصح البيع
 کہ وزن میں تخوڑی جائے اس کے ساتھ کچھ اور چیز قیمت و اظلال جنس ملا دینا ایسے کہ اگر بے قیمت شے ہوگی جیسے ایک مٹھی مٹی تو بیع جائز ہوگا
 واقل ما يكون قيمته مشروطة لجواز البيع فلس ثم قيمة الخلاف ان كانت مثل قيمة الزيادة يجوز البيع ولا يكره
 اور کم سے کم قیمت دار شے میں بیع درست ہو جاوے۔ یہاں پر اگر قیمت اس شے مخالف کی برابر ہو تو بیع جائز ہے
 وان كانت شيئاً قليلاً يجوز البيع لكن يكره كذا روى عن محمد فقيل كيف تجد في قلبك قال مثل الجبل ولو
 اور اگر وہ تخوڑی ہووے تو بیع جائز ہے پر مکروہ امام محمد سے یہی روایت ہے کسی نے اسے پوچھا تمہارے دل میں کیسی معلوم ہوتی ہے کہا جیسا پہاڑ اور اگر
 بعثت جلال الصيرفي مع الرسول دينار ليصرف له لا يصح لو جوب لتقايب قبل الافتراق بالابدان قبض المرسود وتسلية
 کسی شخص نے صرف کے پاس رسول کے ہاتھ دینار بھیجا تا کہ بچنا لاوے تو جائز نہیں ہے کیونکہ قبضہ افتراق جسمانی سے پہلے واجب ہوا اور رسول کے قبضہ اور تسلیم کا
 لا يعتبر فيغنيان يوكله لان الوكيل يقوم مقام الموكل فيعتبر قبضه وتسلية فيوجد التقايب قبل الافتراق
 کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے ہی لازم ہے کہ اس کو وکیل کر دے ایسے کہ وکیل موکل کی جگہ ہوتا ہے اس کا دیا گیا سب سے قبضہ اور تسلیم کا جسمانی سے پہلے
 بالابدان ولا يجوز التصرف في ثمن الصرف قبل قبضه فان من باع ديناراً بغير قبضه صرفه لم يقبض الدرهم بل
 ہو جاوے اور بیع صرف میں قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف جائز نہیں ہے۔ بیچا اگر کسی ایک دینار دتے ہیں کو بیچا اور درہم پر ابھی قبضہ نہیں کیا کہ درہم کا
 اشترى بها ثوباً يفسد البيع في الثوب لفوات القبض الواجب بالعقد فتعاند الله تعالى القياس كان يقتضي جوازها
 ایک بھٹان مول لیلیا تو کپڑے کی بیع فاسد ہے کیونکہ قبضہ واجب عقد کے خواہے اور توافق ہو گیا اور قیاس جاتا ہے کہ جائز ہووے
 لان الدرهم والدنانير لا تتعین فيصرف العقل الى مطلقها وانما المبحر ان الصرف بيع ولا بد فيه من مبيع وليس
 ایسے کہ درہم اور دنانیر متعین نہیں ہوتے۔ تو یہ عقد مطلق ثمن کی طرف گھومے اور جائز اس واسطے نہیں کہ صرف بیع ہر آئین بیع کا ہونا سب سے
 فيه سوى الثمن وليس احداهما اولى بكونه مبيعاً من الاخر فيجعل كل واحد منهما مبيعاً من وجه وتغنا من
 آئین بجز دو وزن ثمن کے کچھ نہیں ہوتا اور ایک کو دوسرے پر کچھ فوقیت نہیں ہے۔ بیع بچھڑا گیا ہوا ہے۔ اب ہا پھر ہر ایک ایک وجہ سے بیع ہوا اور ایک بیع ثمن
 وجه وان كانا ثمنين خلقه والتمن في باب الصرف مبيع من وجه وبيع المبيع قبل القبض لا يجوز وليس من ضرورة
 ہر اگر غلطی بیع اصل میں دو وزن ثمن ہیں اور ثمن باب صرف میں ایک وجہ سے بیع ہوتا ہے اور بیع کی بیع قبضہ سے پہلے جائز نہیں ہے اور بیع بیع سے یہ ضرور
 كونه مبيعاً ان يكون متعیناً فان المسلم فيه ليس بتعین مع كونه مبيعاً في السلم لئلا يترانا الله تعالى عملاً موافقاً
 نہیں ہے کہ متعین بھی ہو جاوے۔ کیونکہ مسلم میں مسلم فی بیع سے بیع کی چیز بیع ہو کر متعین نہیں ہوتی
 الرضا المباح في بيان حقيقة السلم واحكامه وغيرها من نوع

الرضا المباح في بيان حقيقة السلم واحكامه وغيرها من نوع

العقود قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اسلف في شيء فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم الى
 عقود کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی شے میں بیع کرے جو تو چاہے کہ کیل معلوم ہو اور وزن معلوم ہو
 اجل معلوم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس مع ذكر سببه وهو انه عليه الصلاة والسلام
 اور مدت معلوم ہو یہ حدیث صحیح حدیثوں میں ہے ابن عباس کی روایت سے اس کے ساتھ سبب بھی بیان کیا ہے کہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 قدم المدينة وهم يسلفون في الثمن السنة والسنتين والثلاثي يعطون الثمن في الحال ويشترون الثمن
 مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگ شہ دخت میں ہر صنی کیا کرتے تھے ایک سال کا اور دو سال کا اور تین سال کا یعنی ثمن تیار اور پل ایک یا زیادہ کا خرید

المکیال وذلك الذراع فيفضى الى المنازعة والحاصل ان السلم لا يصح عند ابى حنيفة الا بسبع شرائط وهي
 باوہ ذراع جائز ہو چھکڑیاں کا خلاصہ تھیکہ بیچ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بدون سات شرطوں کے جائز نہیں ہے ایک نو
 بیان جنسہ کبر شعیر و بیان نوع کصیفی او خریفی و بیان وصفہ عجید اور دمی بیان قدرہ کعشرین
 بیان جنس جیسے گہون با جو اور بیان نوع جیسے صیفی یا خریفی اور بیان وصف جیسے عمدہ یا گفیل اور بیان مقدار جیسے بیش
 کرا و تکتین رطل و بیان اجلہ و اقلہ شہر فی الاصح و بیان راس مالہ ان کان کیلیا او وزنیاً او عدداً یا و بیان
 پیمانہ باتین رطل اور بیان مدت اور یہ کم سے کم اصح روایت میں ایک ہینہ ہو اور بیان راس مال کا اگر کوئی ہو یا وزنی ہو یا عددی ہو اور بیان
 مکان ایفاء ان کان محلہ مؤنہ یحتاج الی ظہر و اجرة وان لم یکن محلہ مؤنہ کالمسک العنبر یوفیہ حیث
 مکان کا جان وہ غیر ادا کی جاوے اگر اسکے اٹھانے میں ایسا خرچ ہوتا ہو کہ حاجت بار برداری اور زوری کی بڑنی اور اگر اسکے پھیلنے میں کچھ خرچ ہوتا ہو جیسے شکرہ وغیرہ تو جان
 یشاء و اما قبض راس مال قبل الافتراق بالابدان فلیس بشرط لصحته بل هو شرط لبقائه علی الصحة فانه
 چاہے اور کرے اور راس مال کا قبضہ افتراق جسمانی سے پہلے سو یہ صحت عقد کی شرط نہیں ہے بلکہ یہ شرط ہوا سے باقی رہنے عقد کو صحت پر بیشک
 ینعقد صحیحاً بشرط یبطل بالافتراق قبل القبض حداً لا فتراق ان تیواری کل احد منہما عن عین صاحب حتی لو اسلم
 یہ عقد صحیح ہو اگر تاہم بچہ افتراق قبل قبض سے باطل ہو چھکڑیاں اور افتراق کی حد یہ ہے کہ ہر ایک ایک دوسرے کی نظروں سے چھپ جاوے یا شاکر اگر
 رجل عشرین درہم فی کربہ ولم یکن عندہ الدرہم ودخل بیتہ یخرج الدرہم و تواری عن عین صاحبه
 کسی بیس درہم کا کربہ کے آگے بیس درہم کا کربہ یا اس سے زراہم نہیں تھے وہ درہم لانے کے واسطے گھر میں گیا اور مسلم ایہ کی نظر سے غائب ہو گیا
 یبطل السلم وان لم یوار کلا یبطل بل یبقی علی لصحة وكذا لو سارا میلا او اکثر ولم یفترقا الا بعد القبض
 تو سلم باطل ہو جاوے گی اور غائب نہ تو باطل نہ ہوگی بلکہ درست رہے گی اور ایسے ہی اگر دونوں کو سبھرا یا زیادہ چلے گئے اور دونوں قبض کیے جائز ہو
 لا یبطل السلم بل یبقی علی الصحة ومن اسلم الی رجل ینالہ علیہ وافتراق قبل المقدم لا یجوز وان تقد قبل الافتراق
 تو سلم باطل نہ ہوگی بلکہ درست رہے گی اور اگر کسی نے ایک شخص کو کربہ دیا جو اس کے درمیان تھا بیچ سلم کی اور کربہ دینے سے پہلے جدا ہو گئی تو جائز نہیں ہے اور اگر افتراق سے پہلے کربہ دے
 یجوز ولا یجوز التصرف فی راس المال المسلم فیہ قبل القبض اما عدم جواز التصرف فی راس مال فلان فیہ تھویت
 تو جائز ہے اور راس المال اور سلم فیہ میں قبض سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے راس مال میں تو تصرف اس واسطے جائز نہیں ہے کہ اس میں قبض ہوتا ہے
 القبض الواجب بالعدم جواز التصرف فی المسلم فیہ فلانہ مبیع والتصرف فیہ قبل القبض لا یجوز کذا لا یجوز فیہ
 جو عقد صحیح ہوا تھا اور مسلم فیہ تصرف اس واسطے جائز نہیں ہے کہ وہ بیع اور بیع میں تصرف قبض سے پہلے جائز نہیں ہے اور ایسے ہی مسلم فیہ میں
 قبل لقبض الشركة والتولیة ونحوها لانه تصرف فیہ قبل القبض فصورۃ الشركة ان یقول بالسلم لرجل اعطنی
 قبضہ سے پہلے شرکت جائز ہے اور نہ تولیہ وغیرہ کیونکہ یہ سب قبل القبض تصرف ہے پس شرکت کی صورت یہ ہے کہ کربہ سلم کسی سے یہ پیش کرے مجھ کو
 نصف من المال لیكون نصف المسلم فیہ لک وصورة التولیة ان یقول بالسلم لرجل اعطنی جميع راس المال لیكون
 آدھار من المال یہ آدھار مسلم فیہ تھرا ہوگا اور تولیہ کی صورت یہ ہے کہ کربہ سلم کسی کو کہے تمام راس المال مجھ کو دیدے
 جميع المسلم فیہ لک ومن اسلم فی کربہ فلم یحل لاجل اشتراک المسلم الیہ من اجل کربہ امر رب المسلم ان یقبض
 تمام مسلم فیہ تھرا ہوگا اور اگر کسی نے تھرا کی بیانیہ میں سلم کی ہے جب مدت گزرنے کو ہوئی تو مسلم اپنے کسی شخص سے بیچا گیا کیوں کہ اس سے کیوں اپنے حق کے
 قضاء لحقه و قبضہ لا یكون قضاء لحقه حتی لو هلك المقبوض فی یکرب المسلم بیدک من مال المسلم الیہ ولو
 سلم اور اسے سلم تو اس کا حق یعنی مسلم فیہ اسنوگا یا تا تک کہ اگر وہ مقبوض رب المسلم کے قبضہ میں تلف ہو جاوے تو مسلم ایہ کا جاوے گا اور اگر اسکو
 امره ان یقبضہ له ثم لنفسه فاکتالہ له ثم لنفسه یجوز لاجتماع الصفتین بشرط الکیل فلا بد من الکیل مرتین
 یہ کہ اگر وہ تھرا ہو گیا ہے تو قبضہ کر کے کربہ اسے دے گا اس کے لیے کیل ہے کیل کے لیے تھرا ہو جائے کہ سبب ہی ہو جائے دو عقد کے تھرا ہونے کی ضرورت ہے

لنهی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عن بیع الطعام حتی یجری فیہ صدق ان یوزن اسلام فی کرب فلما حل الاجل دفع
 کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلہ کے بیچنے سے منع کیا ہے جب تک اسیمن دو بار پہاڑ جاری نہ ہوے اور اگر کسی کیون کے پہاڑ میں سے کبھی مدت گزر گئی
 الی المسلم الیہ غرائر وامرہ ان یکمل المسلم فیہ فیہا وکال وهو غائب لم یکن فی الغرائر من جنس المسلم فیہ شیء الا یکن
 تو اسنے مسلم الیہ کو گون یا بھنگا دے کہ کما کہ مسلم فیہ یعنی بیع اسیمن نامہ دنیا مسلم الیہ اس کے بیچے کیل کر کبھڑ دینے اور حال یہ ہو کہ ان گون میں مسلم فیہ کی جنس کا کچھ نہیں تھا
 قضاء حتی لو هلك يهلك من مال المسلم اليه لان امره لم يصادف ملكه لكون حقه في الدين لا في العين ويصير المسلم
 تریہ اور انوکھا بیاتک کہ اگر غائب ہو جاوے تو مسلم الیہ کا مال غنم ہوگا ایسی کہ اسکا اور اسکی لک سے متصل نہیں ہو کیونکہ اسکا حق تو ابھی دین میں ہو عین میں نہیں ہو اور مشرکوں پر ظلم ہے
 الیہ کانه استعار العزائر وجعل ملكه فیہا ولو اجتمع الذین والعین بان اسلام رجل فی کرب فلما حل الاجل
 الیہ سے بھنگا عاریت ہلک کرانا مال اسیمن بھروا اور گون اور عین جن ہو جاوے اس طور کہ کسی شخص نے پہاڑ کیون میں بیع مسلم کی جب مدت تمام ہوئی
 اشتري من المسلم اليه كراخر معينا ودفع اليه غرائر ليجعل فیہا الكرا لیدین الكرا لیدین فانه اجعل العین
 تو رہا مسلم از اسلام الیہ کے پہاڑ گریٹا کیونکہ اسکو بھنگا دیا کہ اسکی عین کیون کے خرید اور کیون مسلم فیہ بھرو دیوے اب مسلم الیہ نے اگر کیون خرید جاوے
 فیہا او لا یصیر المشتري قابضاً لهما جميعاً اما العین فلصحة امره لم يصادفته ملكه لانه ملكه بالشرع فيكون
 اسیمن پہلے بھردے تو مشتری اپنے رب اسلام دونوں کا قابض ایک دم سے ہو گیا عین کا تو ایسی کہ اسکی حکم درست ہو کہ اسکی ملک میں واقع ہو اور کیونکہ خرید کر لکھ ہو چکا ہو
 فعل لما صو كفعال الامر واما الذین فلا اتصاله بملكه برضاه وبالاتصال بالملك بالرصني يثبت القبض ان جعل
 اب عمل ہو کہ بجائے عمل امر کے اور رہا دین یعنی مسلم فیہ ایسے قابض ہو کہ رضائے اسکی ملک میں لگیا اور رضائے اسکی ساتھ ملک میں پہاڑ سے قبضہ ثابت ہو جاوے اور اگر
 الذین فیہا او لا یصیر المشتري قابضاً لهما جميعاً منها اما الذین فلصحة امره فيه لعدم صادفته ملكه لانه
 مسلم الیہ کو پہلے بھردے تو مشتری اپنے رب اسلام دونوں کا قابض نہیں ہو چکا دین یعنی مسلم فیہ کا ایسی کہ اسیمن اسکا کما مدت نہیں ہو کیونکہ اسکی ملک پہاڑ میں پہاڑ سے لکھ کر لکھ کر لکھ کر
 فی الذین لا فی العین ہذا عین فیكون الما صو يجعله فی لغزائره تصرفاً فی ملك نفسه فلا یكون فعله كفعال الامر
 دین میں اگر عین میں نہیں ہو اور عین ہی اب مامور یعنی مسلم الیہ نہ ہو کیونکہ گون میں بھریے ہیں تو اپنی ملک میں تصرف کیا ہو سو اسکا کیا مانند اور کیون نہیں ہے
 واما العین فلانه خلطه بملكه قبل التسليم وهو استهلاك عند ابو حنیفہ فنیفسه البیع وهو سائغ اخر البیع
 اور رہا عین سوا ایسے کہ بیع نے تسلیم سے پہلے اپنی ملک میں ملا لیے ہیں اور یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہلاک کر دینا اور سو بیع نسخ ہو جاوے گی اور بیان ایک اور قسم کہ بیع
 لیسمی استصناعاً وهو ان یقول لصالع اصنع لی من مالک شیئاً صورته کذا وقد رآه کذا بکذا درہما بلا ذکر
 اسکو استصناع کہتے ہیں وہ یہ ہو کہ ایک شخص کو ریکر سے کہ میرے لیے اپنے مال میں سے فلائی چیز اس صورت کی اور اتنی بڑا اتنی قیمت کو بناوے مدت کا کچھ ذکر نہیں کیا
 اجل معلوم فان كان ذلك الشئ مما جرى فیہ التعامل كالخف والطشت القممة ونحوها یصح استحساناً
 بھرا کردہ ایسی چیز جو انے جسمیں لوگون کا عمل در آمد دلچ بڑ رہا ہو جیسے موزہ اور لکن اور قممہ وغیرہ تو استحساناً مدت ہر
 للاجماع الثابت بالتعامل من من النبي عليه السلام الى يومنا هذا ويكون بیعاً لاعدت حتى یجبر الصانع علی
 کیونکہ روایت کے سبب نبی علیہ السلام کے عہد سے آج تک اجماع چلا آتا ہے اور بیع ہی ہوتی ہے کچھ وعدہ نہیں ہو بیاتک کہ کارگر پہاڑ کو لیے زور کیا جاوے گا
 تحصيله لا یرجح الامر عنده ولو كان عدداً لكان للامر الرجوع ولم یکن علی الصانع الجبر والمبیع هو العین لا علی حقه لوجوب بیع
 اور سالی دینے والا بھرنے سکتا اگر وعدہ ہی ہوتا تو سالی والا بھرا جاسکتا اور کارگر پہاڑ زور نہ چلنا اور بیع وہ ہے یعنی موزہ وغیرہ ہوتی ہے عمل نہیں ہوتا بیان ملک کے اگر وہ
 صنعه قبل لعقد او صنعه غیر بیع ولو كان لمبیع عمله لما صح ولا یتعین المبیع للامر بلا اختیازہ حتی یصح للمصن
 عقد سے پہلے کا بنا ہو یا اور کارگر کے ہاتھ کا دیوے تو جائز ہے اور اگر بیع عمل ہی ہوتا تو کیونکہ جابر ہوتا اور بیع پسند کیے بغیر امر کی نہیں ہو جاتی بیاتک کہ کارگر کو اختیار ہو
 بیعہ قبل سوییۃ الامر ولو تعین له لما صح بیعہ وللامر الخیار عند الرویۃ لانه اشتري المریرۃ فیكون له خیار
 کہ امر کے قبضہ سے پہلے جابے تو بیعہ اور اگر اسکی ہو سکتی تو بیع ہرگز جائز ہوتی اور سالی والا کہ قبضہ پر اختیار پہاڑ لکھ کر دینے کے خرید ہو سو اسکو خیار

ما كان من صنع العباد لا يمكنهم مزاكات المماتة فيه لتفاوتهم في الخدقة فعلم هذا كان ينبغي ان لا يجوز
 كبر خبز آدميون كل بناني هولي هولي براسين مانت مكن مين هر كيون كذا رگري مين سب مختلف هوسے تين اس تقرير کے موافق چاہیے کہ کھڈکا
 استقرضه لكن قيل يجوز استقرضه لكونه مثلياً على قولها والعصية ^{مثلياً} وكذا اذا صار ديسا بغير ناسا
 قرض لینا جائز ہوسے لیکن کہتے ہیں کہ قرض لینا جائز ہے کیونکہ صاحبین کے قول پر مشتمل ہے اور شرہ انکوہ کا ثنی ہر اور ایسی ہی اگر شرہ بکائے بغير دو شاب ہو جاو
 والدقيق والمخبر قمي فعلم هذا كان ينبغي ان لا يجوز استقرضه لكن ذكر في فتاوى قاضين ان استقرض
 اور آقا اور ردی قمتی ہے اسکے موافق یوں چاہیے تھا کہ ایسا او حار لینا جائز ہوتا
 الدقيق يجوز ونزاه كذا يجوز استقرض الخبز ونزاه عند محمد بن عبد الله بن يوسف يجوز ونزاه كذا وعليه
 آئے کا وزن باکیل کر جائز ہے اور ایسی ہی او حار لینا روٹی کا وزن سربا کتلا ام مہیکہ نزدیک بازا اور ام ابو یوسف کہ نزدیک وزن کر کر جائز ہے مگر جائز نہیں ہر اس میں
 الفتوى ولو استقرض جماعة من رجل درهم وامره ان يدفعها الى واحد منهم ودفعها اليه ليس له ان يطلعه منه
 فتوہ ہر اور اگر ایک جماعت نے ملکا ایک شخص سے راہم قرض لیا اور سب نے ملکا کہہ میں سے کھلا کر شخص کو رو دینا اور اسے اسکے حوالے کیے اب اسکو اختیار نہیں
 الا حصته فقط والتوكيل بقبض القرض صحيح كما اذا قال رجل اخرا قرضني كذا درهماً ثم وكل جلاب قبضه لصيح
 کہ اس نڈانے سے سوا اسکے حصہ کو طلب کرے اور وکالت واسطے قبضہ قرض کے درست ہے جیسے کوئی شخص کسی کے تجلوانے ہم قرض دے دے پھر کسی کو اسکے قبضہ کیے وکیل کر دے تو صحیح ہے
 ولا يصح التوكيل بالاستقرض حتى لا يثبت الملك للموكل فيما استقرض له لانه تفويض التصرف في ملك الغير
 اور قرض نکلوانے میں وکیل کرنا صحیح نہیں ہر ایک کو وہ جو قرض اسکے لیے نکلوانا اس میں موکل کی ملک ثابت ہوگی اس واسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف کا حوالہ کرنا ہے
 فلا يجوز خلاف الرسالة فانما صحى اذ ليس فيما تفويض التصرف في ملك الغير لكون الرسول سفيل محض لانه يقول الرسول
 سو جائز نہیں ہر صورت میں رسالت صحیح ہے کیونکہ اس میں حوالہ کرنا تصرف کا غیر کی ملک میں نہیں ہر اس لیے کہ رسول صرف واسطہ ہوتا ہے کیونکہ جا کر یہی کہہ گا کہ مجھ کو فلا نزل
 اليك فلان وليتقرض منك كذا فيثبت الملك للموكل بالتوكيل بالقرض صحيح لانه تفويض التصرف
 تیرے پاس بھیجا کرتے درہم تجھ سے قرض مانگتا ہے اب ملک صحیح ہے والے کی ثابت ہووگی اور وکالت قرض دینے میں درست ہے اس واسطے کہ اپنے ملک میں تصرف
 ملك نفسه ومن كان له على اخر حنطة و باعها منه بدرهم الى اجل لا يجوز لانه بيع الدين بالدين وقد نهي عنه
 اسکے حوالہ کرتا ہے اور اگر کسی کے گھون دو شر کے ذمہ آتی ہوں اور وہ اسکے ہاتھ ایک مدت پر بیچے اور تو جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بیع دین کی دین سے ہے اور اس سے پیشک
 النبي عليه السلام وطريق الجواز ان يشتري بامنه ثوبا ويقبضه ثم يبيعه منه بدرهم الى اجل فهذا
 نبی علیہ السلام نے منع کیا ہے اور حیلہ جواز کا یوں ہے کہ اس سے بچوں گھون کے کپڑا خرید کر قبضہ کر لے پھر وہ کپڑا اسکے ہاتھ بچوں درہم کے مدت پر بیچے اور اس سے
 مما يجب حفظه في هذا الزمان لان بعض الناس يستقرض حنطة او شعيراً وغير ذلك مما يجوز استقرضه ويتلافها
 زمانے میں اسکی حفاظت واجب ہے اس لیے کہ بعض آدمی گھون یا جو وغیرہ جو بطور استقرض کے لینا درست ہے قرض لیکر کھالی جا لے تین
 ثم يطالبه المالك بها ويعجز عن ادائها ويشترى بامنه بدرهم الى اجل وهو فاسد لا يجوز ثم ينبغي ان يعلم
 پھر مالک مانگتا ہے تو ادا نہیں کر سکتے اور اسکو مدت پر بدلے درہم کر خرید لیتا ہے یہ بیع فاسد ہے جائز نہیں ہے اور یاد رکھنے کی بات ہے
 ان كل دين حال اذا حله صاحبه يصير ذلك الدين مؤجلاً ويكون تأجيله لازماً الا القرض فان تأجيله
 جو دین بلا مدت ہووے اگر مالک اس میں مدت ٹھیرا دے تو وہ دین مؤجل ہے اور مدت لازم ہو جاتی ہے بجز قرض کے کہ اس میں مدت
 لا يكون لازماً بل يجوز للمقرض طلبه متى شاء لانه في ابتداء اعارة وبهذا الاعتبار لا يلزم فيه التأجيل لكونه
 لازم نہیں ہو جاتی بلکہ قرض خواہ کو جائز ہے جب چاہے مانگ لے کیونکہ قرض ابتداء میں عاریت ہو تا ہے اس اعتبار سے اس میں مدت نہیں ہوتی اس لیے
 من التبوع لا جبر فيها كما في الاعارة وفي الانتهاء معاوضة وبهذا الاعتبار لا يصح فيه التأجيل لكونه
 کہ دین احسان ہے احسان میں کسی کا کچھ زور نہیں ہے جیسے عاریت میں اور آخر کو اذالہ ہونا ہوتا ہے اور اس اعتبار سے اس میں مدت درست نہیں ہر اس واسطے

وقت یحل السؤل فقال بعضهم من وجد غداء یومه وعشاء لیلته لا یجالیه السؤل وقال بعضهم من قد
 وقت حلال و زمانہ ہر وقت کتے ہیں جبکہ پاس ایک ہی رات کا کھانا موجود ہو اسکو سؤل الحلال نہیں ہے اور بعضے کہتے ہیں جو شخص
 علی الکسب لیس له ان یسأل الا اذا استغنی اوقاته لطلب العلم وقال بعضهم لیس لنا وضع المقادیر بل یستدک
 کما سئل ہوا سؤل کرنا نہ چاہیے کہ سؤل کہ اسکا سؤل وقت علم کی تحصیل میں مشغول ہو اور بعضے کہتے ہیں ہر وقت اختیار نہیں کہ نماز و غیرہ میں بلکہ اسکا علم
 ذلك بالتوفیق قد ورد فی الحدیث انه علیہ السلام قال استغوا بغناء الله تعالی قالوا و ما هو یا رسول الله
 فضل پر توفیق ہر آویش حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا غنی رہو ہر احد کی غنا سے صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہے یا رسول اللہ
 قال غداء یوم وعشاء لیلہ و فی حدیث اخر انه علیہ الصلوٰۃ والسلام قال من سئل له خمسون درهما
 فرمایا کھانا صبح کا اور کھانا رات کا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ماٹکے اور اُسکے پاس پچاس درہم
 اوعد لها من الذهب فقد سئل لحافا و فی لفظ اخر اربعون درهما فہما اختلفت الروایات فی التقدیرات یلزم
 لانا اور مال سونے کا ہر تو اسکا سؤل حاجت کلہ یا ایک روایت میں ہا نہیں درہم آتے ہیں اور جب فقیر ہوں تو میں مختلف ہوں تو لازم ہے
 ان تحمل علی احوال مختلفہ فما یحتاج الیہ السائل فی الحال من طعام یومہ و لیلته و لباس یشیہ و ما یشیہ
 کہ مختلف احوال پر لباس کی چیزیں پھر میں چیز کا سؤل فی الحال محتاج ہو وہ مثلاً دن اور رات کے کھانا کا اور لپڑے کے پینے کا اور رہنے کے گھر کا
 فلا شک فیہ و اما سؤلہ للمستقبل فله فیہ ثلاث درجات احدہما یحتاج الیہ غدا و الثانیۃ ما یحتاج الیہ
 تو ایک چیز میں کچھ شک نہیں ہے اور سؤل کرنا آئندہ کے لیے اس میں سائل میں درہم چھوٹا ہے اور ایک درہم ہے کہ اگر وہ اسکا حاجت مند ہو جاوے اور دوسرا ہے کہ
 بعد اربعین یوما و خمین یوما و الثالثۃ ما یحتاج الیہ فی السنۃ فقطع ان من معہ ما یکفیہ و لعلہ سنۃ
 بعد چالیس یا پچاس دن کے اسکا محتاج ہو تو تیسرا ہے کہ سال بھر میں محتاج ہو سو ہر وقت میں ہے کہ جبکہ پاس اتنا کچھ ہو کہ اسکو اور اُسکے عیال کو سال بھر غنات ہے
 سؤلہ حرام لان ذلك غایۃ الغناء فان كان یحتاج الیہ فی السنۃ لکن یقتد علی السؤل فی ذلك الوقت و لا
 تو اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ بڑی ہی غنا ہے پھر اگر سال تمام ہونے سے پہلے حاجت مند ہو رہے لیکن اسوقت حاجت پوری سؤل کر سکتا ہے اور
 یفوت فرصۃ السؤل لا یجالیہ السؤل لانه مستغنی عن السؤل فی الحال ربما لا یعدی فی الغد فیکون قد
 فرصت سؤل کی ہاتھ سے نہیں جاتی تو اسکو اب سؤل کرنا حلال نہیں کیونکہ بالفعل سؤل کی حاجت نہیں ہے اور بعضے وقت اگلے روز تک جیتا نہیں رہتا
 سئل لا یحتاج الیہ اذ وجد عندہ ما یکفیہ من غداء یومہ و لیلته وان كان یفوتہ فرصۃ السؤل و لا
 تو اس صورت میں نا حق سؤل کیا اسلیے کہ اُسکے پاس اتنا کھانا صبح اور شام کے کھانے کو کفایت کرے اور اگر ایسا حال ہے کہ فرصت ہاتھ سے جاتی ہے کہ
 یجد من یعطیہ لو اخرجت السؤل یمالیہ السؤل لان البقاء الی السنۃ غیر بعید و هو بتاخیر السؤل الخوان
 اگر سؤل پھر پھر کہیں نو دینے والا نہ ملے گا تو اب سؤل کرنا مباح ہے کیونکہ برس بھر جینا کچھ بعید نہیں ہے اور سؤل پھر پھر کہنے میں خون ہے ہر
 یبقی مضطر عاجزا علی غنیۃ تراخی المدة التي یحتاج فیہا الی السؤل لا یقبل لضبط و هو منوط باجترادہ و
 کہ باوا عاجز یا چارہ جاوے اور مقرر کرنا اس مدت کا جس میں حاجت سؤل کی پڑ جاوے قابل ضبط کے نہیں ہے وہ صرف اسکے قیاس سے ہو جو ہر
 لنفسہ فاستفتی قلبہ یعمل بہ ولا یصغی الی تخویف الشیطن لانه بعد الفقر یأمر بالفحشاء و السؤل بالفحشاء التی یحیی البصر و
 اور جان کی غیر خواہی پر توفیق ہر سو شخص بدل سے فتویٰ لہو اور اسپر عمل کہ شیطاں کو ڈرانی بڑھان دھر زورہ تو فقر کا وعدہ اور فحشاء کا لہو کہ سؤل بھی فحش ہے جو ضرورت کو مباح ہوا ہے
 فان من عجز عن کسب و اشتد جوعہ و خاف علی نفسه یلزمہ السؤل لان السؤل نوع اکتساب لما روی انه علیہ الصلوٰۃ
 بیشک جو شخص کماں سے ناچار ہو اور مہو کا مرنگے اور جان کا خون ہو تو اسکو سؤل کرنا چاہیے کیونکہ سؤل بھی ایک طرح کی کماں ہے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
 و السلام قال لسؤل احرأ کسب فان ترک السؤل فی تلك الحاله حتی مات یاتہ لانه الف نفسه
 و السلام نے فرمایا ہے کہ سؤل، جاری کی کماں ہے پھر اگر ایسی حالت میں سؤل نہ کیا آخر مرگتا تو گندھا رہو گا کیونکہ اپنی جان کو



وعسرى تيزه ورده الى صحابه اذ لا يعرف اصحابه باعيانهم فيقبح ما لا مال له فوجده المصالح
 اور اب اسكى تيز دستا ہو کر ايسے مال پر رد کیا جاوے خاص خاص کی معلوم ہو کئے کئے دیا تو اب ہر مال بلا مالک ہو گیا اب اسکو مصالح مسلمین میں نہ کرنا
 المسلمین ابل لصدقة وعلفها من مصالح المسلمين فصرفه اليها فعلم من فعل عمران السائل اذا تجاوز حد
 واجب سے اور صدقہ کے اونٹ اور انکا کھانا مصالح مسلمین سے ہو سوائے آسے والدہ باحضرت عمر رضی اللہ عنہما اس فعل سے معلوم ہوا کہ سائل اگر صدقہ سے تجاوز کرے
 الشرع يجوز زجره وتأديبه واما قوله تعالى آقا السائل فلا تهمه فهذا في حق السائل للحاجة فان كان
 ترا اسکو زجر اور تادیب جائز اور رہی یہ آیت اور جو مانگتا ہو اسکو نہ بھڑکے
 يسئل لفاقة وحاجة وكان سؤاله على وجه الشرع تكون زجره معصية لكونه يريد الاخرة على ما قال ابراهيم
 تاقہ اور حاجت کا مارا مانگتا ہو اور اسکا سوال موافق شرع کے ہو تو ایسے کار زجر گناہ ہر کیونکہ وہ آخرت کا طالب ہو
 ان لسائل يريد الاخرة الى ابل حدكم فيقول التبعون شيئا الى اهليكم وقال ابراهيم بن ادهم نعم القوم السؤال يحل
 کہ بیشک سائل آخرت کا طالب ہوتا ہو جو تمھارے دروازے پر آکر کہتا ہے کیا رہتے ہو کچھ اپنے ال کو اور ابراہیم بن ادم کہتے ہیں کیا خوب لوگ ہر مانگنے والو
 زادنا الى الاخرة فاذا كان كذلك لا ينبغي ان يرد محروما بل ينبغي ان يعطى له شئ مما ولو كان قليلا خيفة ان يكون
 ہمارا تو آخرت میں اٹھا لیجئے میں جب حال یہ ہو تو لائق نہیں ہو کہ سائل محروم ہو جاوے بلکہ اسکو کچھ نہ کچھ دیا جائے اگرچہ تھوڑا سا ہو تو اس میں خوف شاید
 صادق في ظهار الحاجة فيترك من يرد محروما اذا قدر على اعطائه شيئا واما اذا لم يقدر على اعطائه شيئا
 کہ اپنی حاجت صحیح بیان کرتا ہو پھر اسکی خزاں ہے جو محروم پھیر دیوے اگر کچھ دے سکتا ہو اور اگر کچھ دینے کا مقدور ہی نہیں ہے
 فينزع له الزجر كما يرد جميل من القول ولا يزجره ولا يغضله القول الا اذا لم عليه فحينئذ يجوز زجره وتغليظ القول
 تو لائق نہیں ہے کہ اچھی نرم بات کہہ کر پھیر دے نہ بھڑکے اور نہ سخت بات کہے ان اگر وہ الحاح کیے جائے تو بھڑکنا اور سخت کہنا جائز ہو
 عليه كما قال بعض العلماء اذا سئل فقير من انسان شيئا فدره برد جميل من القول ثم الم عليه الفقير يحوان
 چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں جب فقیر کسی شخص سے کچھ مانگے پھر وہ اسکو اچھی بات سے ٹلاوے پھر فقیر وہیں گرا کر گرائے جاوے تو
 يزجره ويغليظ عليه القول بان يقول له ما هذا الاحاح ففنا لله تعالى ولا تؤذ الناس بالاحاح فان الاحاح
 بھڑک دینا اور سخت کہنا جائز ہے کہ اس طرح کہے یہ کیا الحاح ہے خدا سے ڈر اپنے الحاح سے لوگوں کو کیوں ستاتا ہو بیشک الحاح
 ممنوع وكذا السائل الذي يسئل في المسجد ويؤذي الناس بتخطي قائم لا ينبغي ان يتصدق عليه لانه اعانة
 ممنوع ہے اور ایسے ہی جو سائل مسجد میں مانگتا ہو اور نمازیوں کو سٹا کر ردیوں پر اچکنا ہو تو ایسے کو دینا اچھا نہیں اسلیے کہ یہ مسجد میں گناہ کی امداد ہے
 له على الاخرة في المسجد كما قال قاضيان في فتاواه لا ينبغي ان يتصدق على السائل في المسجد الجامع لان ذلك
 چنانچہ قاضیان نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ مسجد جامع کے سائل کو خیرات دینا جائز ہے کیونکہ
 اعانة له على اذى الناس عن ابى نصر العياضى انه قال من اخرج السؤل من الجامع ارجوان يغض الله له
 غلاظت کے سائل کی امداد ہے اور ابی نصر عیاضی سے روایت ہے کہ کتاب ہے جو شخص سائل کو مسجد جامع سے یا ہر کردے مجھ کو اسید ہے کہ خدا اسکو سختی سے
 باخراجهم من المسجد وعن خلف بن ايوب انه قال لو كنت قاضيا لمر اقبل شهادة من يتصدق على السائل
 کہ انکو مسجد میں نہ نکال دیا اور خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ کتاب تھا اگر میں قاضی ہوتا تو مسجد کے سائل کو خیرات دینے والے کی گواہی قبول کرتا
 في المسجد وعن ابى بكر بن اسمعيل انه قال هذا فلس في حد يحتاج الى سبعين فلسا ليكون تلك السبعون كفارة لذلك
 اور ابی بکر بن اسماعیل سے روایت ہے کہ کتاب تھا یہ ایک پیسہ ہے اس ایک پیسے کے واسطے شریعہ اور جاہلین تاکہ وہ شتر اس کی پیسے کے کفارہ بنا
 الفلس الواحد وعن ابى مطيع البلخي انه قال لا يحل للرجل ان يعطى سؤال المساجد لمافية من الوعيد فان كان
 اور ابی مطیع نے اس سے روایت ہے کہ کتاب تھا کہ مسجدوں کے سائلوں کو دنیا کی کوٹھالی نہیں ہر کیونکہ اس میں وعید آئی ہے پس اگر

السائل لا يتخطى رقاب الناس ولا يمد يده المصلى ويسئل كافر لا بد منه ولا يسئل الحافا فلا بأس بالسؤل المتصدق
سائل جو کوئی گردنوں پر نہ جاتا ہو اور نہ نمازیوں کے سامنے کو پھرتا ہو اور ضروری میں سوال کرتا ہو اور اخراج نہ کرتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں مانگنے کا اور دینے کا

عليه لما روى ان السؤل كانوا يسألون على عهد رسول الله عليه الصلاة والسلام في المسجد حتى روى عن علي
کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد میں مانگا کرتے تھے بیان تک کہ روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے

تصدق فحائمته وهو في الركوع فاحده الله تعالى بقوله وَيُؤْتُونَ الزُّكُوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ذَكَرْنَا نَصَابَ الْأَحْتِنَاءِ
عین رکوع کے اندر اپنی انگوٹھی دیدی اور اللہ تعالیٰ اس آیت میں لکھی ہے کہ نماز اور دینے ہیں زکوٰۃ اور وہ تو ہے ہیں اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے

ان القاضی سئل عن التصدق على السؤل المسجد الجامع في وقت الخطبة وقبلها هل يجوز ان لا يقال ما في الخطبة
کہ قاضی سے کہیں حال صدقہ کا پوچھا مسجد جامع کے مانگنے والوں پر عین خطبہ کے وقت اور خطبہ سے پہلے آیا جائز ہے یا نہیں قاضی نے جواب دیا ہے

فلا يجوز التصدق بحال من الاحوال ان خيف الهلاك على السائل لان في وقت الخطبة لا يجوز الصلاة
صدق کسی حالت میں جائز نہیں ہے اگرچہ سائل مرنے لگے اسلئے کہ خطبہ کے وقت نماز بھی جائز نہیں ہے

التي هي راسل لعبادات واسما لها ولا التسيب والتهيل وقراءة القرآن فضلا عن التصدق واقابل الخطبة
جو نماز عبادت میں عمدہ اور عبادت کی تیسرے اور نہ لاء اللہ اور نہ تلاوت قرآن مجید صدقہ کی تو کیا اصل ہے اور در با خطبہ سے پہلے اسکی

على وجهين ان كان السائل يرضى مكانه ولا يدبر من صدق المصدق ولا يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه يجوز
دو حال میں اگر سائل اپنی جگہ مٹیا ہو اور مسنون کو چیرتا نہیں پھرتا اور نمازیوں کی گردنوں پر نہ جاتا ہو تو ایسے کو دیدینا جائز ہے

ويتاب عليه واما اذا كان يتخطى رقاب الناس فالتصدق عليه حرام ومن تصدق عليه لشارك في ذنبه
اور ثواب ہے اور ربا وہ سائل جو نمازیوں کی گردنوں پر جاوے سو ایسے کو دینا حرام ہے اور جو شخص ایسے کو دیکھا تو اس سائل کے گناہ میں

الذي يعتريه من المروءين يد المصلح وتشتوت في القراءة وتخطى رقاب الناس حتى نه عليه الصلاة والسلام
جو اس پر صلیوں کے سامنے پھرنے سے اور قرأت میں خیال ثبات سے اور نمازیوں کی گردنوں پر چلنے سے گناہ ہوتا ہے انہیں شریک ہو گا اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال اذا كان يوم القيمة ينادى مناد الا ليقم عداء الله فلا يقوم الاستؤال لمساحد لان المساجد انما بنيت
فرمایا جب قیامت کا روز ہو گا تو ندا دی آواز دیکھا شو خدا کے دشمن کھڑے ہو جاؤ سو بجز مسجد کے سنگتوں کے کوئی نہ کھڑا ہو گا کیونکہ مسجد میں صرف

للصلاة والذكر لا للكسب والشكايه من الله تعالى فان الانسان اذا جاع دار ملك وهو جالس مع اصدقائه
نماز اور یاد اللہ کے واسطے ہی ہیں کمانی اور اللہ تعالیٰ کے شکوہ شکایت کو وہ اسلام نہیں لے سکتا کیونکہ انسان جب باخفا کر دربار میں جاوے اس وقت کہ وہ اپنے دوستوں میں بیٹھا ہو

فشك منه بين يد اصدقائه فانه يغضب عليه لا محالة فذلك ههنا فعلى هذا كان القياس ان لا يجوز
پھر اسکی شکایت اسکے دوستوں کے سامنے کرنے لگے تو وہ بادشاہ بٹیک اسپر غصہ کر گیا ایسے بیان اسکے موافق قیاس میں یوں آتا ہے کہ مسجد کے

التصدق على سؤل مساجد صلا لما ذكر من المنقول والمعقول لكن استحسن السائل الذي يسئل الحاجة
سنگتوں کو صدقہ دینا ہرگز جائز نہ ہے ان دلائل عقلی اور نقلی سے جو مذکور ہو چکے ہیں لیکن ایسے سائل کے لیے جو حاجت مند ہووے

ولا يتخطى رقاب الناس ولا يسئل الحافا بالذم هو من العامة في التصدق وفي حق السائل والحاصل ان السؤل
اور نمازیوں کی گردنوں پر نہ جاتا ہو اور لپٹ کر سوال نہ کرتا ہو استحسانا جائز ہے کیونکہ خصوص صدقہ نیز اور سائل کے حق میں عام ہیں خلاصہ یہ کہ سوال میں

قد رد فيه ما يدل على جوازها وما يدل على عدم جوازها فيكون قسمين احدهما جائز فيجوز الاعطاء لاجله
دونوں طرح کی روایات ہیں بعضی سے جواز معلوم ہوتا ہے اور بعضی سے عدم جواز سوال دو قسم کا ہوا ایک تو جائز سو اس میں دینا بھی جائز ہے

والآخر غير جائز فلا يجوز الاعطاء لاجله واذ لم يعلم حال السائل هل يسئل عن حاجة
اور دوسرا ممنوع اس میں دینا بھی جائز نہیں اور اگر سائل کا حال معلوم نہ ہو کہ آیا حاجت مند ہے

او عن غيرة حاجة ولم يظهر منه ما يخالف الشرع ينبغي للمؤمن الا يردده محروما اذا قدر على اعطائه
ياغنى
اور كولى قدرت اس سے ظان غرض ظاہر نہ ہوے تو مؤمن کو لازم ہے کہ ایسے کو محروم نہ بنائے۔ اور اگر کوئی غرض

شئيا لاحتمال ان يكون محتاجا فلا يفله من يردده محروما اذا قدر على اعطائه شيئا
مخدور رکھنا ہر
شایدہ محتاج ہو
بہر محروم رکھنا اچھا نہیں ہر
اگر کچھ دینے کا مقدور رکھتا ہو

وقد حكي عن بعض الفقهاء انه ضعف من الجوع فقيل له لم لا تستل والسؤال جلال
اور کسی فقیر کی حکایت ہے کہ وہ مارے بھوک کے ناتوان ہو گیا کھینے کا تو مانگ کیوں نہیں لیتا تجھ تو اس حالت میں

عليك الآن فقال اخاف ان اسئل الناس فيردوني محروما مع قد تم على الاعطاء في ملكهم الله
سوال کرنا اطلاق ہو اسے کہ جھکو بہ ڈر ہے کہ میں لوگوں سے مانگوں پھر وہ مجھ کو باوجود فقور کے محروم رکھیں اور اسپر انکو اسد تعالیٰ ہلاک کرے اور

تعالى لم ينبغي ان يعاون العلماء اذا سئلوا في مجلس علمهم شيئا عن الناس ليجل لهم ذلك لكون ذلوا كتسايا باعلم
تہ کھنڈیاں ہر اگر علماء و مہتممین کی مجلس میں لوگوں سے کوئی شے طلب کیوں نہ ہو۔ انکو جلال نہیں ہو کیونکہ علم اور طاعت سے کٹائی ہے

والطاعة سؤء سئلوا لانفسهم او لغيرهم من السؤال بلذوا اهداء قليل لاخذ كثير كما يفعل في دعوة العسر
برابر ہے کہ اپنے شے طلب کریں۔ یا غیر کے واسطے اور ایک بے ڈھنگا سوال ہے جو کہ فقور کا تحفہ دیکر بہت سا لینا چاہتا ہے جس

والختان واتخاذ العنز لاجل النسل اذ قيل فيه نزل قوله تعالى لا تمنن تستكثر ثم ينبغي ان يعلم ايضا انه
اور ختنوں کی دعوت میں ہونا ہر اور لینا غنم کا واسطے رسول نسل کے کیونکہ کئی بچے ایسا ہی بے نابل ہو جاتے اور نہ کر احسان وہ زیادہ بچے لیتا رکھتا ہے جو کہ نبی

عليه السلام قال لا يكره ان لا تسئل احد شيئا وان سقط سوطك وكان ابو بكر قد ثاب ان يتركه عند سقوط
علیہ السلام نے ابو بکر اور ابو ذر اور ثویبان سے فرمایا اسی سے بچو نہ مانگنا اگرچہ تیرا کوڑا اگر بڑھے اور ابو بکر اور ثویبان کا یہ حال تھا کہ اگر آٹھا کوڑا لوگوں کے

سوطهم في اجمع ما يكون من الناس لا يقول ان المشاة عندهما نادوا بنيه فلب هذا على ان حرمة السؤال لا تقصر
جمع میں ہاتھ سو کر پڑتا تو اکثر کسی پاس کے پیادہ پاس نہکتے ذرا کوڑا پکڑا دینا اس سے معلوم ہوا کہ سوال کی حرمت مشایخ پر منحصر نہیں ہر

على سوال المال بل نعم الاستخدام وسؤال النفقة عن لاحق له فيه خصوصا ان كان صبيا او مملوكا للغير
بلکہ خدمت لینے کو بھی شامل ہے اور سوال نفقہ کو بھی البتہ شخص سے کہ اس میں حق و ذمہ میں خاص کر اگر بچہ نامبالغ ہو یا غیر کا غلام ہو

اما صبي نفسه فيجوز استخدامه لتدريبه وتاديبه وكذلك يجوز استخدام مملوكه في احوال زوجته في مصالح
بچوں اور بچائیج ہو تو اس سے خدمت لینے واسطے تدریب و تادیب کے درست ہے اور ایسے ہی غیر غلام سے اور مزدور سے خدمت لینے جائز ہے اور انجیالی بی بی سے

داخل بيتها وتلميذه باذنه ان كان بالغوا باذن وليه ان كان صبيا تيمنا لله تعالى عملا موافقا لرضائه
گھر کر اندر کے کار و بار میں اور اپنے شاگرد سے بشرط اجازت اگر بالغ ہو اور بہ اجازت ولی کے اگر نابالغ ہو اتنی میر عمل موافق اپنی رضا کے آسان کر

المجلس السادس والسبعون في بيان حقوق المملوك على المولى وغيره من چھتر وین مجلس غلاموں کے حقوق میں سول پر اور سوا اس کے

الاحكام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل الا ما يطيق
اور احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واسطے غلام کے ہر اسکا کھانا اور پہنا اور طاقت سے زیادہ کام کی تکلیف نہ دیا جائے

هذا الحديث من صحيح المصنف رواه ابو هريرة ومعه ان المملوك عبدان او امية يجوب على مولاه من نفقة قدر
یہ حدیث صحیح کی صحیح حدیثوں میں ہے ابو ہریرہ کی روایت سے اس کے معنی یہ ہیں کہ مملوک کے لیے غلام ہو یا لونڈی ہی خرچ بقدر

ما يقنيه كسوته ما يحتاج اليه ليس ان يكلف من العمل الا ما يطيقه لان الله تعالى لم يكلف عباده الا ما يطيقون كما قال في كتابه
انہ کی ضرورت ہے کہ اس کی ضرورت سے اس کی تکلیف نہ ہو اور طاقت سے زیادہ کام کی تکلیف نہیں لیتا چاہے وہ درہم کتاب

الكريم لا يكلف الله نفسا الا وسعها وقد روى عن علي بن ابي طالب انه عليه السلام قال في خطبة بالتي اذم
 بزرگ بین فرمایا جو اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجائش ہو اور بیشک علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اور کہ
 الله الله فيما ملكت ايمانكم فاطعموهم مما تأكلون والبسوهم مما تلبسون ولا تكلفوهم ما لا يطيقون فانه لهم ودم
 درود سے ڈرو اللہ اپنے غلام لوٹریوں کے حق میں انکو کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور انکو پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور وہ تکلیف دو جان سے منوسکے کیونکہ وہ بھی بڑے عزیز ہیں
 وخلق امثالكم فمن ظلمهم فانا خصمهم يوم القيمة والله حاكمهم وفي حديث اخر انه عليه السلام قال الخو
 تمہارے مثل پیدا ہوسے ابن سیر جو اپنے ظلم سے کونسا کا دشمن ہونگا اور اللہ انکا حاکم ہوگا اور اکب اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارے بھائی ہیں
 جعلهم الله تعالى تحت ايديكم فمن جعل الله تعالى اخاه تحت يديه فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس ولا يكلفه
 خدا نے انکو تمہارے ہاتھ تلے کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے جسکے ہاتھ تلے یعنی فرما بزرگ بھائی کو کر دیا ہے تو اسکو وہ ہی کھانا دے جو آپ کھاتا ہے اور وہ ہی پہناوے جو آپ پہنتا ہے اور
 من العمل ما يغلبه فان كلفه ما يغلبه فليغنه عليه فانه عليه السلام بين هذا الحديث ان المملوك من العبد والامام
 کام اتنی تکلیف نہ کر دے جو اسپر غالب آجاوے اور اگر ایسی ہی تکلیف دے تو اسکی مدد کرے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ مملوک اللہ کے بند ہیں
 اخوان مملوكهم اقامتهم كواممهم من بني آدم او من جهة كونهم مسلمين فمن كان اخوة تحت يديه يجب عليه ان
 اپنے اکھوں کے بھائی ہیں یا اس جہت سے کہ سب بنی آدم ہیں یا اس جہت سے کہ مسلمان ہیں سب جیسے ہاتھ تلے اسکا بھائی ہوں تو اسپر واجب
 يطعمه مما يأكل ويلبسه مما يلبس ولا يكلفه من العمل الا ما يتمكن ان يخرج من عنده وليطبق ان يدور عليه
 کہ اسکو وہی کھانا دے جو آپ کھاتا ہے اور وہی پہناوے جو آپ پہنتا ہے اور اتنا ہی کام کے جسکو وہ جگھٹا سکے اور اسکو ہیشہ کر لیا کرے
 لا على ما يطيق عليه يوما او يومين او اكثر ثم يعجز عنه بل ان كلفه امر اصعب اجنبه عليه ولا يجمع عليه
 نہ اسکا کام جسے کہ ایک دو دن یا کچھ زیادہ کر کر بھر ٹھک رہے بلکہ اگر کوئی کار دسوار کے تو اسکی مدد کرے اور
 عملين او اكثر مثل ان يامر بالخذو والطبخ والغسل لما روى ان رجلا دخل على سلمان وهو يعجن فقال يا ابا عبد
 دو کام یا زیادہ اسپر نہ دے مثلاً اسکو کمرے روٹی پکا اور سالن پکا اور نہلا کیونکہ روایت ہے کہ ایک شخص سلمان کے پاس آیا وہ آٹا گوندتے تھے لہذا نبی علیہ السلام نے فرمایا
 ما هذا فقال بعثت الخادم في شغل فكفرت ان اجمع عليه عملين وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال
 یہ کیا ہے جواب دیا میں نے غلام کو ایک کام بھیجا اور مجھ کو پسند نہیں آتا کہ اسپر دو کام ڈالوں اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
 لا يدخل الجنة سئى المملوك والمراد بسئى المملوك من يسيء له مولاه وذكر في كتب الفقه ان المولى يجب عليه
 بزرگ جنت میں نہیں جاوے گا اور مراد بڑے مالک سے وہ شخص ہے کہ اپنے غلام کے ساتھ برائی کرے اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ غلام کا فرج ہونے کا ذریعہ ہے
 نفقة مملوكه فان ابى عن الاتفاق عليه فان كان المملوك قادرا على الكسب يكسب وينفق على نفسه وان لم يكن
 بھر اگر مولیٰ اسے فرج سے انکار کرے تو وہ غلام اگر کما سکتا ہے تو کما کرے اور اگر نہ ہو تو فرج کرے اور اگر نہ ہو تو کما کرے
 قادرا على الكسب يوم المولى ببيعة لما روى عن ابي ذر انه عليه السلام قال من لاء مكره من مملوكه فاطعمه
 طاقت نہیں ہے تو قاضی مولیٰ سے کہے کہ اسکو بیچ ڈال کیونکہ ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو غلام تمہارے موافق ہو تو اسکو اپنے کھانے سے
 مما تأكلون واكسوهم مما تلبسون ولا تكلفوهم ما لا يطيقون ولا تعذبوا خلق الله تعالى يعني ان من كان من
 کھانا دے اور اپنے کپڑے میں سے کپڑا پہناوے اور جو موافق ہو اسکو بیچ ڈالو اور اللہ کے بندوں پر عذاب مت کرو فرادہ ہے کہ بھرن سا
 مملوكه مواتا فاحسنوا اليهم ومن لم يكن منهم فليطعمه ولا تعذبوهم وذكر الفقهاء ان المولى
 غلام تمہارے موافق ہووے تو اسکے ساتھ بھلائی کرو اور جو تمہارے موافق نہیں ہے تو اسکو بھیڑو اور اللہ کے بندوں پر عذاب مت کرو اور فقہاء ابو الیث
 في التنبية عن عطاء بن يسار ان باذر ضرب وجه غلام له فاستعدى عليه النبي عليه السلام قال لا تضربوا
 تنبیہ الغافلین میں عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ذر نے اپنے غلام کے منہ پر مارا سو نبی علیہ السلام نے اسکی فریاد سنی کی فرمایا مسلمانوں کے منہ پر ہاتھ نہ مارو

ابو عبد

وجوه المسلمین واطعموهم مما تأکون واللبسوهم مما تلبسون فان راوکم فبیعوهم وروی عن ابی سعید ان انصار
 اور انکو کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ جو تم پہنتے ہو

انه قال کنت ضرب غلاما کالی سمعت من خلفی صوتا اعلم الا مسعوا لله اقدر علیک منک علیه فالتفت
 کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مارا تھا سو میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی سمجھا اور ابو سعید اسے تجھ پر بہت تڑانا ہے یہ نسبت تیری اس غلام پر ہے جو تو کو مارا
 فاذا هو رسول الله علیه السلام فقلت هو حر لوجه الله تعالى فقال علیه السلام لو لم تفعل للفتک
 تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یہ واسطے خدا کو آزاد کر دو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو نے نہ کرنا تو اللہ نے تجھ کو

النار اولستک النار و فی حدیث اخر رواه ابن عمر انه علیه الصلوة والسلام قال من ضرب غلاما بعد
 آگ چھو گئی یا یہ فرمایا بیشک تجھ کو آگ گئی اور ایک اور حدیث میں ہے ابن عمر کی روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو ناحق حد ماری

لم یاتہ اولطمہ فان کفارتہ ان یغفرہ یعنی ان من ضرب غلامہ علی ذنب لم یفعلہ اولطمہ فان ذلک
 یا طمانجہ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسکو آزاد کرے اور اگر اس نے اپنے غلام کو خطا کے بہانے مارا جو اس سے نہیں ہوئی یا طمانجہ مارا تو اس کا وبال

الضرب لا یزول الا باعتاقه هذا الم یصد عنه ذنب اما اذا صد رعبه ذنب فقد خص النبي علی السلام
 جبروت آزاد کیے نہیں جاتا یہ اس صورت میں ہے کہ اس سے خطا نہ ہو اور اگر اس نے خطا کی ہو تو بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے

فی تادیبه فقد ذنبه فان لعقوبه بالضرب علی وجه التعزیر ینبغی ان لا یبلغ حدة اقل الحد و اقله اربعون
 کہ بقدر ارگناہ کے ارب دیا جائے کیونکہ بطور تعزیر کے مار کر سزا دینی بہتر ہے کہ کم سے کم حد کے برابر نہ ہو جاوے اور حد کے کم سے کم چالیس

سوطا و هو حد العبد و الاماء فی لعقوف و التبر ینبغی ان یكون التعزیر عند ابی حنیفة اقل من ذلك
 درتے ہیں اور حد غلام اور لونڈیوں کی ہے اگر گالی دینی اور شراب خوری میں اب سزاوار ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک تعزیر اس مقدار سے کم ہو

یان یكون اکثره تسعة و ثلاثون سوطا و اقله ثلثة و انما کان اقله ثلثة اذ باقل منها لا یقع الزجر فی ضربہ
 یعنی زیادہ سے زیادہ اثنالیس درتے ہوں اور کم سے کم تین درتے اور کم سے کم تین ایسے ہیں کہ اس سے کم تین کچھ دھمکی نہیں ہوتی چوتھن سو لیکر

منها الی تسعة و ثلاثین قد تباوی انہ یزجر منه لکن لا یضربه عند غضبه بل یضربه بعد انتفاء غضبه
 اثنالیس تک اختیار جتنے میں دیکھے کہ اب ان جی لیکن اسکو عقتے کے وقت نہ مارے بلکہ جب عقتہ جاتا رہے تو مارے

اذ قد یضربه بالغضب زیادة علی قدر ذنبه فیؤخذ بقدر الزیادة یوم القیامة بل ینبغی عند غضبه
 اسواسطے کہ غصہ میں شاید کہ گناہ سے زیادہ مار بیٹھے پھر اس بڑھتی کے بدلے قیامت کے دن مواخذہ ہووے بلکہ یوں چاہیے کہ جب غلام پر کسی

علیه یجزم و حیاتیة ان یتفکر فی معاصیه و جنایته علی الله تعالی و تقصیرہ فی طاعة الله تعالی یری تقصیر
 جرم اور حیاتیات سے غصہ آوے تو فکر کرے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے گناہ کتنے کیے ہیں اور طاعت الہی میں کیا کیا قصور کیا ہے پھر ملوک کی تقصیر

ملوکه فی خدمته ناشیا من تقصیرہ فی خدمته خالفه و یعفوعنه فی الیوم واللیلۃ سبعین مرة لمار و عن عبد الله
 اپنی خدمت میں دیکھ کر خیال کرے کہ یہ خدمت خالق کی تقصیر کا وبال ہے اور رات دن میں اسکی شرفطائین معاف کر دیا کرے اسواسطے کہ عبد اللہ

ابن عمر ان رجلا جاء الی النبی علیہ السلام فقال یا رسول الله کم نفعو عن الخادم فسکت ثم اعد الکلام فصمت
 یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بوجھا یا رسول اللہ تمہارا خادم کو کڑا برتاؤ کیا کرینا چھپچھپ کر کہنے دوبارہ عرض کیا آپ بھرب رہے

فلما کانت لثالثة قال عفوا فی کل یوم سبعین مرة و فی حدیث اخر انه علیه الصلوة والسلام قال ان ضرب
 بھرب مہربی بار عرض کیا تو فرمایا ہر روز شش بار معاف کیا کرو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

احدکم خادم فذکر لہ تعالیٰ فیئسک ای یغنی عنہ بالعفو و یتذکر قصاص یوم القیامة ولا یضربه علی لیلۃ
 اگر کوئی اپنے غلام کو مارے اور وہ اللہ کا نام لے کر تہا ہے کہ باز رہے یعنی معاف کرے اگر ہر جاوے اور قیامت کے دن کا قصاص یاد کرے اور اسکو اولیٰ لغزشی

ونسیان ولا علی کسر لاء لما روی عن کعب بن عجرة انه علیه السلام قال لا تضربوا اباکم علی کسر ابناءکم
 اور بچوں پر ہاتھ مارنے اور نہ بڑوں کو بچوں پر ہاتھ مارنے کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی لونڈیوں کو برتن توڑنے پرست مارا کرو
 فان لها اجالا كما جال الناس في حديث اخر رواه الصعق انه عليه السلام قال لا تضربوا ولا تضربوا
 کیونکہ برتنوں کی عمر ہوتی ہے جیسے آدمیوں کی اور ایک اور حدیث میں آیا ہے صحت کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا برتن توڑنے پر ضرب مت کرو اور مت بھجلاؤ
 کلا لانیة فان لها اجالا لان من قد حکن من ميمون بن مهران كان عندك ضيف فاستعمل على جاريتك بالعتك
 بیشک۔ برتنوں کی عمر میں جن انسانوں کی سہمی اور حکایت ہے کہ ميمون بن مهران کے پاس مہمان آگیا اسنے جلدی سے لونڈی کے ہاتھ شام کا کھانا منگوا یا
 فجاءت مسرعة وفي يدها قعدة مملوءة بطعام حار ففترت والرقم على أس سيدة لها قال سيد لها حرق قدي يا جاريتي
 وہ بھاگی آئی اور اسکے ہاتھ میں پیاز گرم گرم کھانے کا بھرا ہوا تھا سو پھسل کر گر پڑی اور وہ کھانا مولی کے سر پر گر گیا مولی نے کہا کہ امی لونڈی توڑ تو بھول گیا
 فقالت لجاريتي يا معلم الخيرو يا مودب الناس ارجع الي يا يقول الله تعالى قال ما يقول الله تعالى قالت يقول
 وہ لونڈی بولی امی معلم الخیر اور امی مودب الناس خیاں تو کر اسے تعالیٰ کیا فرماتا ہے اور تعالیٰ کہا اسنے جلدی سے بولی فرماتا ہے
 والكاطمين الغيظ قال كظمت غيظي قال فان الله تعالى يقول ذ العافين عن الناس قال قد عفوت
 اور دالیتے ہیں غصہ ميمون نے کہا بیچے اپنا غصہ دبا لیا لونڈی بولی زیادہ کہ اسے تعالیٰ فرماتا ہے اور معاف کر لو گون کو ميمون نے کہا میں تو بھول گیا
 عنك قالت ان الله تعالى يقول والله يحب المحسنين قال انت حرة لوجه الله تعالى وقيل للاحنف
 لونڈی نے کہا اسے تعالیٰ فرماتا ہے اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو ميمون نے کہا جا تو واسطے خدا کو آزاد ہو اور احنف
 ابن قيس من تعلمت الحلم قال من قيس بن عاصم انه كان في حارة جالسا اذا تت جاريتك بسفوح
 ابن قيس سے کسی نے پوچھا تو نے حلم کس سے سیکھا ہے کیا تیس بن عاصم سے وہ اپنے گھر میں بیٹھا تھا اچانک اسکی لونڈی کہا کہ جلتی ہوئی سوچ لو ہوا آل
 عليه شواء فبقط من بينها السفوح على ابرله ففترت فماتت قد هشتت لجاريتي فقال لا يمكن رفع هذا الجارية الا الصق
 سو وہ بیچ اسکے ہاتھ سے بیچو کہ قيس نے بیچو اسکو تمہی کر دیا پھر وہ مر گیا اس میں وہ لونڈی بھول چکا کہ گئی پھر قيس نے کہا اس لونڈی کا خوف بہ دن آرزو ہو نہیں جاویگا
 فقالت حرة لوجه الله تعالى يا جاريتي لاس عليك وروى عن الامامة انه عليه الصلاة والسلام له
 پھر کہا امی جاريت تو دالیتے خدا کے آزاد ہے اسے مت اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلاة والسلام نے حضرت علی کو
 غلاما فقال له لا تضربه فاني نهيت عن ضرب اهل الصلوة وقد ائتمه يصلي فانه عليه السلام اشار في
 ایک غلام دیا اور فرمایا اسکو مارنا مت کیونکہ تجھ کو نمازی کی بارگاہ سے نہایت ہوتی ہو اور میں نے اسکو نماز پر مشغول کیا ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں اشار فرمایا
 هذا الحديث ان المصلی لا یاتی غالباً بها یستحق الضرب لان الصلوة تملی عن الفحشاء والمنکر ولو عن الحسن
 کہ نمازی اکثر ایسی خطا نہیں کرتا جس میں مارا جاوے اسلیے کہ نماز فحشا اور منکرات سے بچا رکھتی ہے اور حسن بصری سے روایت ہے
 البصر انه سئل عن مملوك يرسله مولاه في حاجة وتحمضه صلوة الجماعة او الجمعة بائذ ذلك يبدأ قال حاجة مولاه
 کہ اسنے کسی نے حال غلام کا پوچھا کہ اسکو مولیٰ کسی کار کو بھیجو اور اسکو جماعت کی راہ میں نماز نہیں آجائو تو اب کیا کری جواب دیا مولیٰ کا کام
 قال لفقیه ابواللیث هذا اذا كان في الوقت سعة ولا يخاف فوت الصلوة واما اذا خاف فوتمت فلا يجوز له تاخيرها
 فقیر ابواللیث کہتے ہیں یہ جب ہو کہ وقت میں گنہائش ہو اور نماز کی فوت کا خوف نہ ہو اور اگر فوت کا خوف ہو تو پھر نماز کے وقت سے تاخیر نہ ہو
 عن وقتها لما روی انه عليه السلام قال لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق وذكر في المظهر ان السيد
 نہیں ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کو گناہ میں بندہ کی تابعداری نہیں ہے اور مظهر میں مذکور ہے کہ مولیٰ کو
 لا يجوز له ان يمنع عبده عن أداء فرائض الله تعالى لاجل خدمته واذا أدى العبد فرائض الله تعالى لا يجوز
 جائز نہیں ہے کہ غلام کو اپنی خدمت کی خاطر فرائض الہی اور نہ کرے دے اور غلام جب فرائض الہی اور کر چکے تو اسکو جائز نہیں ہے

لہ ان یترک خدمتہ سیدہ ویشتغل بعبادۃ غیر واجبۃ علیہ الا ان یأذن لہ سیدہ فیما حلت لہ لو احرم للہ
 کہ سولی کی خدمت چھوڑ کر عبادت غیر واجبہ کرنے لگے البتہ اگر اسکا سولی اجازت دے تو مضافتہ نہیں ہے بماننا کہ اگر غلام نے سولی کو دیکھ کر حج کے لیے
 بغیر اذن سیدہ یجوز للسیدان یخرجہ من الاحرام ویمنعہ عن اتمام الحج ولو حج وقات عنہ خدمتہ سیدہ
 احرام باندہ تو سولی کو جائز ہے کہ اسکو احرام میں سے نکال لے حج پورا کرنے دے اور اگر غلام نے حج کیا اور اس میں خدمت سولی کی فوت ہوگی
 یکن اثماً وکذا یجوز لسیدۃ ان یمنعہ عن صلوۃ النفل و صوم النفل ولا یجوز لہ ان یمنعہ
 تو کنگار ہوگا اور ایسے ہی سولی کو جائز ہے کہ غلام کو نماز نفل اور روزہ نفل سے روک دے اور سولی کو یہ جائز نہیں ہے
 عن تعلم التہنئة الفاتحة وعدة سور من القرآن وفرائض الصلوة والصوم لان هذه الاشياء واجبة
 کہ تہنئہ اور الحمد اور چند سورہیں قرآن کی اور فرائض نماز روزہ کے نہ سیکھنے ہی ایسے کہ سب واجب ہیں
 لا یجوز اھا لھا بخلاف غیرھا ویذبحی للعیدان یفتنہم ایا دررقہ لما روی نہ علیہ السلام قال اذا نزل العید لسیدۃ
 اٹھا کر کرنا جائز نہیں ہے اور کنگار کا ترک مضافتہ نہیں اور غلام کو چاہیے کہ اپنی غلامی کا زمانہ غیرت سمجھے تو کنگار دینا ہرگز نہیں ہے علیہ السلام نے فرمایا اپنے سولی کی خیر خواہی
 واحسن عبادۃ ربہ کان لہ الاجر مرتین فی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال نعم للمملوک ان یتوفاه اللہ فی
 اور عبادت اپنے رب کی اچھی اور کئی تو اسکو دو ہر ثواب ہوتا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا اچھا غلام ہے جسکو اللہ تعالیٰ وفات دے
 یحسن عبادۃ ربہ وطاعة سیدۃ نعالہ وقد روی انہ علیہ السلام قال فی عید الا بقی من صولہ اذا بقی
 کہ رب کی عبادت اور سولی کی اطاعت اچھی کر گیا اس ہی کو نعمت ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے غلام کے حق میں جو سولی سے بھاگ جاوے فرمایا جب غلام بھاگ جائے
 العبد لم یقبل لہ صلوۃ فی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال ایما عبد ابق برقت منہ الذمۃ ویذبحی
 تو اسکی نماز قبول نہیں ہوتی اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو غلام بھاگ جائے اس سے روزہ خالی ہے اور
 للمملوک اذا طالت مدة مملوکہ فی خدمتہ ان یعقہ لعلہ یجوبہ بما یقع علیہ من حقوقہ ومظالمہ رأساً
 سولی کو لازم ہے کہ جب غلام کو خدمت کرتے ہوئے مدت دراز ہو جاوے تو اسکو آزاد کر دی گیا بے حد کہ اس کے سبب باقی حقوق اور مظالم برابر برابر بچ جاوے
 برأس لعلہ اللہ تعالیٰ یعقہ بکل عضو منہ لعلہ یجوبہ بما یقع علیہ من حقوقہ ومظالمہ رأساً
 شاید کہ اللہ تعالیٰ غلام کو ہر عضو بدلے اس کے اعضا کو آزاد کرے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے غلام
 رقبة مسامة اعتق اللہ تعالیٰ بکل عضو منہ عضواً من النار حتی فرجہ بفرجہ وفیہ اشارۃ
 مسلمان آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو بدلے اس کے اعضا
 الی استجاب اعتاق کامل الاعضاء بان لا یكون مجبواً وخصیاً تماماً للمقابلة اذ فہم منہ انہ تعالیٰ
 کہ آزاد کرنا صحیح ہے کہ اعضا کامل ہوں ایسا کہ اگر بریدہ یا خوجہ نہر تاکہ پورا مقابلہ ہو جاوے ایسے کہ اس میں کوئی عیب نہ ہو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
 یعقہ فرج المعتق من النار بمقابلة اعتاق فرج مملوکہ من الرق ولذا کقول المستحب ان یعقہ الرجل عبداً
 معتق کی شریک گاہ اک سے آزاد کرتا ہے پھر اپنے فرج کو غلام کی غلامی سے اور اسی لیے کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ مرد تو غلام آزاد کیا کرے
 والمرأة امة تحقیقاً للمقابلة وكذلك یذبحی للسیدۃ ذاتی مملوکہ بطعام قد اصلحہ ان یقعدہ معہ
 اور عورت لونڈی تاکہ مقابلہ ثابت ہو جاوے اور ایسوی سید کو لازم ہے کہ جب غلام کھانا پکا کر لاوے تو اسکو اپنا ساجھو شتر خوان پر بچائے
 علی الخوان وان لم یقعدہ یعطیہ لقمۃ ویقول لہ کل هذه لما روی عن ابی ہریرۃ انہ علیہ السلام
 اور اگر نہ بچھاوے تو ایک لقمہ ہی دیدے اور کھدے لے کھالے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے
 قال اذا صنع لحدک طعامہ فطعامہ فترجاء بہ وقد لی حرم ودخانہ فلیقعدہ معہ فلیاکل وان
 فرمایا جب تمھاری لیے غلام کھانا پکاوے پھر لیکر آوے اور بیشک اسنے گرمی کھالی اور دھواں کھایا تو چاہیے کہ اسکو کھانی کو ساتھ بچھاوے اور اگر

كان الطعام مشغوها قليلا فليضع في يده منه اكلة او اكلتين في لفتاوى جل لا ينفق على عبده ان
كما نجا وابت هون اور کھا ناٹھوڑا ہو تو اُسکے ہاتھ پر اُسہین سے ایک یا دو رقمہ رکھ دے اور فتاویٰ میں جو کہ ایک شخص غلام کا خرچ نہیں اٹھاتا

كان العبد قادر على الكسب لا يأكل من مال مولاه بلا رضاه وان لم يكن قادر على الكسب او منعه مولاه
اگر وہ غلام کا سکتا ہو تو مولیٰ کو مال میں سے اُسکی بے رضائے کھاوے اور اگر کا نہیں سکتا یا مولیٰ نے منع کیا

عن الكسب يجوز له ان يأكل من مال مولاه بلا رضاه والامة تاكل مطلقا روى عن ام سلمة رض
تو اب جائز ہے کہ مولیٰ کے مال میں سے بلا اجازت کھا لے اور لونڈی بہر حال کھا یا کرے آم سلمہ سے روایت ہے

انه عليه السلام كان يقول في مرضه الصلوة وما ملكت ايمانكم فانه عليه السلام قرن المملوك بالصلوة
کہ نبی علیہ السلام مرض کی حالت میں فرماتے تھے نماز کی اور مملوک کی حفاظت کرو بیشک نبی علیہ السلام نے ممالک کو نماز کے ساتھ ملا کر

وامر بحفظهم كما امر بحفظها ليعلم ان القيام بمقتل حاجتهم من الطعام واللباس وتعلم الدين واجب على
انہی حفاظت کا حکم ہے اور نماز کی حفاظت کا تاکہ معلوم ہو کہ ممالک کی خدمت بقدر حاجت کھانے پہننے اور دین سیکھنے کے مالکوں کے ذمہ ایسی واجب ہے

من يملككم كما يجب الصلوة عليهم فان المسلم كما يجب عليه نفقة عبده وامائه قد لا يفيهم كذلك
جیسے اپنے نماز واجب ہے بیشک مسلمان پر جیسے خرچ غلاموں اور لونڈیوں کا بقدر کفایت واجب ہے ایسے ہی

يجب عليه ان يعلمهم ما فرض الله تعالى عليهم وما فهمه عنه فان هذا امر قد اهل اكثر العلماء في
یجب وہ اس پر کہ سکھاوے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا ان پر فرض کیا ہے اور کیا کیا منع کیا ہے بیشک یہ ایسا کام ہے کہ اس زمانہ میں اکثر علما نے سمجھوڑا ہے

هذا الزمان فضلا عن العوام فان العبيد الاماء في هذا الزمان لا يقصدن بالتعليم اصلا بل انما يقصدن
عوام کو کیا روئیں بیشک غلام اور لونڈیاں اس زمانہ میں دین سیکھنے کا ارادہ ہرگز نہیں کرتے بلکہ بجز مقاصد

لقضاء المآرب الدنيوية فقط كانوا عند ملائكتهم حيوان بجمي لا تكليف عليهم فان كثيرا ممن يدعى
دنیوی کے کچھ ارادہ نہیں کرتے گویا وہ اپنے مالکوں کے پاس میل ڈنگر میں اُنکے ذمہ احکام شرعی نہیں ہیں بیشک اس زمانہ میں اکثر شخص

الاسلام في هذا الزمان يكون عنده عبده اماء فلا يأمرهم بواجب لا ينهاهم عن حوام بل يكون العبد
اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اُنکے پاس غلام اور لونڈیاں ہیں پر اُنکو نہ کسی واجب کا حکم کرتے ہیں اور نہ حرام سے روکتے ہیں بلکہ غلام اور

الجارية في ملكه عدة سنين لا يصلح ان الصلوة المفروضة ويرتكيان امور كثيرة من المناهي المنكرات
لونڈیوں کو اُنکے ملک میں کئی کئی برس گذر جاتے ہیں کہ فرض نماز نہیں پڑھتے اور بہت سے اعمال منافی اور منکرات کیے جاتے ہیں

وهو بينهما ويتغافل عنها ويطن ان انهما عليها مالا عليه ولا يعلم ذلك المسكن انه صواخله صد عنها
اور میان دیکھا کرتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے اس خیال میں ہیں کہ اُنکا گناہ کبیرہ ہے مجھ پر نہیں ہے اور بیچارہ کو یہ خبر نہیں کہ جو گناہ اُسے ہو گا وہ اُسہین کو بوجہ اور

ومسئول عنه ومعاقب عليه يوم القيمة لما روى عن عمر بن الخطاب انه عليه السلام قال كلكم راع
اور اُس سے پوچھ ہوگی اور قیامت کے دن اُس پر عذاب ہوگا کیونکہ عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم سب گھبران ہو

وكلكم مسئول عن رعيتيه فاذا علم الانسان ان ليسل عن عبده وامائه يوم القيمة لا يتركهم كما ينبغي
اور گھبران کی سب سے پوچھ ہوگی جب آدمی کو یہ معلوم ہو کہ قیامت کو غلام لونڈیوں کی مجھ سے پوچھ ہوگی تو اُنکو شتر

المرسلة بلا ضابط ديني ولا اجر شرعي بل يشدهم بزمام الشريعة وتهيدهم بالاحكام الدينية ويصومهم
بے ہمارے ضابطہ دینی اور نیر زاجر شرعی کے کیوں چھوڑے بلکہ اُنکو شریعت کی رسی میں باندھے اور احکام دینی میں گھیرے اور

عن وجبات العقوبات الاخرية اذ قال الله تعالى يلكمها الدين امواتا فماتوا انفسكم واهلنتكم نارافان اهل
عذاب اخروی کے اسباب سے بچاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ایمان والو بجاؤ انہی جان کو اور لے نہ گرو والوں کو اُس آل سے بیشک نظر رکھو

وان كان الاصل فيه ان يطلق على القرابة لكن يطلق على الاتباع ايضا ولا يبعد ان يكون المراد ههنا هذا
 المعنى لعموم فعله هذا يجب على المؤمن ان يعلم عبدا واماءه من احكام الاسلام قد ما يجب عليهم
 نعم يامرهم بادية الفرائض والواجبات وينهاهم عن ارتكاب المعاصي المحرمات بالرفق اولا فان ابوا
 يغلبوا الكلام عليهم فان ابوا يضربهم فمن لم يدخل منهم طريق الصلاح بعد ذلك يبيعه لانه مادام
 في ملكه يجب عليه حفظه كما قال قاضينا في فتاويه رجل له عبد مريض لا يقدر على الوضوء
 عن ضرب عليه على المولى ان يوضيه لانه مادام في ملكه كان عليه تعاهده لكن ينبغي ان يعلم ان المولى و
 ان جازله ان يضرب عبدا اذا اتى بما لا يوجب الحد لكن اذا اتى بما يوجب الحد فليس له ان يقيم عليه الحد
 الا باذن الحاكم بعد المرافعة اليه وثبوته عندا فاذا اقام عليه الحد لم يذجر ببيعه ولو بثمن بخس
 لما روى عن ابى هريرة رضانه قال اذا زنت امة احدكم فتلبن زناها فليحدها بحد ولا يثرب عليها ثم ان
 زنت فليحدها بحد ولا يثرب عليها ثم ان زنت الثالثة فليبعها ولو بجبل من شعرو في ذكرا لامة على اطلاق
 امشعار بان حدها منكوحه كانت او غيرها الجلالا لانه نصف جلد الحرائر قوله تعالى فان اتين بها حنة
 تعالين نصف قاعا المحصنت من العذاب والمراد بالفاحشة في الاية الزنا والمحصنت الحرائر وبالعذاب
 الجلد لا الوجه لانه لا ينصف واستدل الشافعي بهذا الحديث على ان للمولى اقامة الحد على مملوكة قال
 الحنفيون ليس ذلك الا باذن الامام لقوله عليه السلام اربع الولاية وذكر منها الحد والولاية تجمع
 الوالى هو اذ اطلق ينصرف الى من له ولاية عامة وهو السلطان او نائبه واما التصريح بالنهي عن التثريب
 عليها بعد لامر بحدها فلان عقوبة الزنا قبل ان يشرع الحد كان التثريب وهو التوبيخ والتعبيد
 بعد علمه بانه ذنبي في ذنبا عقوبت

گرم اصل میں قرابت واپر پرتورن لیکن اتباع کو بھی کہتے ہیں اور کیا بیعہ کر بیان عموم کی جہت سے

یہی معنی مراد ہوں اس تقریر کے موافق مومن پر واجب ہے کہ اپنے غلام کو لائے اور ان کو احکام دینی بتدویر ان پر واجب ہے کہ اس کو دے

پھر گنتہ فرائض اور واجبات ادا کرے اور معاصی اور محرمات پر عمل کرنے سے منع کر دے پہلے تو نرمی کر پھر اگر دمانین

تو زانی دیکھ کر پھر بھی اگر باز نہ آوین تو مار کر پھر بھی اگر کوئی اٹھیں سے طریقہ خوبی کا نہ تو اس کو بیچنا ہے ایسے کہ بیچک

تکے ملک میں دیکھنا شکل حفاظت کا ذمہ دار ہر جتنا غنیمت یا نیکوئی کا ذمہ تو اس کو بیچنا ہے ایک شخص کو اس غلام بہا ہر وضو نہیں کر سکتا

امام محمد سے ہے کہ سولی پر وضو کرنا واجب ہے ایسے کہ جن تک اسکی ملک میں ہر شب تک اس کا ذمہ دار ہے لیکن کبھی چاہے کہ سولی کو اگرچہ

غلام کا مال نام جائز ہے اگر وہ ایسی خطا کرے کہ جس میں حد نہ آتی ہو لیکن اگر ایسا کام کرے جس میں حد آتی ہو تو سولی کو اختیار نہیں ہے کہ مقدمہ پیش کیے پر جن تک

تو بھی نہ باز آدک تو بیچنے والے اگرچہ کم ماسون سستا

اور مطلق لونی چاہے اور گھم سزائش نہ کرے پھر اگر

اور مطلق لونی چاہے اور گھم سزائش نہ کرے پھر اگر

بغیر شکوہ دے ہیں انشاہ کہ از اہورت سے آدمی بدلیل اس آیت کر پھر اگر کہیں بیجالی کا کام

اور مراد لفظ فاحشہ سے اس آیت میں زنا ہے اور محصنت سے مراد آزاد عورت ہیں اور عذاب سے مراد

دوسے ہیں سنگساری نہیں ہے کہ سنگساری کا آداب نہیں ہے اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سولی کو اپنے غلام پر حد جاری کرنا اختیار ہے اور

حنفی کہتے ہیں کہ بدون اذن امام کے سولی کو اختیار نہیں ہے بدلیل حدیث کہ چار باتیں والیوں کو ہی اختیار ہیں میں انہیں میں حدود کو ذکر کیا اور دلائل جمع

والی کی ہے اور اسکو لایق بولتے ہیں تو وہ حاکم مراد ہوتا ہے جسکو حکومت عام ہو یعنی بادشاہ یا اسکا نائب اور صریح ممانعت سزائش سے لونی نہ ہو

بد حکم سے ذمہ داری کے اس واسطے ہی کہ زنا کی عقوبت وہ مقرر ہوا ہے پہلے تہی یعنی جھڑکا اور شرم دلانی

فيكون معنى الحديث لا يقتصر على تعبيرها بل ليقيم عليها الحد ذميل معناه لا تتريب عليها بعد إقامة الحد
 أو معنى حديث كبرهوسه كمرزئش بر الكفان كرين بله أسير جاري كيجاوسه اور توفسه كنهين اسكے معنی یہ ہیں کہ جب حد جاری ہوگی تو اب شوش نہیں ہو
 عليها وآما الامر ببيعها في الثالثة فلما فيه من ترك المخالطة مع الفساق اهل المعاصي فاقبل كيف يكسر
 اور اسكے چچے انور كاتيسرى دفعه من اسلے ہر کہ اسين فساق اور فجار كالملا با وصحت جھوٹی اچھو كركوبى اعتراف كركوبى كركوبى كركوبى
 شيئا لنفسه ويرتضيه لآخيه المسلم مع انه عليه السلام قال لا يؤمن احدكم حتى يحب اخاه المسلم
 کہ ایک شخص کو اپنے لیے چچے اور بھائی سلمان کے لیے پسند کرے باوجود کہ یہی علیہ السلام نے فرمایا ہر مومن نہوگا کوئی تم میں سے جب تک کہ پسند کرے واسطے بھائی
 لنفسه فالجواب انه يبيع ما على قصد ان تستعفت عند مشرتيرها بضبطها والا احسان اليها والتوسعة عليها
 سلمان کہ جب پسند کرے اپنے لیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس نیت سے چچے کہ مشتری کو پاس جا کر اسکو ضبط یا احسان کرنے سے اور فراخی بڑھوسے عفيفه ہو جاوسے
 وذكر في نصاب الاحتساب ان من اغتاد ان يشتم ماله كل يوم وكل ساعة لا يقبل شهادته وان كان
 اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے مسكی یہ عادت پڑ جاوسے کہ غلاموں کو ہر روز اور ہر وقت گالیوں دیا کرے تو اسکی گواہی رد ہے اور اگر کبھی کبھی گالی دیتا ہو
 احسانا تقبل ان لم يكن قذافا وان كان قذافا يسقط العدالة ويوجب الجلد لكن لا يضرب في الدنيا لان المولى
 تو گواہی اس صورت میں قبول ہوگی کہ وہ گالی قذف نہ ہووے اور اگر قذف ہو تو وہ عادل نہیں ہوتا اور درہ مار تو آتی ہیں لیکن دنیا میں نہیں اسلے کہ سولہ
 لا يعاقب في الدنيا بسبب عبده بل يضرب في الاخرة لما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من قذف
 دنیا میں غلام کی جعت سے عقاب نہیں ہوتا بلکہ آخرت میں لگینگے کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو
 مملوك وهو هو برى مما قال جلد يوم القيمة الا ان يكون محاقا وذكر الفقيه ابو الليث في التنبية عن عام الشعبي
 گالیوں اور وہ اسکی گالی سے پاک ہے تو قیامت کو دن در سے لگینگے ہاں اگر اسکے کہنے کو موافق ہو تو غیر اور فضیہ ابو اللیث ثنیہ میں عامر غمی سے روایت کرتا ہے
 انه قال سئف رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل بيت فدعت المرأة خادمتها فابطأت
 کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک اہل بیت سے پانی انکا سولہ گالیوں سے لوندی کو لایا اسنے دیر کا
 قذفتها فقال ذلك الرجل اما انك تستمدين بها يوم القيمة او تقمين اربعة انها محاقا قلت فاعتقها قال
 پھرتی لہ نے اسکو گالی دی پھر اس شخص نے کہہ سنی ہو سیک تھا کہ دن تیر سے حد لگینگے یا چار گونہ لادو کہ یہ لوندی ایسی ہے جو تو کبھی ہر پھرتی لہ نے اسکو آزاد کر دیا
 عيسى ان يكفر هذا عنك هذا الحديث وان ادع على ان قذف المملوك يوجب الحد لكن لا
 اس شخص نے کہا امیر ہو کہ تیر سے بعض ہو جاوے گا اس حدیث سے اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام کو گالی دینے سے حد لازم آتی ہے لیکن حد
 يوجب له عدم الاحصان فيه لان الشرط الاحصان في حد القذف خمسة الحرية والاسلام والعقل
 واجب نہیں ہوتی اسلے کہ محض نہیں ہے اسلے کہ حد قذف میں احصان کی شرطیں پانچ ہیں آزادی اور اسلام اور عقل
 والبلوغ والعفة عن الزنا فمن لم يوجد فيه واحد من هذه الشروط الخمسة لا يكون محصنا فنقذاه
 اور بلوغ اور پاک ہونا اسے پھر جب میں ان پانچ شرطوں میں کوئی ایک بھی موجود نہ ہوگی تو وہ محض نہیں ہوگا ایسے قذف سے
 لا يوجب الحد بل يوجب التغرير بالبالغ غايته وهو تسعة وثلاثون سوطا عند ابى حنيفة وعند ابى يوسف
 حد نہیں آتی بلکہ بڑی سے بڑی تغریر آتی ہے اور وہ نزدیک امام ابو حنیفہ کے اثنائیس در سے ہیں اور امام ابو یوسف کے نو نزدیک
 في رواية خمسة وخمسون في رواية تسعة وسبعون فان لم يضرب في الدنيا يضرب في الاخرة بسوط
 ایک روایت میں پچیس در سے ہیں اور ایک روایت میں اثناسی در سے ہیں سو دنیا میں اگر نہ لگینگے تو آخرت میں
 من النار على رؤس الشهداء ومن يوجد فيه هذه الشروط الخمسة كلها يكون محصنا ويوجب قذفه
 جسکے سوا کہ کوئی ایک اور نہیں ہے یا پچون شرطیں تمام موجود ہوں تو وہ محض ہے اسکی قذف سے حد لازم آتی ہے

من اعظم الذنوب لهذا عاقبهم الله تعالى بما لم يعاقب به امة من الامم جمع عليهم من انواع العذاب ما لم
اعظم المعاصي ^{اور اسی لیے اللہ تعالیٰ انکو ایسا عذاب دیا کہ تمام امتوں میں سے کسی کو نہیں دیا اور اپنی کسی قسم کے عذاب جمع کر دیے}
جمعہ علی غیرہم من بفاؤم و ذمہم و کر قستہم فی عدلہ سو من کتابہ الکریم حتی یرتدع من علیہم الذین یؤمنون
جو انکی بجا آدم پر جمع نہیں کیے اور انکی پیرا لیا بیان کی اور بار بار انکا قصہ اپنی کتاب کریم کی کئی سورتوں میں بیان کیا تاکہ جو لوگ

باللہ الیوم الآخر اشد لا یرتدع و یحترز و اعنہ وعن مبادیہ کا لفظ المصاحبة واللہس القبلة اشد
عذابہ قیامت کو ان ایمان لانوں میں اس سے خوب باز آویں اور اس سے اور انکے اسباب سے جیسا کہ ہمنا اور پاس بیٹھنا اور لٹھ لگانا اور کھنچنا خوب
الاحتراز ولا یقر بوامنتہ ولا یحوموا حوله فضلا عن فیعلوه آذ قد روی الطباع جمیع حیوانات
احتراز کریں اور انکے پاس نہ بیٹھیں اور انکے گرد نہ جاویں کرنے کا تو کیا ذکر ہے اس واسطے کہ روایت ہے کہ تمام حیوانات کی طبیعتیں

یا یاہ الا الخنازیر والقرد و فی وایة الا الخنزیر و الخمار فمن یسئل طبعہ الی یكون الداءة و الخساسة
جو کھو اور بد رکھ اس عمل سے نفرت کرتے ہیں اور انکی طبیعتیں کھو اور گدھے کے سہر جسکی طبیعت اُدھر مائل ہووے تو وہ دنات اور خساست
والخنایة مثل الخنزیر والقرد و الخمار بل هو ادنی منها حالا لما روی انه علیہ السلام قال الخنازیر والقرد
اور خیانت میں سورا اور بندر اور گدھے کے برابر ہے بلکہ ان سے بھی بدتر اس واسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سورا اور بندر

اعقل عند الله تعالى من یرتکب المعاصی و ذلك لان من یرتکب المعاصی علی الاستمرار من غیر التوبة والاستغفار
اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ہوشیار ہیں جو معاصی اختیار کرتا ہے اس لیے کہ جو شخص معاصی میں ہمیشہ گرفتار رہتا ہے توبہ اور استغفار کے
یكون من الذین قال الله تعالى فہم اولئک کا لا تعاون بل ہم افضل فانه تعالى سبہم بالہاتے فی کون مشاعرہم
وہ ان لوگوں میں جو جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ جیسے چھوٹے بلکہ ان سے زیادہ بے راہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو بہانہ سے تشبیہ کی کہ انکے دل و دماغ

متوجہ الی اسباب دنیا و مقصود علیہا و عدم التفکر فیما یقع اذ انہم من الایات عدم الاستغفار بہا بل
اسباب دنیوی کی طرف متوجہ ہو کر اسی کا ہوس اور اسکا کچھ فکر نہیں ہے جو آیات سنتے ہیں اور ان سے نہ کچھ فہم لینے ہیں بلکہ ایسے لوگوں کو
جعلہم اصل منہا لانہا تدل علی ما من شانہا ان تدركہ من المنافع والمضار و تجتهد غاية جہدہا فی جلب
ان سے بھی گراہ نہ کھڑا کیونکہ ڈھنگ تو اتنا سمجھتے ہیں جو انکی سمجھ کے لائق ہے فائدہ اور نقصان کو منفعت کو و رسول میں اور حضرت کو دفع میں غور کی شش کرتی

ما ینفعہا و سلب ما یضرہا و تنقاد لصاحبہا و تمیز من یحسن الیہا من شیء الیہا و هو کلاء لیسوا کذلک لیسوا
اور اپنے اکٹھے مطیع ہوتے ہیں اور اپنے محسن اور انبار سان میں تمیز کرتے ہیں
بین المنافع والمضار و یجتهدون غاية جہدہم فی جلب ما یضرہم و سلب ما ینفعہم ولا ینقادون لربہم ولا یعرفون
مفاد حضرت میں فرق نہیں کرتے اور حضرت حاصل کرنے کو اور منفعت کھونے پر ڈھٹتے ہیں اور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری میں کڑواؤں

احسانہ الیہم من اسلوة الشیطانی لذلہ هو اعدی عدوہم و یقدمون علی العذاب الالیوم ولا یقدمون
جو انکا مسان کی تمیز کرتے ہیں شیطان کی بدی سے جو کہ انکا بڑا ہی دشمن ہے اور سخت عذاب پر دوڑتے ہیں اور
علی النعم المقیم و یقولون من الذین قال الله تعالى فہم یعلمون ظاہر امین الحیوة الدنیا و ہم عن الآخرة کلمہ
میشرو انکی طرف متوجہ نہیں ہوا اور ان لوگوں میں داخل ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جانتے ہیں اور پورا پورا دنیا کا جینا اور وہ لوگ آخرت سے

غفلون یعنی انہم یعلمون ظاہر احقبا خسیسا من الدنیا و هو ما یشاہد نہ من خارفہا و ملائمتہا و سائر
خبر نہیں رکھتی یعنی وہ لوگ دنیا میں سے ہی حقیرے ہفت کو سمجھ رہے ہیں اور وہ ہی جو دیکھتے ہیں دنیا کی زیب و زینت اور لذتیں اور تمام
احوالہا الموافقة لشہواتہم الملائمة لاهوائہم و ہر عن الآخرة التي ہی مطلب الاعداء المقصد الاغفلون
حالات جو انکے شہوات کے موافق ہیں اور ہواؤں کے مناسب اور لوگ آخرت سے جو بڑا مطلب اور نیت ہے کامقصد و غفلت میں ہیں

لا يخطر ونها بيا لهم ولا يدركون من احوال الدنيا ما يؤذي الى معرفتها ولا يتفكرون فيها حتى يحصل لهم علم بها
 اسكنا خيال دليين نهين لآثر اور دنيا کے حالات میں سوا کچھ نظر نہیں ڈالتے جس سے آخرت کی سمجھ آوے اور نہ اس میں فکر کرتے ہیں تاکہ انکو آخرت کا علم آوے
 فان العلم بامور الآخرة موقوف على العلم بوجود الباري تعالى وقد اتته وارادته وعمله وحيوه وذلك العلم
 اور اسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور سمات کر علم پر موقوف ہے
 لا يحصل الا بالنظر الى المصنوعات والتفكر في احوالها المتغيرة وهم قصر والنظر على الظواهر الخسية كالبهائم ولم يتفكروا
 بدون نگاه کرنے کو مصنوعات میں اور تغیر فکر کرنے کے بدلتے حالات میں حاصل نہیں ہو سکتا اور انھوں نے جانوروں کی طرح صرف ظاہر پر ہی نظر کیا اور
 في عجائب صنعه تعالى ليستدلوا بها على وجوده واصفاته التي يتوقف عليها وجود الممكنات فيعملون ان ما اخبر به من امور
 اور عجائب صنع الہی میں فکر نہیں کرتے تاکہ اس کے وسیلے سے اس کے وجود اور صفات پر استدلال کر سکیں جس پر وجود ممکنات کا موقوف ہے اور معلوم کریں کہ امور فری جن جن
 الآخرة اموات ممكنة يلزم ثبوتها وكون المكلفين فيها فريقين فريق في الجنة وفريق في السعير بحكم صلاح الاعمال
 الی ہر امور ممکن ہیں انکا ثبوت لازم ہے اور مکلف لوگ اس میں دو قسم ہوں اعمال کی خوبی اور برائی کے لحاظ سے ایک قسم جنت میں اور ایک قسم دوزخ میں
 وفسادها ثم ان سبب محبة العبد للمعاصي والنجو فساد العلم وفساد القصد وفسادها جميعا بل قد يفسد
 پھر یہ ایک سبب آدمی کی محبت کا معاصی اور فحور سے
 القصد من فساد العلم فان من علم ما في المضار من المصرة حقيقة العلم لا يميل اليه الا ترى ان من علم
 قصد کا فساد بھی علم کے فساد میں سے ہے اچھے کہ جسکو خوب معلوم ہووے کہ مضر چیز میں نقصان ہے تو اُدھر رغبت نہیں کرتا تو یہ کبھی تا نہیں کہ جسکی یقینی معلوم ہو
 من طعام لذياته مسموم لا يقدر عليه فعلى هذا ان الإيمان الحقيقي هو الذي يحصل صاحبه على فعل
 کہ فلانے لذت کھانے میں زہر ملا ہے اس میں ہاتھ نہیں ڈالتا اس بیان کے موافق بیشک حقیقی ایمان وہ ہے جو جس سے آدمی
 ما ينفعه في الآخرة وترك ما ينفعه في الآخرة ولم يتبرك ما ينفعه فيها لا يكون إيمانه حقيقيا
 منفعت اخروی کو اختیار کرے اور مضر اخروی کو چھوڑے کہ بھرا اگر آدمی نہ تو منفعت اخروی کا پر عمل کرے اور نہ مضر اخروی کو چھوڑے تو اسکا ایمان حقیقی نہیں ہے
 بل لسانيا لا قلبيا فان المؤمن بالنار حقيقة الإيمان حتى كأنه يراها لا يسلك طريقها الموصلة اليها فضلا
 بلکہ زبانی ہے ولی نہیں کیونکہ جو شخص دوزخ پر ایسا حقیقی ایمان لایا اگر یا اسکو دیکھ رہا ہے تو ایسی راہ نہیں چلیگا جو اُدھر لے جاوے
 عن ان يسع في دخولها والمؤمن بالجنة حقيقة الإيمان حتى كأنه يراها لا يسلك طريقها الموصلة اليها فضلا
 اور کسی کو داخل ہونے کا ارکان تہ اور جنت پر ایسا حقیقی ایمان لایا اگر یا اسکی نظر کے سامنے ہے اسکی قلب میں مستی نہیں کرے بلکہ کسی کو داخل ہوگا
 وهذا امر يجد الانسان نفسه عند سعيه في امور الدنيا من فح ما ينفعه وجلب ما ينفعه فعلى هذا كل من عمل
 اور وہ تو ایسی بات ہے کہ آدمی جب دنیاوی کارروائی میں لگتا ہے تو اپنے دلیں سوچ لے کہ نقصان سے بچتا ہوں اور منفعت کو حاصل کرتا ہوں اس بیان کے موافق جسکی عادت
 ان يعمل عمل قوم لوط لا يكون إيمانه حقيقيا بل لسانيا لان جرمه لا يشبه سائر الجرائم وهذا اختلف لعلماء
 عمل قوم لوط کی بڑھ چاوے تو اسکا ایمان حقیقی نہیں ہے بلکہ زبانی ہے کیونکہ اسکی خطا اور خطاؤں سے نہیں ملتی اسی لیے اسکی حد میں علماء اور متعلمین
 في حدك فذهب قوم الى ان الفاعل يجد حلالا فان ان كان محصنا يرحم وان لم يكن محصنا يجلد مائة جلد
 ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ فاعل پر حدز ناکی جاری ہو پھر اگر فاعل محصن ہے تو سنگسار کریں اور اگر محصن نہیں ہے تو سو دھما ماریں
 وهو قول الشافعي وابي يوسف ومحمد بن الحسن البصري وعطاء والنخعي وقادة والاوزاعي ذهب قوم
 اور یہ قول شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن حسن بصری اور عطاء اور نخعی اور قاداتہ اور اوزاعی کا ہے اور ایک قوم کا یہ مذہب ہے
 الى انه يرحم محصنا كان او غير محصن وكذا المفعول به هو قول مالك واحمد استدلوا على ذلك بان الله تعالى
 کہ سنگسار کریں محصن کے لئے اور غیر محصن کے لئے اور قول مالک و احمد استدلوا علی ذلك بان اللہ تعالیٰ نے



اهلك قوم لوط بالرجم كما قال في محكم تنزيله وأمطرنا عليهم حجارة من سجيل فاحه الاستدلال ان شريعة
 قوم لوط كغيره من شعائر بل انما كانا من كتاب بن نوح انما هو اور برسا من بنه انبر بنهمان كمنكري
 من قبلنا شريعة لنا اذا قصته بلا انكار ولم يظهر نسخها وقد حكيت بلا انكار ولم يظهر نسخها بل انما كانا من كتاب بن نوح انما هو اور برسا من بنه انبر بنهمان كمنكري
 السلام قال من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به وانفق عليه الصحابة وان اختلفوا في كيفية
 فان اربعة من خلفاء احرقوه وهم ابو بكر وعلي بن عبد الله بن زياد وهشام بن عبد الملك ويروي عن ابى بكر انه قال
 عليه البيت وقال ابن عباس بنظر اعلی بناع فيرعى منه منكو ساثر يتبع بالحجارة لان قوم لوط اهلكوا اكدنا حيث
 حجت قريتهم ونكسنت بهم ولا شئت في اتباع الهدمهم حال نزولهم وذكر صدق الشريعة في ذلك الاحكام ان الصحابة
 اختلفوا في موجبة من الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع واتباع الاحجار وعند بعضهم
 ان كان فوق الجدار لکن يجوز على طريق السياسة حتى لا يبقى للوطى رخصة في الميل الى اللواط فان عدلوا ولم
 فيها عن ابى حنيفة ليس تخفة امرها فان حرمتها عندنا وعند جميع العلماء اعظم من حرمة الزنا بل لكون جنبها
 مكره في الطباع لان المحل مستقذر لا يميل اليها من له طبع سليم ولا تستدعى اجراء الامتناع عنها بل الكف عنها
 بالمانع الطبع كما اکتف به في اكل لرجيع وشرب لبون لکن لما كان في النفوس الخبيثة المتعدية لحد الله تعالى اقول لدا
 اليها ووجب الزجر عنها بابلغ وجه فانها في هذا الزمان قد ساءت في هذه الامة المجرية وانتشرت بين عربها وعلمها و
 جاهلها وخواصها وعلو اوبلغت مبلغا كانا يفتخرون بها ويلومون من لا امر دله ويطغون فيه ويقولون انه ليس يادى
 ولا مذاق له ويفتخرون بقيام الامرد بين ايديهم ويلبسونه احسن الثياب من المحرمات ليرى على الحسن
 الهيئة وقد روى انه عليه السلام قال من سره ان يمثّل الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار فان هذا الوعيد
 اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو پسند آئے کہ مردانے کے تصور برکے طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنی بیچک ووزن میں جاؤں بیچک یہ وعید

فی قیام الرجال فكيف في قيام المردة الذين لا يجوز النظر اليهم على ما ذكر في النوازل ان الغلام اذا كان صبيحا لا يجوز
 نكحون في قیام پر پھر مرد کے قیام پر جنکی طرف نہ دیکھا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ کیا ہونا ہے جتنا بچہ نوزل میں مذکور ہے کہ اگر مرد کا خوبصورت ہونا اسکی طرف دیکھا جائز نہیں ہے
 النظر اليه لما روى انه عليه السلام قال اياكم ومحالسة اولاد الاغنياء فان لهو صورة العورة وفتنتهم امتد من
 کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بچو اولاد اغنیاء کی ہم نشینی سے کیونکہ انکی صورت عورت کی سی ہے اور انکا فتنة

فتنة النساء وقد كفي ملقط الناصري ان الغلام اذا بلغ مبلغ الرجال لم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال ان كان
 عورتوں کے فتنة سے بچو اور ملقط ناصری میں مذکور ہے کہ اگر مرد کا جب عورتوں کی حد کو پہنچے اور خوبصورت نہ ہو تو اسکا حکم مرد کا سا ہے اور اگر

صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لا يحل النظر اليه عن شهوة واما السلام والنظر لا عن شهوة
 خوبصورت ہو تو اسکا حکم عورتوں کا سا ہے اور وہ عورت ہے سر سے پاؤں تک بنظر شہوت اسکو دیکھنا حلال نہیں اور سلام کرنے اور بے شہوت دیکھنے میں

فلا بأس به ولهذا لم يؤمر بالتحاق قد جاء في الاخبار ان عبد الله بن عمر كان جالسا في باب داره مع بعض اصحابه
 کہ نہ ہوا فتنة میں اور اسکی آگے اسکو نہ دیکھنے کا حکم نہیں ہے اور اخبار میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن عمر اپنے گھر کے دروازہ میں اپنے باروں کے ساتھ بیٹھے تھے

فراى غلاما صبيحا قد اقبل من السكة فقام ودخل داره فلما قالوا ذهب خرج من الدار فقبل له هذا من عندك
 سو انکھوں ایک لڑکا خوبصورت دیکھا کہ وہ اپنے گھر سے گیا تو گھر سے ہو کر گھر میں گھر گئے جب باروں نے کہا وہ جلا گیا تب گھر میں سے نکلے کیسے پوچھا اپنی طرف سے احتیاط ہے
 يا ابا عبد الرحمن ام سمعت شيئا من رسول الله عليه الصلوة والسلام فقال سمعت رسول الله عليه السلام يقول
 یا ابو عبد الرحمن یا کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جواب دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے

النظر اليهم حرام والكلام معهم حرام ومحالستهم حرام وقال القاضي سمعت الامام يقول ان مع كل امرأة شيطان
 کہ انکھوں کی طرف دیکھا حرام ہے اور بولنا حرام ہے اور ہم نشینی حرام ہے اور قاضی کتبی میں نے امام سے سنا ہے کہ تھے بیشک ہر عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور

مع كل غلام صبيح ثمانية عشر شيطانا وكان محمد بن الحسن صبيحا وكان ابو حنيفة يجلسه خلفه او خلف سائر الصبيح
 ہر خوبصورت لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان بچتے ہیں اور محمد بن الحسن خوبصورت تھے امام ابو حنیفہ باوجود مال نقوی اور کتبونی پیشینہ بچھا کرتے تھے باسجد کرسٹون کے پیچھے

حتى لا يقع عليه بصره فخافة خيانة العين مع محال تقواه وقال سفيان يكون في هذه الامة ثلاثة اصناف من
 تاکہ آنکھ نہ لگا نہ جیسے مبادا آنکھ سے خیانت ہووے اور سفيان کا قول ہے کہ اس امت میں تین قسم کے

اللوطين صنف ينظرون وصنف يصاحون وصنف يعاون والشرقي الصبيان الكثر من النساء لانهم
 لوطی ہونگے ایک قسم بچاؤ وال نظر باز اور ایک قسم دست بوسی کرنے والا اور ایک قسم عکسہ وال اور انکھوں میں بہت عورتوں کو بڑا فتنة اسلیے کہ اگر کسی کا دل

الى امرأة يمكن استباحتها بالنكاح والنظر الى وجه الصبي يورث المحب فلا يمكن استباحة اللواطه بوجه من الوجوه
 عورت پر نظر ہونے کا سبب اسکا سبب نکاح کے ممکن ہے اور انکھوں کو دیکھا جو عشق پیدا کرتا ہے تو لواطت کا سبب ہونا ہرگز کسی صورت میں ممکن نہیں ہے

فاذا غلب عليه حبه يرتكب الفعل القبيح ويكون من الهاكين المستهزئين بايات الله تعالى دينه اذ قد ثبت انهم
 پھر جب اسکا عشق غالب ہو جائے تو فعل بد کر لیا اور ہلاک ہو کر آیات اور دین الہی سے چل کر نیا لون میں ٹھہرے گا کیونکہ بعضی دفعہ دونوں میں نہایت

الاتصال يحصل فيهما من الاقتران والمخالطة مثل ما يحصل بين الزوجين حتى ان الفسقة يسمونها زوجين
 محبت ہو جاتی ہے اور ہر دم کی ملاقات اور ملنا جلتا ایسا ہوتا ہے جیسے میان بی بی میں بیانگ کہ فاسق بدکار انکو ختم چور نام رکھتے ہیں

ويقولون تزوج فلان بغلان والمحاضرون ليمعون قوه و يرون حالهم ولا يمنعونهم بل يضحكون ويهيجهم مثل ذلك
 اور کہتے ہیں فلان نے فلا نے کو جوڑ دیا ہے اور اس شخصے وال کی باتیں سنا کر ان میں اور کھال دیکھ کر انے ہیں اور منع نہیں کرتے بلکہ ہنس کرتے ہیں اور انکو ایسی چل بہت ہے

المزاح ولا يبالون بخروج الايمان والاسلام عنهم وقد قال قاضيان في فتاونه يكره بيع الغلام الامرد من اجل ان
 آنی لڑا یا بان لولا سلام ہا کی بیوی اسکا کچھ خیال نہیں کرتے اور قاضیان نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے امر غلام کا مرد فاسق کے ساتھ بیچنا مکروہ ہے

یعلم انه یبغض الله تعالی به لانه اعانة له عل المعصية واتفق العلماء من السلف والخلف علی كون اللواط حراماً
 بسکون ما تاتوا به من الله کانافران هر کیونکہ اسپین معصیت کی امداد اور تمام علمائے متقدمین اور متاخرین لواطت کو حرام کہتے ہیں
 لانه تعالی خلق الخلق ذکراً وانثی وخلق لكل منهما اعضاء لیصرف کل منهما کل واحد من تلك الاعضاء الی ما خلق
 کیونکہ اللہ تعالی نے خلق کو نر اور مادہ پیدا کیا ہے اور ہر ایک کو اعضاء الگ الگ دیے تاہم ایک نر و مادہ اپنے تمام اعضاء اور صرف نر کے لئے نہیں
 له وجعل لانثی محلاً للحرث كما اخبر به فی کتابه وقال النساء وحرث لكم قالوا حرثنا انما نشتتکم فیما یلیق قل ان یتصرف
 اور عورت کو محل پیدا کرنے کا بنایا چنانچہ اپنی کتاب میں مجذوبی ہذا فی المعنی تمہاری کہتی ہیں تمہاری سوجاؤ اپنی کہتی ہیں یہاں سے جا ہو بھر مائل کر کیا اللہ نے ہر ایک کو
 عضواً من اعضاءه الی غیر ما خلق له وهل یکن له الحرث فیما لیس محلاً للحرث فان قیل سلیمان والقلوب
 کسی عضو کو تمام اعضاء میں سے خلق اللہ سے بے محل صرف کرے محلاً کہتی ہیں کب ممکن ہے ایسی جگہ جو محل کہتی ہیں اس میں بھر کر کوئی کسے کہ یہ تو مانا کر لیا
 لیس محلاً للحرث لکنه محل لقضاء الشهوة واستیفاء الذمة فاذا کان مملو کالم لا یجوز لصاحبه ان یتصرف فیہ
 کہتی ہیں کا محل نہیں ہے لیکن محل قضاء و شہوت کا اور استیفاء لذت کا تو ہے پھر اگر وہ مملوک ہووے تو مالک کو اس میں ویسا تصرف کیوں نہیں ہوگا
 كما یتصرف فی سائر املاک من الماکولات والملبوسات فالجواب ان الانسان وان کان له ان یتصرف فی ماله لکنه
 جیسا اور تمام املاک میں تصرف کرتا ہے کھانے اور پہننے میں تو جواب یہ ہے کہ بیشک آدمی کو اگرچہ اسکے مال میں ہر طرح کا تصرف حاصل ہے مگر اسکو
 محجور عن التصرف التام فیہ لان مافی یدہ من المال لیس له فی الحقیقة بل هو فی یدہ عاریة اذین له فی الشرع ان
 غلام میں پورے تصرف سے ممانعت ہے اسلئے کہ جو مال اسکے قبضہ میں ہے حقیقت میں اسکا نہیں ہے بلکہ اسکے قبضہ میں مستعار ہے شرع سے یہ اجازت ہے کہ اس میں
 یتصرف فیہ بوجه و منیع عن التصرف فیہ بوجه اخر ولم یأذن له الشرع ان یتصرف فی هذا المحل المکروه لغایتہ خبائثہ و فی ہذا
 ایک طرح کا تصرف ہے اور ممانعت ہے کہ اسکی اور وجہ سے تصرف نہ کرے اور شرع نے اجازت نہیں دی کہ اس محل مکروہ میں تصرف کرے کیونکہ غایت مردگی خبائثہ و فی ہذا
 قدرته الا تری ان وطی الزوجة فی القبل مع کونه حلاً لا قدره مع المنع عنه حال الحيض لاجل کاذی بقوله تعالی
 نجات ہے کیا معلوم نہیں کہ جماع لیبانی کا قبل میں باوجودیکہ ملال ہے کبھی اس سے بھی ممانعت ہے جیسے حیض میں گندگی کے سبب سے واسطے ارشاد اللہ کے
 و لیسوا ناک عن المحیض قل هو اذی فاعذروا النساء فی المحیض فی ایام لیسیدة من الشهر فکیف لا یمنع عن
 اور بوجہ جیسے میں تجھ سے حکم حیض کا تو کہ وہ گندگی ہے سو تم پر ہے رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور وہ تمام عینے میں چند روز ہوتا ہے پھر کچھ گندگی ممانعت ہے اور اس
 موضع لا یفارق البنیاسة التی شد من حمال حیض صلا فاعلم من هذا ان مجرد المملک لا یقتضی التصرف فیما یأذن فیہ
 جگہ سے جہان سے تجارت بھلا نہیں دور ہوتا ہے جو کہ حیض کے خون سے زیادہ تر نجس ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف ملکیت ہی یہ نہیں ہو سکتی بلکہ بزمن اذن شرع کے ساتھ تصرف کیا کرے
 الشرع الا تری ان الامم المجوسیة او الوثنیة مع کونها محلاً للحرث لا یجوز لصاحبها ان یتصرف فیها بالتقبیل والتفخیر
 دیکھتا نہیں کہ لوئی مجوسیہ اسٹش پرست یا دینمیت پرست باوجودیکہ محل کہتی ہیں کہ ہر ایک اسکے مالک کو جائز نہیں کہ ان میں کچھ تصرف کرے پر سہ لینا اور تفخیر
 وغیرہا من جماعی الجماع وفضل عن الجماع وکذا البھیمة مع کونها محلاً لقضاء الشهوة لا یجوز مالکها قضاء الشهوة
 وغیرہ جماع کر لانا نہیں بلکہ جماع کرنا ان نسبت ہے اور ایسے ہمارے ہاں باوجودیکہ اس سے قضاء و شہوت ہو سکتی ہے پر مالک کو جو چاہے قضاء و شہوت حرام نہیں ہے
 فیہا اذا تقرر هذا فالواجب علی کل مسلم ان یحذر عن هذا الفعل البقیہ لما روی انه علیه السلام قال من عمل قوم لوط
 جیسا کہ ہر مسلم ہوئی تو ہر مسلم پر واجب ہے کہ ایسے عمل سے بچے کہ لوطیوں کا وہاں کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے قوم لوط کا سا عمل کیا
 یعد فی النار منکون سائر وی ایضاً انه علیه السلام قال اذا علا الذکر الذکر لذلک هذا العرش وتقول السموات من
 و فرخ میں اور نہ صاحبین کا جاویگا اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب نر پر نر چڑھتا ہے تو عرش کا تپ اٹھتا ہے اور اٹلاک کہتے ہیں
 یا رب یا ہلاکہ وتقول لارض یا رب مرنا ان نبتلعہ فیقول الله تعالی دعوا فان طریقہ علی و قوفہ بین یدی
 کہ یا رب تم کو ہلاک کر ڈالیں زمین کہتے ہیں کہ ہر ایک ہلاک ہو تو اسکو نکالو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کرنا ہے



وَرَوَى اِيضًا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَوْ اغْتَسَلَ اللُّوْطِيُّ بِالْبَحَارِ السَّبْعِ لَمْ يَجْعَلْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِأَجْنَابٍ وَذَكَرَ فِي الْقِتَابِ
اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لوٹھی اگرچہ ساتوں دریا میں نہا دے پر قیامت کے دن ناپاک ہی آویگا اور نقیادی

الصُّوفِيَّةُ عَنْ سَفِيَّانَ أَنَّ اللُّوْطِيَّةَ لَا تَكُونُ فِي الْجَنَّةِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى اسْتَبْعَدَهَا وَاسْتَقْبَحَهَا وَقَالَ لَأَسْتَبْقَكُمْ بِهَا
صوفیہ میں سفیان سے نقل ہے کہ لوٹ جنت میں نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت مستبعد اور بدتر ٹھہرایا اور فرمایا تم سے پہلے نہیں کی
مِنَ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ وَسَمَّيْتُهَا خَبِيثَةً حَيْثُ قَالَ وَتَجَنَّبْتُهَا مِنَ الْقُرْبَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثُ الْجَنَّةَ مَرَّةً
یکسی نے جہان میں اور اسکا نام خبیثہ رکھا جہاں کہ بیان کیا ہے اور یہاں لکھنے اسکو اس فہر سے جو کرتے تھے گندہ کام اور جنت میں

عَنِ الْخَبَائِثِ قَبْلِ قَدِّ يَعْلَمُ مِنْ هَذَا أَنَّ الْجَنَّةَ لَكُنْهَا طَيِّبَةٌ لَطِيفَةٌ فِي غَايَةِ اللِّطَافَةِ إِذَا كَانَتْ لَا تَقْبَلُ لِلْوُطَاةِ
عبثت کا کیا ہے تو یہی ہے تقریباً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت چونکہ طیب اور غایت درجہ کی پاکیزہ نر ہے جب اس میں لوٹ نہیں ہو سکتی
لَكُنْهَا ضَلَا خَبِيثًا يَلْزَمُ أَنْ لَا يَقْبَلَ مِنْ يَفْعَلُهَا فِي الدُّنْيَا لِكُونِهِ خَبِيثًا حَسِيسًا فِي غَايَةِ الْخَبَائِثِ وَالْخَسَاسَةِ لِأَنَّ
کیونکہ اس خبیث ہر تو لزم آتا ہے کہ کجائیش نہواں اسکی جو دنیا میں لوٹ کرتا ہے کیونکہ غایت درجہ کا خبیث اور خبیث ہے اسلئے کہ

الْمُتَّصِفِ بِالْخَبِيثِ حَيْثُ إِذَا انْتَدَارَ كَمَا أَنَّ اللَّهَ بِالتَّوْبَةِ النَّصُوحِ الْمَالِحِيَةِ لِجَمِيعِ الذُّنُوبِ الْمَجْلِسُ الثَّمَانِي
جو خبیثت کا کام کرے وہ خبیث ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ توبہ خالص سے اسکا بدلہ کر دے جس سے تمام گناہوں سے بچ جائے ہے

وَالسَّبْعُونَ فِي بَيَانِ حُرْمَةِ شَرْبِ الْخَمْرِ بَيَانِ عَقُوبَتِهَا وَسَائِرِ الْمُنْكَرَاتِ

میں بیان شہاب کی حرمت اور اسکی عاقبت کا اور تمام منکرات کا

قَالَ سَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا مِنْ دُنْيَا بَيْنَ دُنْيَا فِي شَرْبِ الْخَمْرِ فِي الدُّنْيَا فَاتَّوَعَّدَ اللَّهُ نَبِيًّا مِنْ دُنْيَا بَيْنَ دُنْيَا فِي الْآخِرَةِ هَذَا الْحَدِيثُ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے دنیا میں شراب پی بھر گیا اور ہمیشہ پیتا رہا اور توبہ نہ کی توفیامت میں اسکو نہ پی سکے گا

مِنْ صَحَابَةِ الْمَصَابِيحِ رَوَاهُ ابْنُ عَمْرٍو مَعْنَاهُ أَنْ مَنْ دَاوَمَ عَلَى شَرْبِ الْخَمْرِ فَاتَّوَعَّدَ اللَّهُ نَبِيًّا مِنْ دُنْيَا بَيْنَ دُنْيَا فِي الْآخِرَةِ هَذَا الْحَدِيثُ
صحابہ کرام صحیح صحیح بن ہر ابن عمر کی روایت سے اور اسکے ہستی میں جو ہمیشہ شراب پیتا رہا بھر گیا اور توبہ نہیں کی توفیامت میں نہیں بچا اور نہ وہاں کی شراب

مِنْ خَمْرٍ هَلَاكَ نَوْعًا مِنْ شَرَابِهَا الْخَمْرُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَأَنْفَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٌ لِلشَّارِبِينَ يَعْنِي أَنَّ فِي الْجَنَّةِ
نصیب ہوگی اسلئے کہ ایک قسم وہاں کی شراب خمر ہے بدیل اس آیت کے اور نوزن میں شراب کی جس میں مزہ ہرچیزے دلوں کا مراد ہے کہ جنت میں

أَنْفَارًا مِنْ خَمْرٍ لَذِيذًا لَيْسَ فِيهَا كِرَاهَةُ الطَّعْمِ وَالرَّيْحِ وَلَا غَائِلَةُ السُّكْرِ وَالْخَمَارُ وَأَمَّا هِيَ تَلَذُّ مَحْضٌ
مذہ اور شرابوں کی نوزن میں نہ آتا اور اور بوجہ اور خمار کا اور وہ شرابوں کا مزہ

يَتَلَذُّ بِهَا الشَّارِبُونَ فَمَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُ يَشْرَبُ مِنْهَا وَلَا يَكُونُ مَحْرُومًا عَنْهَا فَيَكُونُ عَدَمُ شَرْبِهَا
پینے والے نرا اڑاؤ گئے بھر جنت میں جا دیکھا وہ بالضرور پیوگا اس سے محروم ہرگز نہ ہو دیکھا اب نہ ملنا شراب کا

مِنْهَا كِنَايَةٌ عَنْ عَدَمِ دُخُولِهِ فِيهَا بِسَبَبِ شَرْبِ الْخَمْرِ فِي الدُّنْيَا لِأَنَّ خَمْرَ الدُّنْيَا حَرَامٌ نَجَسٌ غَلِيظٌ لَا يَدْخُلُ
اشارہ ہے کہ دنیا کی شراب پینے سے جنت میں نہ جا دیکھا کیونکہ دنیا کی شراب حرام ناپاک غلط ہے اسکا پینا حلال نہیں

شَرِبَهَا وَمَنْ شَرِبَ مِنْهَا طَائِعًا وَلَوْ قَطْرَةً يَهَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ وَهُوَ ثَمَانُونَ جَلْدَةً لِلْحَرِّ وَنُصْفًا لِلْعَبْدَانِ لَمْ يَضْرِبْ
ہے اور جو شخص بہ طیب خاطر اگرچہ ایک قطرہ بیوسے اسی حد جاری کجا دے گی پینے اتنی درتے آزاد کے اور چالیس درتے غلام کے اگر دنیا میں نہ لگے

فِي الدُّنْيَا يَضْرِبُ فِي الْآخِرَةِ بِسَيِّطِ مِنَ النَّارِ عَلَى رُؤُسِ الْأَشْهَادِ وَيَكْفُرُ بِمَسْجِدِهَا وَيَحْرِمُ بَيْعَهَا وَشُرَاؤَهَا وَأَكْلَ
تو آخرت میں اگر کھجکے سانے لگین کے اور جو شخص ظلال سبجے وہ کا فر ہے اور اسکا بیچنا اور خریدنا اور اسکی قیمت

تَمْنِهَا وَيَمْنَعُ أَهْلَ لَذَّةِهَا مِنْ أَطْعَامِ شَرِبَهَا وَيَعْمَلُ بِهَا وَقَدْ ذَكَرْنَا فِي كِتَابِ الْفَقْهِ أَنَّ اجَارَةَ بَيْتٍ بِالْأَمْصَارِ وَبَعْتَهَا
کافی سب حرام ہے اور ذمہ لوگ بڑھاپنے اور بیچنے نہ پاویں اور نہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ وہ ناپاک اور بیچنا

شہادت میں اور ہمارے فریضہ میں

من ینبع فیہ الخمر مسلماً کان او کافر لا یجوز لانه امانه علی المعصية وقد قال الله تعالی تعاوتوا علی البیت
شراب فروں کے حکم ہو یا کافر یا زنیہن ہر اس واسطے کہ مصیبت کی ادا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے اور آپس میں مدد کر دیکر کام ہے

والمقوی ولا تعاوتوا علی الایم والعدوان وما نقل عن ابی حنیفة انه جوز ذلک فی السواد فرأه بالسواد علی
اور ہمیں ہماری پلادہ مدد نہ کرو گناہ ہے اور زیادتی ہے اور روایت جو ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ سواد میں بیچا جائز ہے سو انکی مراد سواد سے

ما صرح به العلماء سواد الکوفة لان غالب اهلها کان اهل لذمة واما سواد بلادنا فاعلام الاسلام فیها
موافق تصریح علماء کے گروہ کو ذکا ہے اس لیے کہ اکثر باشندے وہاں کے فرما تھے اور ہر گروہ ہمارے شہر میں کا سوا اسلام کے نیز بیان

ظاہرة فلا یکنون فیہا کما لا یکنون فی الامصار وهو الصیحة وقد ذکر فی نصنا الاحتساب ان المحتسب لو احرق بیت
غالب میں بیان کیے لیے اتنی قدرت کمان جیسے شہر میں قدرت نہیں ہر اور جی جی ہے اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ محتسب اگر ایسا مکان جو

الخیار المشہور لا یضمن اذا علم انه لا ینجز بدنه لتعینہ طریقاً للحسبة نعم ان اصحابنا صرّحوا عنہم فی
شراب خانہ مشہور ہر جھونک سے تو ظہان نہیں آتا اگر کسی کے بدن اس کے نہ ہاڑاؤ گناہ کی نہ بھی طریقہ احتساب کا ہے ان ہمارے علماء سرور باب جلاوتی

احراق البیت شیء وانما ورد عنہم هدم البیت وكسر الدنان لكن ذکر فی الفصل الثامن من کتاب الصلوة
کمال خانہ کے کوئی اور شہر ہے اگر کسی کو کمال خانہ کو گرا دے اور کھلی پھوڑ دے لیکن محبت کی آٹھویں فصل میں کتاب الصلوة سے

من المحیط انه علیه السلام قال لقد هممت ان اخرج الیصلی بالناس من انظر الی قوم یتخلفون عن الحج فاحرق
مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص سے اسے اور نماز جماعت کو مقرر کر دین اور میں ان لوگوں کو نہ کہوں جو جماعت سے پیچھے جاتے ہیں پھر ان کے گھر

بیوتهم وهذا الخبر يدل علی جواز احراق بیت من یتخلف عن الجماعة لان التعم علی المعصية لا یجوز من الرسول لانه
پھر ایک اور ایسے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر جماعت کا گھر پھونک دینا جائز ہے اس واسطے کہ عزم مصیبت کا رسول سے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بھی

معصية فاذا علم جواز احراق البیت علی ترک السنة المؤکدة فما ظنک فی احراق البیت علی ترک الواجب و
مصیبت ہے ہر جھونک گھر کا پھونک دینا سنت مؤکدہ کے ترک سے جائز ہے تو اب گھر جلانے میں ترک واجب اور فرض پر حیرت اخیال نہ کر

الفرض وقد ذکر فی الباب الثلثین من شرح ادب القاضی للخصاف ان عمر خطب الناس يوماً فقال یتغنی فی بیت
ہے اور خصاف کی شرح ادب القاضی کے تیسرے باب میں مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز لوگوں کو خطبہ لکھایا گناہ میں سے گناہ ہے

فلان وفلان مسکرانی یتی بیوتہما فان کان حقا احرق بیوتہما وھما رجلان رجل من قریش ورجل من
کہو خانے اور فلان کے گھر میں شراب پورے میں انکی تلاش ہوگا اگر سچ نکلا تو ان کے گھر پھونک دوگا اور وہ شخص ایک تو قریش میں سے تھا اور ایک

تقیف فسمم القریشی بذلک فحذر وولخرج ما فی بیتہ من المسکر وراقہ ولم یعمل لتقی وکان اسیدہ مرشد افان
تقیف میں سے سو قریشی نے یہ بات سن پائی ڈرا اور جڑا کے گھر میں نشہ تھا سب پھینک دیا اور تقی نے کچھ پروا نہ کی اور اسکا نام مرشد تھا پھر

عمر بیت القریشی فلم یجد فیہ شیء من المسکر واتی بیت التقی فوجد فیہ خمر فاحرق بیتہ ال ما انت
عمر نے قریشی کے گھر کی تلاش کی تو نہ کچھ پھونکا اور تقی کے گھر گئے تو وہاں شراب موجود تھی سو اسکا گھر پھونک دیا اور فرمایا تو مرشد

بمرشد علم من هذا الاثر ان المحتسب اذا بلغه خبر من المنکرات یتغنی لہ ان یعلنہ ویبذہ علیہ لان عمر
نہیں ہے اور اس اثر سے معلوم ہوا کہ محتسب جب منکرات کی خبر سنے تو اسکو چاہیے کہ مشہور کرے اور ہر گاہ کہ کیونکہ عمر نے

لما بلغه خبر المسکر اعلنه فی خطبته ووعظه وھذا علیہ باحراق البیت و تعظ القریشی ولم یحرق بیتہ
جب شراب کی خبر سنی تو خطبہ اور وعظ میں ظاہر کیا اور گھر پھونک دینے سے روکھا یا اور قریشی نے تو نصیحت ہی اسکا گھر کیا

ولم یتعظ التقی فاحرق بیتہ لانه ہذا بہ فلا یلیق بالسیاسة ان یبذہ بشیء لثرا لاتی بہ وروی ان قرآن
اور تقی نے نہ ہند مانی سو اسکا گھر جلا دیا کیونکہ یہی ممکن ہی تھی پھر سیاست کے فلان ہر کہ وہی تو دیے اور اس پر عمل نہ کرے اور روایت ہے

اهل الشام شربوا الخمر قالوا هي لنا حلال لانه تعالى قال ليس على الذين آمنوا و عملوا الصالحات جناح فيما طعموا
 اصل شام میں سے چند تہذیبوں اور کئی لوگوں کو ملا کر اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے انہیں گناہ جو کچھ پیئے کھا کئے
 فكتب فيهم الى عمر بذلك وكتب عمران ابغثوا بهم الى فلما قدموا جمع لهم عمر بن الخطاب رسول الله عليه السلام
 سر بن عمر کے پاس لکھی آئی عمر نے جواب لکھا کہ ان کو یہاں بھجور جب وہ آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر کے
 وشاورهم فيهم فقالوا يا امير المؤمنين انهم افتروا على الله تعالى وشروعوا في دينه ما لم ياذن به فافترعنا
 مشورہ کیا ب نے کہا یا امیر المؤمنین ان لوگوں نے اللہ پر افتراء کیا اور اس کے دین میں نیارا ستہ نکالا جسکی اجازت نہیں ہے سو انکو قتل کر
 وعلى في القوم ساكت فقال له عمر اتری فيهم يا علي فقال اری ان تستيبهم فان تابوا فاضرب كل واحد منهم
 اور علی رضی اللہ عنہ سب میں چپ تھے عمر نے ان سے پوچھا یا علی انکے اب میں کبھی کیا را سے ہے کیا میرے نزدیک ان سے توبہ کراؤ اگر توبہ کریں تو ہر ایک کو
 ثمانين جلدًا وان لم يتوبوا فاضرب اعناقهم فاستنابهم فتابوا و ضرب كل واحد منهم ثمانين جلدًا والجواب
 اسی اسی دتہ مارو اور اگر توبہ نہ کریں تو انکو قتل کر دو سو ان سے توبہ کرائی تو انہوں نے توبہ کی اور ہر ایک کے اسی اسی دتہ مارے اور جواب
 عن كلابية التي استدلوا بها على اباحه الخمر ما روى عن ابن عباس انه قال لما نزل تحريم الخمر قالوا يا رسول الله كيف
 اس آیت کا جس سے انہوں نے اباحت خمر پر حجت کی تھی یہ روایت ہے ابن عباس سے کہ جب شراب کی حرمت قرآن میں آئی تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 يا خواننا الذين ما تو اوهم يشربون الخمر فنزل قوله تعالى ليس على الذين آمنوا و عملوا الصالحات جناح فيما طعموا
 ہمارے بھائیوں کا کیا حال ہو گا جو مر گئے اور شراب پیتے تھے تب یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے انہیں گناہ جو کچھ پیئے کھا کئے
 يعني ان الذين شربوا الخمر قبل تحريمها الا انهم عليهم انما الاثم على الذين يشربونها بعد تحريمها فان قيل تحريم
 مراد یہ ہے کہ جنہوں نے حرام ہونے سے پہلے شراب پی وہ گنہگار نہیں ہیں گنہگار وہ ہیں جو بعد حرمت کے پیئے ہیں اگر کوئی کہے کہ حرمت
 شرب ما يزل للعقل لذي هو ملاك معرفة الله تعالى وشكر نعمه حسن لا شبهة فيه فلو كان حلالا للامم
 ایسی چیز کے پینے کی جو عقل کو کھو دیوے کہ وہ معرفت الہی اور نعمتوں کے شکر کی جڑ ہے بہت خوب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں جو یہ سبلی امتوں کو واسطے کیوں ملا علی
 السالفه مع احتياجهم الى الخ لكان جواب ان العقل لا يزول بشرب القليل منه وانما يزول بالسكر والسكر حرام
 اسکے وہ بھی تو حاجت مند تھے شراب یہ ہے کہ تھوڑی سی میں عقل کم نہیں ہوتی عقل جب ہی جاتی ہے کہ نشہ جڑھے اور نشہ
 في جميع الاديان لكن القليل من الخمر قد حرمت على هذه الامم المشهورة لهم بالخيرية كرامة لهم من الله تعالى
 تمام دینوں میں حرام رہا لیکن اس امر کو حق میں جسکی عمرنگائی گواہی گذر چکی ہو تھوڑی سی شراب بھی حرام ہو گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرامت ہے
 لثلا يقعوا في الخطور الذي هو السكران قليلا يدعوا الى كثيرها وهذا من خواصها وليذا يزداد لذة شاربها
 تاکہ نشہ میں جو کہ منہ سے بہتا ہو جاوین کیونکہ تھوڑی سی شراب بہت کامزہ لگا دیتی ہے یہی اسکا خاصہ ہے اسی لیے شرابی کا مزہ
 بالاسكتان منها بخلاف سائر المشروبات فان قيل لداعي المذكور كان موجودا فيها فلم يمتدحها ابتداء ولم تحرم
 شراب پر جان سے بچا جانا ہی غلطان تمام دینوں کے اگر کوئی کہے کہ وہ ایسی یعنی خاصہ مذکور تو اس میں ہمیشہ موجود تھا پھر پہلے ہی ابتدا سے اسلام میں کیوں حرام ہوئی
 بالتدريج فالجواب ان الشهادة بالخيرية لم تكن اذ ذاك واما التدبير الطارى فثلا يقع التفرقة عن الاسلام فانهم
 اور پھر آہستہ آہستہ کیوں حرام ہوئی تو جواب یہ ہے کہ عمرنگائی گواہی ابتدا میں کمان تھی اور یہی آہستگی ہو اس لیے کہ اسلام کی نفرت دلیلیں نہ آ جاوے کیونکہ وہ لوگ
 في جاهلية كانوا مؤلفين بشربها فكونهم مؤلفين بشربها اظهر الله تعالى فضله واحسانه ولم يجرمهم اذ وقعوا
 جاہلیت میں شراب کے پڑے شوقین تھے تو انکے شوق کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں فضل اور احسان ظاہر فرمایا کہ ایک سخت حرام نہ کی
 بالالتدريج حتى تواردت في شأنها اربع ايات نزل في مكة قوله تعالى ومن شراب الخيل والاعناب تتخذون
 بلکہ تدریج سے حرام کی یہاں تک کہ شراب کی اب میں چار آیتیں اتریں مکہ میں توبہ آیت آئی اور میووں سے بھجروں کے اور انگوروں کے بناتی ہو



منه سكر اذرت فا حسننا والمراد من السكر الخمر فقال كبراء الصحابة لو كان فيه اخير لم يتميز من الرزق الحسن
 اس سے نشہ اور روزی خاصی اور سکر سے شراب مراد ہے بڑے بڑے فہیم صحابہ قائل ہو کہ اگر شراب میں کچھ خلیا ہوتی تو رزق حسن سے الگ کیوں ہوتی
 فتركوها وحفي على غيرهم ان توصيفا لمعطوف بالحسن لا يخلو عن الدلالة على ان بنى المعطوف عليه بفتحها فاعلم ان
 سو انھوں نے ترک کی اور لوگوں پر یہ امر پوشیدہ رہ گیا کہ معطوف کو مومن جن میں خرابی سے یہی دلالت ہے کہ معطوف علیہ میں کچھ نہ کچھ برائی ہو سو انھوں نے یہی نہج ہوی
 ثم ان عمر و معاذ و نفر من الصحابة قالوا يا رسول الله اقتنا في الخمر الميسران احداهما مذهب للعقل والاخر تلاف
 پھر عمر اور معاذ اور کئی اور صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سکر کو شراب اور خمر سے کا حکم بناؤ بیشک ایک ہی عقل کو دیتی ہے دوسرا مال تلف
 للمال فاذل قوله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيها مآثم كبرى ومنافع للناس انهما ما اكبر من نعمهما
 کرتا ہے تب یہ آیت آئی تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب اور خمر سے کبھی ہیں لوگوں کو اور انکا گناہ فائدہ سے بڑا ہے
 فانه تعالى حرمهما بل حرمها وبنه بذلك على ان اجتنابها اولى من اقتراهما لان الحكمة في الاموال اغلب فاصنع كذا
 اس آیت میں بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور خمر کو حرام نہیں کیا بلکہ اسکی بھڑکی اور اس سے گناہ کیا کہ شراب سے گناہ کرنا بہ نسبت برتنے کو اولے ہو ایسے سکر میں حکم غالب ہے تو باہر بھڑکتی ہو
 منهم عنها فقالوا الاحاجة لنا فيه التركيب وقال بعضهم ناخذ نفعها ونترك اشها فلم يمتنعوا عنهما ثم ان
 دونوں سے باز آئے کہہ کر انکو اسکی کچھ حاجت نہیں جس میں بڑا گناہ ہوتا ہو اور بعضے لوگ کہنے لگے ہم انکا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور گناہ ترک کرتے ہیں سو دونوں سے باز نہ آئے پھر
 عبد الرحمن بن عوف و صنع طعاما فدعا جماعة من الصحابة وانا هم بنجر فشربوا وسكروا وحضرت صلوة المغرب فقد هو
 عبد الرحمن بن عوف نے منیاف کا کھانا بنا کر ایک جماعت صحابہ کو طلب کیا اور شراب پیش کی پھر سب نے یہی اور مست ہو گئے اور وہیں مغرب کا وقت ہو گیا تو انہوں نے ایک کلام کیا
 احد هم فقرأ قل يا ايها الكفرون اعبدوا تعبدن هكذا الى اخر السورة بحذف لا فاذل قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا
 اُسے اسطور بڑھاتے یا ایہا الکافرون اعبدوا تعبدن و ان آخر سور سے تک اس جماعت نے لفظ لا کا نہ بڑھا
 لا تقربوا الصلوة و انتم سُكْرٰى فهدى الآية اشد من الاولى لانه تعالى حرم فيها السكر في موقيت الصلوة لا مخرج
 نزدیک نہ پہنناز کے جب نگو نشہ ہو یہ آیت پہلے آیت سے تیز ہے ایسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اوقات نماز میں نشہ حرام کر دیا ایسے کہ آل
 النهى ليس هو المقيد مع بقاء القيد مخصصا بحاله بل مخرج النهى مما هو المقيد مع بقاء المقيد لانما بحاله لان
 نہی کا مقید نہیں ہے اگر قید جو ن کی تو ن مخصص رہے بلکہ آل نہی کا وہ قید ہے مقید سمیت لازم بحال کیونکہ
 الصلوة كانت على المؤمنين كيتا موقوتا فكانه تعالى قال يا ايها الذين آمنوا لا تشكروا في اوقات الصلوة فترك
 نماز مسلمانوں پر فرض وقت بند ہے ہوا ہے تو گو یا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے ایمان والوں نماز کے وقت نشہ مت کھاؤ
 اكثرهم شربها فشربها اقلهم في غير اوقات الصلوة فمنهم من كان يشربها بعد صلوة العشاء فيصبر وقد زال عنه
 شراب فبنازك كما اور کچھ لوگ سوائے اوقات نماز کے پیتے رہے پھر بعضے ایسے تھے کہ نماز عشاء کے بعد پیتے صبح ہوتے تک نشہ اتر جاتا
 السكر ومنهم من كان يشربها بعد صلوة الصبح فيصبر عند صبحي وقت الظهر فخلا اكثر اوقاتهم عن الشرب فسهل
 اور بعضے صبح کی نماز کے بعد پیتے تو وہ ظہر کے وقت تک ہوشیار ہو جاتے سو انکا اکثر وقت شراب سے صاف جاتا تھا اس میں دشواری
 نقلهم الى التحريم المطاق ثم ان عتبان بن مالك دعار جالا من المسلمين وسئوى لهم رأس بعير فاكلوا وشرعوا الخمر
 حرمت مطلقہ کے اپنے سہل ہو گئی پھر عتبان بن مالک نے کئی شخص مسلمان بلا کر انکی لیے اونٹ کے سیرنی کھوتی پھر انہوں نے کھانا کھایا اور شراب پیا
 فلما سكروا تفاخروا وتناشدوا الاشعار وكان فيهم سعد بن ابي وقاص فانشد شعرا فيه هجاء الا نصار فاخذ رجل
 جب مست ہوا اپنے اپنے دشمنی کرنے لگے اور شعر پڑھنے شروع کیے اس جماعت میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے انھوں نے انصار کا ہجو کہ شروع ہونے شروع کیے پھر ایک شخص نے
 منهم لحي لبعير فضرب به رأس سعد فشيخه موضحة فانطلق سعد الى رسول الله عليه السلام فشكى اليه وكان
 انہیں سے اونٹ کا جیرا لیکر سحر کے سر پر لپٹا کر سر کھل گیا پھر سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اگر زیادتی اور

یعنی ان شارب الخمر اذا سکر بجری علی لسانه کلمة الکفر فانه وان لم یعتبر ان تداخ فی حال السکر عدم القصد
 مراد یہ ہے کہ شرابی جب سست ہوتا ہے تو اسکی زبان بے فکر کفر کا آواز دے سکتی ہے اور اعتقاد نہ ہونے سے اگرچہ اسکی ارادہ کا اعتبار نہیں ہے
 والا اعتقاد لکن یتعود لسانہ ذلک ویخاف علیہ عند الموت ان یجری علی لسانہ کلمة الکفر ویخرج من اللہ علی
 یہ اسکی زبان کو عیادت پر جاتی ہے اس پر یہ خوف ہوتا ہے کہ مرتے دم بھی اسکی زبان سے کلمہ کفر کا نکلے اور دنیا سے کافر ہو کر جاوے
 الکفر لان الذم ما ینزع الایمان من العبد عند الموت لیس لاسبیب ذنوبہ التي فیعلم ان حیاتہ فیبقی فی النار
 کیونکہ اگر آدمی کا ایمان مرتے وقت جو کچھ ہوتا ہے سو صرف اسبب گناہوں کے جو زندگی بھر کرتا رہا ہے پھر ہمیشہ کو روزخ میں بڑا رسیکا
 ابد و قد روی ان اهل النار یساقون الی النار فاذا ادنوا منها یتقبلہم الملائکة بمقامع من حدید فاذا
 اور روایت ہے کہ دو وزنیوں کو جب دوزخ کی طرف لیجاتے ہیں جب وہ دوزخ سے نزدیک ہو جاتے ہیں تو سامنے سے فرشتے لوہے کے تلیکے آتے ہیں جب
 دخلوها لا یتقے منهم عضوا الا یرمہ عذابا ما حیاة شہشہ و اما لعقرب تسعة او نار تسفعه او ملک
 وہ دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں تو انکا کوئی ٹکڑا نہ رہتا کہ اسکو عذاب نہ ہو یا تو اسکو سانپ دسٹا ہو یا بچھو ڈنک مارا ہو یا لک جلا کر کوٹھکر دئی ہو یا فرشتہ
 یضربه بمقمع فاذا ضربہ الملائکة ضربة یھوی فی النار مقدار ربعین عاما لا یتبع قرارھا و قعرھا ثم یرفعہ
 گزے مارتا ہے جب اسکو کشتہ ایک چوٹ لگاتا ہے تو چالیس برس کی مسافت پر آگ کو اندر دھنسن جاتا ہے ابھی اسکی تڑکھ نہیں پونچھا کہ آگ کی لپٹ
 اللہب فاذا یدار رأسہ یضربه الملائکة ضربة اخری فیھو فی النار مقدار ربعین عاما ما شاء اللہ تعالیٰ ان یعذبوا تم
 پھر اچھا لڑتی لڑتیں اسکا سر لٹکا کر فرشتہ دوسری چوٹ لگاتا ہے پھر آگ میں اتر جاتا ہے پھر یہی عذاب ہوس جاتا ہے جب تک مرضی الہی عذاب پینے کی ہوگی پھر
 یدعون خزنة جہنم قائلین لهم ادعوا ربکم فیکف عنا تو ما من العذاب فلا یحبونہم ثم یدعون مالکا فلاح
 پھر وہ دوزخ کی تعینا تھوں کو پکار کر یہ کہینے لگتا ہے انکو اپنے رب سے کہہ لیا کرے ایک دن تم کو عذاب سو وہ کہو جواب نہ دینگے پھر وہ مالک کو پکارینگے وہ بھی
 یحبیبہم فبقولون قد دعونا الخزنة ودعونا الملائکة فلم یحبیبونا اھلہم و اقلنج فلا یغنی عنہم ثم یقولون اھلموا
 جواب نہ دینگا پھر کہینگے تم تعینا تھوں کو پکارینگے اور مالک کو پکارینگے سو کوئی جواب نہیں دینا آدیم ہی فریاد کریں سو کچھ فائدہ نہ ہوگا پھر کہینگے آؤ
 فنصبر فیصبرون ولا یغنی عنہم فبقولون سواء علینا اخرجنا ام صبرنا ما کنامن فیھ من فی هذا العذاب
 صبر کریں پھر صبر کریں اور کچھ فائدہ نہ ہوگا پھر کہینگے برابر ہے ہمارے حق میں ہم بقراری کریں یا صبر کریں ہکو خلاصی نہیں پس یہ عذاب
 ان کان للکفار لکن المسلم اذا شرب الخمر جری علی لسانہ کلمة الکفر و یتعول لسانہ ان یتکلم بکلمة الکفر
 اگرچہ کفار کے لیے ہے لیکن مسلم بھی اگر شراب پیتا ہے تو اسکی زبان سے کلمہ کفر کا نکل جاتا ہے اور اسکی زبان کو عادت پر جاتی ہے کہ کلمہ کفر کا بجا کرے
 فیذرعنہ الایمان فیصید من جملة الکفار فیبغی ابدان فی عذاب النار فیبغی للمؤمن ان یمتنع عن شربھا و
 سو اسکا ایمان جاتا ہے اور کفار میں داخل ہو جاتا ہے پھر ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہے گا اب سو من کو چاہیے کہ شراب پینے سے باز رہے اور
 ینقطع عن شربھا و یتفکر فی هول یوم القیمة فان من یتفکر فی ہولہ لا یمیل قلبہ الی شربھا و الی صحبہ من
 شرابی کے پاس نہ بیٹھے اور قیامت کے حوال کا خیال رکھے کیونکہ جو شخص قیامت کے حوال کا خیال رکھتا ہے اسکا دل شراب پینے کو چاہے نہ شرابی کی صحبت
 شربھا لکن لا ید من معرفہ حقیقتھا و ہل لتی من ماء العنب ذاعلا و اشتد قذف بالزبد اذا لم یقذف بالزبد
 لیکن شراب کی حقیقت بھی دربانٹ کرنی چاہیے شراب وہ جو انگور کے ٹبرہ کی ہوتی ہے جب خوب جوش کھا کر گرانے لگے اور جب تک کف نہ گرنے لگیں
 لا یصیر خمر اعدابی حنیفة و عندھا اذا اشتد یصیر خمر او ان لم یقذف بالزبد و اما المثلث و هو ما یطبخ
 امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر نہیں ہوتی اور صاحبین کے نزدیک جب خوب جوش کھا ہو تو خمر ہوتی ہے اگرچہ کف نہ لگیں اور مثلث وہ ہوتی ہے کہ انگور کا شہیرہ
 من عصا العنب حتی ذب ثلثا و بقی ثلثہ ثم غلا و اشتد صار مسکرا فعند محمد اکثر الفقہاء قلیلہ و کثیرہ
 کچھ پکے ہوئے تھیلے کے ایک تھالی رہ جاوے پھر خوب جوش کھا کر مسکر ہو جاوے سو امام محمد اور اکثر فقہاء کے نزدیک اس میں سے

حرام وكذلك ما هو مسكر من كل شراب سوا ما كان مأخوذاً من الحبوب كالخمر والشعير والذرة او من الايمان
سب حرام اور ایسی ہی ہر ایک شراب میں سے جو مسکر ہو برابر ہر کدو سے ہنسا ہو جیسے کبیر اور جوار اور جوار

والعسل والتين وعند ابی حنیفة وابی یوسف یحل شربه ما لم یسکر واذ السکر المثار یحل شربه حتى قال
اور شہد اور انجیر اور انام اور حنیفہ اور انام ابو یوسف کہ نزدیک جب تک کہ نہ لادے پینا حلال ہے اور جب پینے والے کو مست کر دے تو پینا حلال نہیں ہے یہاں تک کہ

ابو الیث فی تنبیہ الشارب المطبوخ اعطه ذنبا واثما من شارب الخمر لا یحرم فی ان یشر الخمر الحرام فیصد
ابو الیث نے من کتابہ کہ مطبوخ کا پینے والا بڑا گنہگار ہے شراب پینے والے سے ایسے کہ شراب پینے والا قائل ہے کہ پینے شراب حرام ہے سو وہ

فلتقاو شارب المطبوخ یشر بالمسکر ویراه حلالا ولا یجمع المسلمون علی ان شرب المسکر حرام واذ استحل ما هو
فاسق ہوتا ہے اور مطبوخ پینے والا مسکر شارب اور حلال جانتا ہے اور مسلمان اس پر سب متفق ہیں کہ مسکر کا پینا حرام ہے اور جب حرام بالانہج کو حلال کہے

حرام بالاجماع یصد کافر وشراب المطبوخ ما لم یسکر بما یحل ذالم یقصد به اللہو الطرب لما اذا قصد به اللہو
تو کافر ہوتا ہے اور مطبوخ غیر مسکر کا پینا جب ہی تک حلال ہے کہ اس سے سو اور طرب مقصود نہ ہو اور اگر نیت ہو اور

الطرب فلا یحل شربه حتی سئل عنہ ابو حفص البکیری قال لا یحل شربه فقیل لمخالفت الشیخین فقال لا لانی
طرب کی یہی نیت ہو تو حلال نہیں ہے یہاں تک کہ ابو حفص کیسے پوچھا تو کہا اسکا پینا حلال نہیں ہے کیسے کہا شیخین کے خلاف کہتے ہو جواب دیا نہیں ایسے کہ وہ دونوں

کانا یحلانہ لاستمراء الطعام والناس فی زماننا یتربونہ للفقو والتلوی فعل من ہذا ان الخلاف فیما قصد به التقوی
ہر قسم طعام کے لیے حلال کہتے تھے اور اس زمانے کے لوگ جو اور لوگوں کے لیے پیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خلاف اس صورت میں ہو کہ مقصود عبادت کی نیت ہو

علی العبادۃ واما اذا قصد به التلوی فلا یحل اتفاقا بل اذا شرب الماء وغیره من المباحات بلہو وطرب علی ہیشہ
اور اگر مراد مقصود ہو تو اتفاقاً حلال نہیں بلکہ اگر باہمی وغیرہ مباحات اور طرب سے فاسقوں کی وضع ہو تو

الفسقة حرمت ایضا المجلس التاسع والسبعون فی بیان حرمة الغول ووجوب التقسیم بین
تو یہی حرام ہے انہی مجلس میں بیان غنیمت کا چوری کی حرمت کا اور تقسیم واجب ہونے کا

الغامین کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذوالخیاط والمخیط وایاکم والغول فانہ عار علی
غامین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ادا کر دو یا کر دو سوئی اور دھالا اور بچو غنیمت کی چوری سے قیامت کے دن

اہلہ یوہ القیمۃ ہذا الحدیث من حسان المصابیح رواہ عبادۃ بن الصامت المراد من الغول الخیاتی فی
حلال کرنا وہاں پر چوری ہونگی یہ حدیث مساجیح کی حسن حدیثوں میں ہے عبادۃ بن الصامت کی روایت سے اور مراد غول سے

الغنیمة والغنیمة ما اخذ من الکفار عنوۃ وہی امر تکن حلالا لام الساقف لکن اللہ تعالیٰ تفضل ہذا الامۃ فحلال
غنیمت کی خیانت ہے اور غنیمت وہ ملے ہو جو غالب ہو کر کفار سے عین عین اور غنیمت پھلے انہوں کو حلال نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنا فضل کر کر انکو غنیمت

حلالا لہم حیث قال فکوا افعال غنیمتہم حلالا طبا و حکما بعد اخراجہا الی دار الاسلام ان یجمع فی یدی الغزاة
حلال کر دی ہے چنانچہ فرمایا ہے سو کھا کر جو غنیمت لاکو حلال شہر سے اور غنیمت کا حکم جب دار الاسلام میں لے آوین تو ہر کہ جو غازیوں کے پاس ہو وہ سب ایک جا

حتى ما فضل من ما کلہم ومعالفہم سوی النقل سیاتی بیانہ لہم یخرج منها الخمس للیتی والمسکین ابراہیل
یہاں تک کہ جو کھا کر اور دو اب کی کھاس سے بچ رہے بجز تخیل یعنی حکم لایہ کی جسکا بیان اب آتا ہے پھر اس میں سے ہر چنانچہ حصہ واسطے پنہوں اور مسکینوں اور مسافروں کا لکھ کر

یقسم باقربائین الغامین فیعطی للراجل سهم وللفارس سهمان عندا یحنیفہ وعند غیرہ یعطی للفارس ثلثہ
باتی غامین میں بچے لکھ کر پلٹ دینا اب امام ابو طفیل کے نزدیک پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصہ اور سوا کے ایک اور کہتے ہیں کہ سوار کو تہا حصہ ہے

اسمہم ولیس للامام علی ما ذکر فی فتاوی قاضیخان ان یقسم الغنائم فی دار الحرب قبل اخراجہا الی دار الاسلام
اور اسکا نام نہ کرے قاضیخان کے امام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غنائم کو دار الحرب کے اندر دار الاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم کر دے ان

ان بقعة بلد من بلاد اهل الحرب ويقسم الغنائم فيها فيجوز قسمته لانه لما فتحها صار تلك البقعة من
 دار الاسلام فيجوز قسمتها الغنائم فيها هذا حكم الشرع في الغنيمه لكن في هذا الزمان قد نك هذا الحكم
 بجرا سمين قسمت غنائم کی جائز جو غنیمت میں شرع کا تو یہ حکم ہے
 وجعل كالشرعية المنسوخة حيث لا يقسم الغنائم بين الغائمين ولا يخرج خمسها لان العادة في هذا الزمان
 ایسا ہو گیا جیسے دین منسوخ کیونکہ نہ تو غنائم ملنے پر بیٹے ہیں اور نہ اس میں سے خمس نکلتا ہے کیونکہ اس زمانہ میں عادت ہے
 ان العسکر اذا دخلوا دار الحرب وغلبوا على الكفار ينتهبون اموالهم فيأخذ بعضهم شيئا كثيرا وبعضهم
 کہ جب لشکر دار الحرب میں جا کر کفار پر غالب آتا ہے اور انکا مال لوٹتے ہیں تو کوئی تو سب کچھ لے لیتا ہے اور کوئی کھوٹا اور کسی کو
 شيئا قليلا وبعضهم لا يأخذ شيئا بل يبقى محروما ثم يتفرقون على تلك الحالة بلا قسمه بينهم ولا يخرج الخس
 کچھ نہیں لےتا بلکہ محروم رہتا ہے پھر ایسے ہی ادر ادر ہو جاتے ہیں اور ان میں قسمت نہیں ہوتی اور نہ خمس نکلتا ہے
 وهذا هو الغلول الذي وحى من الشائع وعيدت شديدا في احاديث كثيرة منها ما روى عن ابي هريرة ان رجلا
 اور یہی غلول ہے جس میں شائع نے بہت حدیثوں میں سخت سخت وعید فرمائی ہیں
 اهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم خلا ما يقال له مدعم فيدنا هو يحط رحلا لرسول الله صلى الله
 غلام واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر یہ بھیجا اسکا نام مدعم تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ ۶۰ تار بنا تھا
 عليه وسلم اذا صابه سهم من عدو فقتله فقال لناس هنيئنا له الجنة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلاً
 آگاہ دشمن کی طرف سے اس کے تیرا لگا اور اسکو مار ڈالا سو لوگ بولے اسکو جنت مبارک ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر
 والذي نفسى بيده ان الشملة التي اخذها يوم خيبر من المغانم لم يصيبها المقاسم لئلا تشتعل عليه نار اقلها
 قسم جو اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے وہ کبلی جو خیبر کے دن تقسیم سے پہلے غنیمت میں سے ملے تھی آگ کا شعلہ بجڑ کا رہی ہے جب
 سمع الناس ذلك فرعوا فحاء رجل بشارك او شراكين فقال صبت هذا يوم خيبر فقال رسول الله صلى
 یہ لوگوں نے سنا تو کانپ اٹھے پھر ایک شخص نے کہ تمہارے پاؤں کا یاد دہشتی لایا عرض کیا یہ خیبر کے دن میں نے لیے تھے پس رسول اللہ صلی
 الله عليه وسلم من نار شراك او شراكان من نار ومنها ما روى عن زيد بن خالد ان رجلا من اصحاب النبي صلى الله
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ کا ایک لٹیرہ ہے یا دو توں سے آگ کے ہیں اور ان حدیثوں میں سے ایک ہے جو زید بن خالد سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے
 توفي يوم خيبر فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صلوا على صاحبكم فتغير وجه الناس فقال ان
 خیبر کے روز وفات پائی سو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی آپ نے فرمایا اپنے یار پر تم ہی نماز پڑھو یہ سکر لوگوں کے چہرے بدل گئے پھر فرمایا
 صاحبكم قد غل في سبيل الله ففتشنا متاعه فوجدنا خنزرا من خنزير يهق لا يساوي درهمين ومنها ما روى
 تمہارے یار نے غنیمت میں خیانت کی ہر سو ہنسنے اس کے اسباب میں ڈھونڈنا تو ایک ہر وہی ہر وہی کے ہر دن میں سے پایا اور ہم کا بھی نہیں تھا اور ایک یہ ہے
 عن عبد الله بن عمر انه قال ان اصاب غنيمه امر بالا فنادى في الناس فيجمعون بغنائمهم فيخسسه
 جو عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام بروقت حصول غنیمت کہ بلال کو فرمادینے وہ لوگوں میں بکا دینا وہ اپنی اپنی غنیمت لاکر جمع کر دیتے پھر آپ جس نکال کر
 ويقسم فحاء رجل بعد ذلك بزمام من شعر فقال هذا فيما اصبنا من الغنيمه فقال لبيد عليه السلام سمعت
 تقسیم کر دیتے پھر ایک شخص نے تقسیم کر ایک روز بلال کی رسی لیکر آیا اور عرض کیا غنیمت میں سے یہ لی تھی پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے بلال کو
 بلا لنادى ثلثا قال نعم قال فما منعك ان تخرجه فاعتذر فقال كن انت الذي تجي به يوم القيمة قلن اقبل عنك
 آواز دینے لٹنا تھا عرض کیا ہاں فرمایا پھر تو کیوں نہ لایا اسنے کچھ عذر کیا پھر فرمایا تو ہی رکھ قیامت کے روز لیکر آنا میں تجھے نہیں لیتا

وانما امتنع النبي عليه السلام من اخذ الزمام لانه كان فيه لجميع الغانين شركة وقد تفرقوا ولم يكن ايصال
اور نبی علیہ السلام نے وہ سنی اس واسطے نہ لی کہ اس میں تمام لشکر کی شرکت تھی وہ سب ادھر ادھر ہو گئے تھے اور ہر ایک کا
نصيب كل واحد منهم من ذلك الزمام الى صاحبه فتركه في يده ليكون الله عليه لانه هو الغاصب
حصہ اُس رہی میں سے حصہ دار کو پہنچانا ممکن نہیں تھا اور اسی کے پاس اعلیٰ رہنے والا کہ اسکا گناہ اسی پر رہے کیونکہ وہ ہی غاصب تھا
فعلى هذا ما يأخذ غزاة زماننا من الغنائم بلا قسم ولا اخراج الخمس لا يحل لاحد منهم ان يأكل منها لان
ان روایات کے موافق ہمارے زمانہ کے غازی جو غنائم بلا قسمت لیتے ہیں اور خمس بھی نہیں نکالتے تو انکو اس میں سے کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ
اخذهم لم يكن على طريق الشرع ومع هذا اسمع كثيرا منهم يقولون لقد صدقنا من اهل الحرب
انکا قبضہ شرع کے موافق نہیں ہے سہ سنے میں آتا ہے کہ اکثر یوں کہتے ہیں کہ ہم نے کفار کا
مال هو حلال لنا من المال لموروث من ابائنا وامهاتنا ولا يعثر هؤلاء المغرورون انهم اخذوه
السا حلال مال حاصل کیا ہے کہ ویسا مان باپ کی میراث کا بھی نہیں ہوتا اور ان مغرور لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ انھوں نے
على غير طريق الشرع فلا يكون حلالا اذ فيه حق الفرقيين من المستحقين احدهما البقي والمساكين
ملاقات شرع لیلیا ہے پھر حلال کیونکر ہوگا کیونکہ اس میں حق دو وزن فریق مستحق کا ہے ایک فریق تو یتیم اور ساکین
وابن السبيل لان الخمس حقهم وهو باق فيه والثاني الغزاة الذين كانوا معهم لان الباقي بعد الخمس حقهم
اور ساکین ایسے کہ مسکین کا حق ہے اور دوسرا فریق وہ غازی ہیں جو ان کے ہمراہ تھے ایسے کہ خمس نکال کر جو بچا اس میں انکا بھی حق ہے
وهو باق فيه لم يقسم بينهم على طريق الشرع فيكون حلالا بل لو كان الباقي جارية ليجوز الاخذ على هذا الوجه
۱۰ اس میں باقی ہے کہ بطور شرع ان میں تقسیم نہیں ہوا پھر حلال کیونکر ہو سکتا بلکہ اس طرح کی ہی ہوئی اگر نونہی ہو وہی تو لیسے مال کو
ان يتصرف فيها لكونها مشتركة مستحقة البعض ولو بعد اخراج خمسها لبقاء حق باقي الغزاة فيها ولا خلاف ان
اصلا تصرف جائز نہیں ہوگا کیونکہ وہ مشترک ہے کچھ اور دکھائی ہو اگرچہ خمس نکل چکا ہو کیونکہ حق لشکر کا اس میں باقی رہتا ہے اور اس میں کسی کو غلام نہیں ہے کہ
الجارية المشتركة تجوز وطئها على جميع الشركاء ولا فرق في الحرمة بين من قتل بضيبه او اكثر وقد اتفقوا
مشترک کو نونہی سے تمام شرکاء کو وطئ حرام ہے اور حرمت میں اس سے کچھ فرق نہیں ہوتا کہ حصہ سمجھا ہو یا سب اور اس پر سب متفق ہیں
على ان احدا من الغانين لا يجوز له ان يطل جارية من السبي قبل القسمة واخلتوا في ما يحب عليه اذا وطئها فقال
کہ لشکر میں سے کسی کو جائز نہیں ہے کہ قیدیوں میں سے نونہی کو قسمت سے پہلے وطئ کرے اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ وطئ کر لیا لازم آتا ہے اگر وطئ کرے تو
مالك يجحد لانه زان وقال ابو حنيفة لا حد عليه بل عليه عقوبة وان حصل منها ولد فهو ملوك يرد الى
امام مالک کہتے ہیں حد آتی ہے کیونکہ وہ زانی ہے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں اس پر حد نہیں ہے بلکہ اس پر عذاب ہے اور اگر بچہ جنمے تو وہ غلام بھی غنیمت میں شامل کیا جاوے
الغنيمة فاذا كان الامر كذلك ينحاف على من يقتل الكافر لغيره ان يكره هو بنفسه باسئس حلال
جب حال یہ ہے تو خوف ہے اس پر جو کہ کافر کے سبب قتل کرتا ہے ایسا تو کہ وہ آپ کا فر ہو جاوے
الغنائم الغير المقسومة والفسوخ المشتركة تشريري هذا الفساد الى كل من يتملك
غنائم بلا تقسیم کو اور فسخ مشترکہ کو حلال سمجھ کر بچہ فساد آئے کو چیلگا جو جو شخص کہ نونہی ان غیرہ
منهم الجوارى وغيرها وهذا اداء اعضاء عسيو الزوال لان اكثر الاجناد في هذا الزمان نبذوا احكام
انہ سے خراب ہو گیا اور بڑا سخت مرض ہو اسکا جانا دشوار ہے کیونکہ اس زمانہ کے اکثر لشکریوں نے احکام
الاسلام ورا عظمورهم كانوا لم يكفوا بها فلا يبالون بما فعلوا فكيف يمكن العلاج بجمع ما في ايديهم من الغنائم
اسلامی ہیما پست ڈال دیے ہیں گویا کہ انکو کچھ حکم ہوا نہیں سو جو کہتے ہیں اسکی کچھ پروا نہیں ہے اسکا کیا علاج ہو جو غنائم انکو قبضہ میں کرنا چاہتے ہیں



و تقسیمها بینہم مع عدم انقیادہم الی لشرع فلما تعدد جمعہا وتقسیمہا بینہم صاوا فی ید کل واحد منہم بمنزلة القطع
 اور کہہ کر تقسیم کرے اس صورت میں کہ وہ تابع شرع کے نہیں ہیں اور جب تک کہ انہیں تقسیم نہ ہو جو اس کے ہاتھ آتا ہے لفظ کے برابر ہے
 فمن كان فقيرا او جانا يحولہ ان تصرف فيه ومن كان غنيا لا يحولہ ان تصرف فيه بل يلزمہ ان يتصدق
 پھر جو شخص فقیر ہو تو اس پر کسی کو اس کو صرف جائزہ و اور جو غنی ہیں ان کو جائز نہیں ہے کہ اس میں تصرف کریں بلکہ غنی کو لازم ہے کہ کسی فقیر پر خیرات کرے
 به على فقير لشر ان اراد ان يملكه من ذلك الفقير اما بالاستهابة وبالشرع هذا اذا كان مافي يده ما هو مخرج
 پھر اگر چاہے کہ اس فقیر سے لیکر مالک ہو جائے تو بالطور ہر کے یا خرید کر
 تنفيل اما اذا كان اخذ بطريق التفتيل فهو له خاصة لا يشاركه فيه احد لكن لا يملكه الا بعد اخراجه الى دار السلام
 تنفیل یعنی انعام اور جس صورت میں کہ بطور تنفیل یعنی انعام کر لیا ہو تو وہ خاص اس کی ملک ہو اس میں کوئی شریک نہیں ہے لیکن اس کا مالک نہیں ہو تا جب تک دارالاسلام میں نہ لے آوے
 حتى لو قال الامام او امير العسكر من اصاب حارية فهي له فاصاب احد من الغزاة جارية واستبرأها لا يحل له
 یہاں تک کہ اگر امام نے یا سالار لشکر نے حکم دیا کہ جسے لڑائی ہاتھ آوے وہ اس کی ہے پھر کسی غازی کو لڑائی ہاتھ آجائے اور حیرت سے رحم نہ لے تو بھی نہ
 وطهرها ولا يبيعها قبل اخراجها الى دار السلام والمراد من التفتيل التحريض على قتال بلعطاء شيء زائد على سهم الغنمية
 وطنی حلال ہے اور نہ اس کی بیچ جب تک دارالاسلام میں نہ لے آوے اور مراد تنفیل سے لڑائی کی رغبت دلانی ہے بلکہ حصہ غنیمت سے زائد دیکر
 وهو مندوب لقوله تعالى يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال فينبغي للامام او لاميير العسكر ان يتنفل بالقتال
 اور رغبت دلانی مستحب ہے بدلیل اس آیت کے اور نبی صوفی دلا مسلمانوں کو لڑائی کا سوا امام کو یا سالار لشکر کو چاہیے کہ عثمان اید دیو سے اسطور کے
 من قتل قتلا قل له سلبه او يقول لسرية ما اصبتم فهو لكم اور بعه او ثلثه ونحو ذلك ولا ينفل بكل ما اخذ
 جسے مارا کسی کا زکوٰۃ اس میں ہی کا ہر سال ان اس کا چھوٹے لشکر کو حکم دے ٹوٹ سب تمہاری ہو یا اسکا جو تمہاری یا تمہاری یا مانند اسکے اور تمام لوٹ کو محاف نہ کر دے
 اذ فيه ابطال حق الكل وان فعل ذلك مع سرية يجوز اذ قد يكون المصلحة فيه كذا ذكر في الهداية وذكر في شرح
 کیونکہ اس میں سب کا حق تلف ہوتا ہے اگر ایسا حکم سر یہ کر دے تو جائز ہے اس لیے کہ بعضے وقت اس ہی میں مصلحت ہوتی ہے یہ ایہ میں ہی مذکور ہے اور شرح مجمع میں مذکور ہے
 المجمع ان الامام لا ينفل بكل ما اخذ فيه ابطال القسمة المشروعة في الغنمة وذكر في السير الكيد ان الامام اذا قال للعسكر
 کہ امام تمام لوٹ کو قتل نہ کر دے کیونکہ اس میں قسمت جو غنیمت میں شرعاً چاہیے باطل ہوتی ہے اور سیرا کبیر میں مذکور ہے کہ امام اگر تمام لشکر کو حکم دے کہ
 جميعا ما اصبتم فهو لكم بعد الحسن لا يجوز ان المقصود من التفتيل التحريض على القتال وانما يحصل ذلك بتخصيص
 لوٹ تمہاری ہے حسن نکال کر تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ غرض تنفیل سے لڑائی ہر اچھا زانا ہوتا ہے
 البعض بشئ وفي لتقيم ابطال تفضيل الفارس على لرجل وكذا اذا قال ما اصبتم فهو لكم ولم يقل بعد الحسن اذ فيه
 کہ کسی کسی کو خاصا حکم کر دینے اور جو عظیم میں سوار کی فضیلت جو پیادے پر باطل ہوتی ہے اور ایسے ہی جان نہیں اگر حکم دے جو لوٹ ہر سب تمہاری اور بعد اتمسح کے اس لیے کہ اس میں
 ابطال الحسن الذي اوجبه الله تعالى في الغنمة فعلى هذا ما ذكر في فتاوى قاضيان ان الامام اذا قال من اصاب
 حسن جو اسد تعالیٰ نے غنیمت میں واجب کیا باطل ہوتا ہے اس بیان کے موافق جو فتاویٰ قاضیخان میں مذکور ہے کہ امام اگر حکم دے کہ جسکو جو غنم ہاتھ آئے
 شيئا فهو له فاصاب احد منهم شيئا في دار الحرب يكون له خاصة ولا يجب فيه الحسن لا يشاركه فيه غيره ان
 وہ اس میں ہی کسی کو کسی شے دار الحرب میں ہاتھ آگئی تو خاص اس میں ہی کی ہو جائیگی
 ما في دار الحرب فما اصابه يكون ميثاقا عنده وكذا ما ذكر في منية المفتي ان الامام اذا قال من اصاب شيئا فهو له
 دار الحرب میں وہ مراد ہے تو وہ شے اسکی میراث ہو جائیگی اور ایسے ہی جو کہ منية المفتی میں مذکور ہے کہ امام اگر حکم دے جسکے جو ہاتھ آوے وہ اس میں کا ہے
 يدخل الامام في التفتيل ينبغي ان يحل على كونه قول الامام مقولا لا يملك الكل العسكر لئلا يفهم منه المخالفة لسائر
 امام اس تنفیل میں داخل ہونا ہر دو تونی دعوت قاضیخان اور منية المفتی کی چاہیے کہ معمول اس حال ہوں کہ امام ہر حکم سر یہ کر دے تمام لشکر کو نہیں تاکہ جملہ سب میں ہی مخالف نہ ہو جائے

تاریخ ترمذی
 باب ما یجوز من
 بیعت قتل
 لک

التي من جلتها اعطاء ما يجب عليهم من العشر والزكاة ولا تقتطوهم من رحمة الله تعالى عند ارتكابهم المنكرات ومباشرتهم
 کہ جس میں اللہ نے عشاء اور زکوٰۃ واجب بھی داخل ہے ثواب کی ثبات دینا اور انکو رحمت الہی سے مایوس نہ کرنا اگر اسے کچھ عمل بہ ہو جاوے اور حرام فعل کرے جس میں
 للمعسر ما يرضونهم من التوبة والطاعات وطيبوا أنفسهم بقبولها وسماها وعليهم الامور باخذ ما يجب عليهم من العشر والخراج
 بلکہ انکو توبہ اور عبادت پر رغبت دلانا اور انکے دل ایسے راضی کر دے کہ اسکو مان لین اور انہیں آسانی رکھنا انکے واجبات
 عشر اور خراج

وزكوة السوئم واموال التجارة بسهولة ولطف ولا تشدوا عليهم باخذ ما لا يجب عليهم او باخذ اكثر مما يجب عليهم اذ يرى انه
 اور پورا باہر چرندہ اور تجارت کے مال کی زکوٰۃ لینے میں سہولت اور لطف برتنا اور انہیں سختی نہ کرنا کہ جو انہیں واجب نہیں ہے وہ لیا کرے اور واجب سے زیادہ لیا کرے ایسے کہ اہل
 عليه السلام قال لا يدخل الجنة صاحب مكس في حديث اخر انه عليه السلام قال صاحب المكس في النار قال ليعقوب مراد
 کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جنت میں نہیں جاوے گا صاحب مکس اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا صاحب مکس دوزخ میں ہے ليعقوب کہتا ہے

بصاحب المكس من ياخذ من التجار كساً باسم العشر ام وعليهم وقال لمخافظ واما الان فانهم ياخذون مكساً
 کہ صاحب مکس سے مراد وہ شخص ہے جو سود آرون سے عشر کا نام رکھ کر محصول لے لیتا ہے جب انکے پاس کو گدڑیں اور حافظ کہتا ہے اور اب تو وہ لوگ ہیں کہ ایک خراج تو
 العشر ومكوساً اخر ليس لها اسم بل كل ما ياخذونه حرام وسعت وقد قال الله تعالى وقل للمسطفين الذين فاذا كان
 عشر کے نام سے لے لیتے ہیں اور کتنے ہی اور خراج لیتے ہیں کہ آٹھ کچھ بھی نام نہیں ہے بلکہ جو وہ لیتے ہیں سب حرام اور نہایت مراد ہے اور انکو لفظاً خراج لے کر لیا اور انکو جب
 حال لمطفف هكذا اصع ان اخذ شئ قليل من راس لكيل والوزن فماذا يكون حال ملتزمين الذين ياخذون
 حال کرتے ہیں والی کا ہے باوجود کہ وہ کیل یا وزن میں سے تھوڑا سا کچھ لیتا ہے پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو خواہ مخواہ مال لوگوں کا لے لیتے ہیں

اموال الناس بلا كيل ولا وزن ويقولون هو حق السلطان او حق فلان ويخرجون عن الايمان اذ قد ذكر في كثير من كتب
 تاجربین اور نہ تو لین اور بیان کرتے ہیں یہ سلطان کا حق ہے یا فلاں کے حق ہے اور ایمان سے باہر ہو جاتے ہیں ایسے کہ اکثر

الفتاوى ان من قال بيت المال هذا مال السلطان يكفر فكيف لا يغيره بل انهم يخونون في بيت المال ايضا وقد وى نه عليه السلام
 فتاویٰ میں مذکور ہے کہ جو شخص بیت المال کو کہے یہ سلطان کا مال ہے وہ کافر ہو جاتا ہے پھر کیوں نہ ہو جب کہ بتاؤ بلکہ وہ لوگ بیت المال میں بھی خیانت کرتے ہیں اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
 قال ان جالينخوضون في مال الله تعالى يخونون فاهم النار يوم القيمة فانه عليه السلام يدين في هذا الحديث ان الذين يخونون
 فرمایا کہ بیت لوگ نہ گناہ کرتے ہیں اللہ کے مال میں ناقص سوائے واسطے قیامت کے دن آگ ہریشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا جو لوگ بیت المال میں خیانت کرتے ہیں
 في بيت المال وتصرفون فيه بخير امر الله تعالى رسوله فلم النار يوم القيمة فان بيت المال علم ما ذكر في البرانية
 اور اسمین بے حکم خدا اور رسول کے تصرف کرتے ہیں سوائے قیامت کے دن آگ ہو کیونکہ بیت المال معاف ہے بمان بزاز

وغيرها اربعة انواع الاول الصدقات وما في معناها كالعشر فيخرج الى المصارف التي ذكر في قوله تعالى انما الصدقات للفقراء
 وغیرہ کے چار قسم کے ہیں اول تو صدقات اور جو اسکے مثل ہے عشر سونے ہوگا ان مصارف پر جو ان آیت میں مذکور ہیں زکوٰۃ جو سقیا مفسون کا
 والمسكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين والسبيل وهم ثمانية اصناف لكن سقط منهم مؤلفه
 اور محتاجوں کا اور اس کا ہر جانے مالوں کا اور جنکا دل پر جاننا اور گروں پھیلانے اور جو اوان بھرن اور اللہ راہ میں اور راہ کرسا کر کو بیس یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں پرائین جو مؤلفہ

القلوب بقى سبعة اصناف وهم الفقراء والمسكين والعاملون في المكاتيبون والمديونون ومنقطع الغزاة واتباع السبيل فانما
 القلوب اب باقی سبب ہے اور یہ سات قسم تہی رحمن فقیر اور مسکین اور اس کا ہر جانے مالوں کا اور جنکا دل پر جاننا اور گروں پھیلانے اور جو اوان بھرن اور اللہ راہ میں اور راہ کرسا کر کو بیس یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں پرائین جو مؤلفہ
 خمس لغنائم والمعادن والركاز فيصرف الى ما ذكر في قوله تعالى واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسة و
 بیت مال غنیمتوں کا خمس اور کھان کا آمد اور دبا خزانہ اسکا صرف اس آیت میں مذکور ہے اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاکھ چھ چیزیں سوائے اس کے اسمین سے باقی چھ چیزیں

لرسول كذبي لقرني والبيتم والمسكين وابن السبيل وهم ستة اصناف لكن ذكر الله تعالى للتبوك وهم الرسول وذوي القربى
 رسول کی اور قرابت والی کی اور تبوک کی اور محتاج کی اور مساکین کی اور ابن السبیل کی اور بیتم کی اور ذوی القربی کی اور رسول کی اور ذوی القربی کی

ساقط ذبقي ثلثة اصناف وهم اليثمي والمساكين وابن السبيل لان فقراء ذوى القربى يدخلون فيهم
 اب نسين بر اب تين متم باقى رهن ^{تيم بچ} اور مساكين ^{اور مسافر} اتنا هو كه ذوى القربى مين سے فقرا انهن داخل
 ويقدمون عليهم دون اغنياءهم والثالث ما يؤخذ من حياض الارض جزية الرؤس عاهد الى الامام
 اور انہ مقدم ہيں غني لوگ داخل نسين ہيں اور تيسرا بيت المال وہ ہر جزو ميں نكنا محصول حاصل ہوتا ہيں اور جزو آدمى سري كا اور امام كو جو اہل حرب نماندہ
 من اهل الحرب وما اخذ العاشر من تجار اهل الذمة والمستامن فيصر الى مصالح المسلمين من سد الثغور
 ديون اور جو كه عاشر ذمى اور مستامن تاجرون سے ليوے یہ سب مسلمانوں كے مصالح مين خراج مين آونكا يعنى راد آمد كفار كا روكتا
 وصيانة الرباطات والجسور وحفرانهار العامة وارتق العلماء النافعين والقضاة العادلين والغزاة
 اور عاقلان ہون كى تيارى اور پل بنانے اور عام نہرين كھدوانى اور علمائے نفع رسان اور عادل قاضيون كے اور غازيون كے
 والمحاسبين والرابع اللقطة وتركه الميت الذي لا وارث له فيصر الى معالجة المرضي ادوتهم اطعمتهم
 اور محاسبين كو مشاہير اور چوتھا بيت المال پایا ہوا مال اور لاوارث ميت كا تركہ خراج ہوكا بیماروں كے علاج اور ادویات اور كھانے مين
 واكفان الملوتى ونفقة اللقيط ومن هو عاجز عن الكسب فعلى الامام ان ينظر في هذه الاموال يضعها مؤوضا
 اور مردوں كے كفنون مين اور لاوارث بچوں اور كمانى سے عاجزون كل نفقے مين سو امام كو لازم ہوكا ان تمام مالون كو غور كر كر الگ الگ ٹھكانے سے ركھے
 فان الشارع قدر لها المصارف جعل لكل مال فو ما فان تعدي فيه وصرفه الى شهواته ولداته يكون من
 كيونكہ شارع انكا مصرف مقرر كر چكا ہيں اور ہر ايك مال كے ليے حقدار بختيار ديا ہيں جو كوئى اس مين تعدي كر كے اپنى ہوا اور ہوس اور لذت مين صرف كر ڈالے
 الخاسر لانہ تعالى لم يوله على المسلمين ليكون رئيسا اكلا شاربا مستريحا بل ينصر الدين يرفع فساد
 وہ بڑا بڑا طے و الا ہر كيونكہ اشكو اللہ تعالانى والى مسلمانوں كا اس ليے نسين كيا كہ سردار ہوكا كھاوے پوسے پيئیں اور اوے بلکہ اس ليے كہ دين كى مدد اور غنىء كا فتنہ بڑھانا
 المفسدين وينظر الى العلماء والفقراء وسائر المستحقين يوزعهم منازلهم يعطيهم كفايتهم من بيت المال الذى هو امانة
 اور علماء اور فقراء اور تمام حقداروں پر شفقت ركھے اور انكو مراتب مين فرق نہ كرے اور انكو بقدر كفايت بيت المال مين حوجت اسكے پاس امانت پر عطا كيا كرے
 عندئذ ليس له فيه الا كواحد منهم اذ قد ذكر في التجنيس ان الواجب على الائمة والسلاطين الولاية ان يصرفوا
 اور امام كا اس مين بچي اتنا ہيں حق ہر قبنا كسى ايك كا انين ہيں اس واسطے كہ تجنيس مين مذكور ہے كہ امامون اور سلاطين اور واليون پر یہ واجب ہر كيو
 الحقوق الى ربها ولا يحبسونها عنهم وان قصر وافية فوباله عليهم ليعتدون عنه يوم القيمة وذكر في شرح
 حقوق حقداروں كو پونجا دين اُسے روكت نہ ركھين اور اگر اس مين كچھ قصور كر ين تو اُس كا وبال اُنكے اور پر قيامت كے دن اسكو بوجھ ہوگى اور شرح
 الجمع ان الواجب على الامراء ان يجعلوا لكل نوع من تلك الاموال بيتا على حد و يصرها كالمصروف ولو اخذت منها
 مجمع مين مذكور ہے كہ امراء پر واجب ہے كہ ہر قسم كے بيت المال كے ليے مكان جدا جدا بنالے اور ہر قسم كے خزانے كے اسكے مصرف پر حوجت كرے اور اگر امراء اس مين سے كچھ
 لانفسهم اكثر مما يكفيهم او خلطوها وصرفوها الى غير المصارف ولم يراعوها فيكون من الظالمين قال الزيلعي وعلى
 اپنے ليے قدر كفايت سے زيادہ لے لين يا اسكو ملا جلا كر بے محل صرف كر دين اور رعایت نہ كر ين تو وہ ظالم ہونگے اور زيلعي كسا ہيں
 الامام ان يجعل لكل نوع من هذه الانواع بيتا يخصصه ولا يخلط بعضها ببعض لان لكل نوع حكما يختص به وان لم يكن
 اور امام كو لازم ہے كہ ہر قسم كے خزانے كے واسطے خاص خاص مكان تيار كرے اور ايك كو دوسرے مين نہ ملاوے كيونكہ ہر خزانہ كا جدا خاص حكم ہيں اور اگر اتفاقا كسى ايك
 في بعضها شئ فلا امام ان يستقرض عليه من النوع الاخر ويصرفه الى هذ لك النوع ثم اذا حصل من ذلك النوع
 خزانہ مين كچھ باقى نہ رہے تو امام كو اختيار ہے كہ اس خزانہ پر دوسرے خزانہ سے قرض ليكر مفروض خزانہ كے حقداروں پر صرف كرے بجز اس خزانہ مين مال آجاوے
 شئ يرد في المستقرض منه الا ان يكون لمصرف او من صدقات او من حرجس لغنائم على اهل الخراج وهم فقراء فان لا يرد فيه
 تو اس خزانہ مستقرض من مين ادا كرے مگر اس صورت مين كہ مصرف صدقات ہيں يا منس غنائم سے اہل خراج پر ہوے اور وہ لوگ فقير ہون تو ايك كچھ شكار نسين يا جاوے

شیئاً لائهم يستحقون بالفقر و كذا فی غیره اذا صرفه الى المستحق و يجب علی الامام ان يتقوى الله تعالى بصرفه الى
 اسواطة كفقركي جت سے وہ مقدار تھے اور ایسے ہی اور خزانہ میں اگر مقدار پر خرچ ہوا ہو اور امام پر واجب ہے کہ اس سے دوسرے اور ہر مستحق کو
 كل مستحق قدر حاجته من غير زياده وان تصرف في ذلك كان الله تعالى عليه حسياً و ذكر في المحيط ان الامام
 بقدر حاجت دیدہ بکرت زیادہ دے دے اور اگر اس میں تصور کرے گا تو اسد اس پر حساب لینے والا ہو اور محیط میں مذکور ہے کہ امام اگر
 ان استقرض على مال بيت الصدقات من بيت مال الخراج و صرفه الى الفقراء لا يصير قرضاً عليهم لان الخراج له
 بيت المال صدقات بيت المال خراج سے قرض لیکر فقرا پر صرف کر دے تو قرض نہیں ہوتا ایسے کہ خراج کو
 حكم الفعي والغنية و للفقراء فيه حظ وانما يعطى لهم لاستغنائهم بالصدقات فاذا احتاجوا اليه في الضرر اليهم
 حکم تو ان غنیت کا ہوا اور فقرا کا اس میں حصہ ہوتا ہے اور انکو دیتے ایسے نہیں کہ صدقات کی جہت تو مستغنی ہوتے ہیں جب انکو اور احتیاج ہوا تو دنیا جیسا ہے تو امام کو
 الامام ان يتقوى الله في صرف هذه الاموال الى مصارفها وفي اصال هذه الحقوق الى اربابها على ما يرى من تقصير
 لازم ہے کہ اللہ سے ان اس مال کو اس کے مقدار و نہ صرف کرے اور یہ حقوق مقدار و نہ کو بوجہ نجا و سبباً نیک سمجھے کم و زیادہ
 تسوية من غير ان يعيل في ذلك الى القوي ولا يحبسها عنهم ولا يجعل لهم الا قدر ما يكفيهم فكيف اعوانهم بالمعروف فان قصر
 برابر برابر نہیں ہوا ہر سکی طرف قراری نہ کرے اور اسکو مقدار و نہ سے روک نہ کرے اور انکا آسنا ہی ضرر کرے جو انکو اور انکو ہر کار و نہ کو دستور کے موافق کفایت کرے اور اگر خرچ
 في ذلك وقد عد عنهم كان الله عليه حسياً فاقتطع من هذا ان السلطان ليس ما في يده من بيت المال صلحاً بل
 کرے جیسے رہے گا تو اسد اللہ تعالیٰ اس پر حساب لینے والا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو سلطان کے قبضہ میں ہوتا ہے خزانہ بیت المال کا اسکی ملک نہیں ہوتا بلکہ
 هو امانة عندك يجب عليه ان يصرف الى مصارفه لكن لما كان هو ايضا من المصارف جائله ان ياخذ من مال
 ایک پاس مات ہوتا ہے اس پر واجب ہے کہ اسکو مصارف ضروری پر خرچ کرے لیکن چونکہ سلطان بھی مصارف میں داخل ہے تو اسکو جائز ہے کہ خراج کو مال میں سے فقط
 الخراج قدر كفايته فقط لا غير ولو اخذ اكثر من قدر كفايته و صرفه الى مصالحت اصطفاه و زبدها بانواع المداير
 بقدر کفایت سے زیادہ نہیں اور اگر قدر کفایت سے زیادہ لیکر اپنے محبوب غلاموں پر صرف کرے اور انکو بچے اچھے کپڑے جو پہننے حرام ہیں پہنا اور سجا
 المحومة و افتخر قديماً ما بين يديه يكون من الخائنين وقد روى انه عليه السلام قال من سره ان يقتل الرجل فاجلها
 عت کر اسطے سامنے کھڑے رکھے خیانت والوں میں ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو بیت آوے کہ اس کے آگے آدمی تصویر کھینچے کفر ہے
 فليتبوا مقعده من النار ثم ينبغي ان يعلم ان من له عطاء من بيت مال ان كان من المصارف يجوز ان
 تو اپنا ٹھکانا اور قریب میں کبھی پھر جان رکھو کہ جسکے لیے بیت المال میں سے روزیہ مقرر ہوا اگر وہ شخص مصارف میں داخل ہے تو اسکو جائز ہے کہ اپنے
 يصرفه الى مصالحت وان لم يكن من المصارف لا يجوز له ان يصرفه الى مصالحت بل يلزم ان يتصدق به الى الفقراء و اذا
 کام میں لائے اور اگر مصارف میں نہیں ہے تو اسکو جائز نہیں ہے کہ وہ روزیہ اپنے کام میں لے لے و بلکہ اسکو لازم ہے کہ فقرا کو خیرات دیدے اور اگر
 مات لا يورث عنه بل يصير محلولاً للسلطان او نائبه ان يقر فيه من كان من المصارف وان قر فيه من
 چھوڑ کر کچھ تو دود وراثت میں نہیں آتا بلکہ فقرا کو مال ہوگا جو سلطان یا اس کے نائب کو لازم ہے کہ اسکی جگہ ایسے کو مقرر کر دے جو مصارف میں داخل ہو اور اگر اتفاق سے
 ليس من المصارف يجب عليه ان يخرجها و يقر فيه من هو المصارف وان لم يفعل يكون اثماً و جرمين كما
 ایسے کو مقرر کر دے جو مصارف میں نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ اسکو موقوف کرے اور ایسے کو قائم کرے جو مصارف میں داخل ہوا اگر نہیں کرے گا تو دوجہت گنہگار ہوگا چنانچہ
 ذكر في الازانية ان من له عطاء في الديوان ان مات عن ابنين فاصطحا ان يكتب في الديوان اسم احداهما و ياخذ
 ہزار ہا میں مذکور ہے کہ جسکے لیے روزیہ کچھ ہی میں مقرر ہووے اگر وہ دوسرے چھوڑ کر مر جاوے اور وہ دونوں صلح کر لیں کہ دفتر میں لکب کہ نام ہر کھانہ وہی روزیہ لیا کرے اور
 العطاء كما يكون الاخرشي من العطاء و بذل له مكانه العطاء كما معلوما فالصلح بالصلح و الصلح و العطاء للذي جعله
 دوسرا روزیہ سے محروم اور وہ روزیہ لینے والا کچھ مال تعیین اسکو دے دیا کرے تو صلح بالصلح ہے اور بدل صلح کا لینے وہ مال ہٹا دیا جاوے اور وہ روزیہ لیا کرے

العطاء له لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لا دخل فيه برضى لغیر جعله غیر ان السلطان ان منع المستحق
 یسک لیس امام تجوز کرے ایسے کہ حیف روزیگی کی امام کی تجویز ہے کسی کی رضامندی اور تقرر کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے سولے اسکے کہ سلطان اگر مستحق کو سونپ
 تقع فی لظلم مرتین فی قضیة واحدة حرمان المستحق واثبات غیر المستحق مقامه لیسرنا الله علاموا قوالرضائه
 کرے تو ایک مقدار میں دو ہرانا ہوگا مستحق کا محروم کرنا اور غیر مستحق کا اسکی جگہ قائم کرنا اسکی عمل مطابق انبی رضامندی کے ہر آسان کر

المجلس الثامنون فی بیان ظهور الفتن وما يخالف الشرع وكيف يعمل حينئذ
 اثنی مہاسرین بیان فتنوں اور مخالفت شرع کے ظہور کا کہ اسکو کھچھ طور عمل کیا جاوے

قال سولك لله صلى الله عليه وسلم يا دريا بالاعمال فتننا كظم الليل المظلم يصير الرجل مؤمنا وميصة كافر او عيسى مؤمنا وميصة
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی کر لو اعمال فتنوں سے پہلے جیسے کڑھ اندھیری رات کے صبح کو شخص مؤمن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مؤمن ہوگا اور صبح
 كافر ليبيع دينه بعرض من الدنيا هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابوهريرة فانه عليه السلام اشار
 کافر اپنا دین بوجھن سامان دنیا کر بیچے گا یہ حدیث صحیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابو ہریرہ کی روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشار فرمایا

الظهور الفتن المتكاثرة المترامة كذا كظم الظلام الليل المظلم لا يعرف احد طريق الخلاص منها وامر بالمسارعة الى الاعمال
 طرف ظہور بہت فتنوں کے تریرتہ جیسے اندھیرا تاریک شب کا تیرتہ ہوتا ہے کسی کو راستہ نکلنے کا معلوم نہیں ہوگا اور واسطے جلدی اعمال

الصلحة قبل هجرتها اذ عند هجرتها لا يدرى ولا يقدر احد فيها على الاستئصال بالاعمال لصلحة بل يصير الرجل
 صلحہ کے فتنہ پیدا ہونے سے پہلے ایسے امر فرمایا کہ جب فتنہ پیدا ہو جائیگا تو بڑی مشکل پڑے گی پھر نیک عمل کرنے کی کسی کو طاقت نہ رہے گی بلکہ آدمی صبح کو

مؤمن او يمسى كافر او عيسى مؤمنا ويصير كافر او سبب وقوع المسلم في كفر عند ظهور الفتن يحتمل ان يكون وقوع
 مؤمن ہوگا تو شام کو کافر یا شام کو مؤمن تو صبح کو کافر اور فتنوں کے ظہور پر مسلمان کو فرین شاید کہ ایسے متبلا ہونگے کہ انہیں

القتال بينهم فيستعمل كل واحد منهم دم الاخر وماله فيكفر كل واحد منهم باستئصال دم الاخر وماله ويحتمل ان يكون
 لڑیں ہونگی سو ہر ایک طرفین سے ایک دوسرے کا خون اور مال ملال سمجھیں گے سو ہر ایک دوسرے کا خون اور مال ملال سمجھ کر کافر ہو جائیگا اور شاید اس

بوقوع الاختلاف بينهم فيغلب الكفار على بلادهم فيدعونهم الى حيزهم فيرتد بعضهم لطلب الجاه والمال منهم
 سبب کہ آپس میں مختلف ہو جائیں سو کفار انکو ملک پر غالب ہو جائیں گے پھر وہ اپنے دین کی دعوت کریں گے پھر کوئی توجاہ اور مال کی ہوس میں مرتد ہو جائیگا

كما اشار اليه في حرا الحديث حيث قيل يبيع دينه بعرض من الدنيا فان العرض بفتح الراء متاع الدنيا وخطامها
 جہاں چہ آخر حدیث میں ہی اشارہ ہے چنانچہ فرمایا کہ انہا دین بوجھن سامان دنیا کے بیچے گا بیشک عرض را کے زبیر سو دنیا کو سامان ہوا یعنی کہ کتے ہیں

ويحتمل ان يكون نعلبة الظلم والفساد عليهم فلا يراعون الشرع في الحكومات بل يخرجون منه الى انواع الظلم
 اور شاید کہ بسبب کثرت ظلم اور فساد کی کہ فیصلوں میں شرع کی رعایت نہیں کریں گے بلکہ شرع سے نکل کر قسم قسم کے ظلم

والسياسة وينفكون الدماء ويأخذون الاموال بغير حق ويعتقدون انهم على الحق في ارتكابهم تلك الاثام
 اور سیاست میں متبلا ہونگے اور خونریزی کریں گے اور ناحق لوگوں کے مال چھین لیں گے اور اپنے تئیں ان گناہوں کو عمل کرنے میں حق پر سمجھیں گے

ولا يدون انهم بذلك الاعتقاد يخرجون من الاسلام وربما يصلبون السارق ويقتلونه باعتقاد جواز
 اور نہیں سمجھیں گے کہ ہم اس اعتقاد میں اسلام سے باہر ہوے اور بعضی دفعہ جو کو سولی دیں گے اور قتل کر دیا لیں گے اس اعتقاد سے کہ جو کو

صلبه وقتله فيكفرون بذلك الاعتقاد لان حلالا سارق ليس عليه قتله بل حلالا قطع يده لقوله تعالى
 سولی دنیا اور قتل کرنا جائز ہے سو اسی اعتقاد سے کافر ہو جائیں گے ایسے کہ جو کو سولی اور قتل نہیں ہے بلکہ اسکی مد ہاتھ کاٹنا ہے بدیل آیت کے

السارق والسارقة فاقطوا ايديهما وربما يرضى ملكهم على واحد منهم فيأمرهم بقتله من غير سبب لوجوب قتله
 اور جو کوئی جو ہو مرد یا عورت لڑکا لڑکی والو انکے ہاتھ اور بعضی دفعہ کما کر اسکے قتل کا حکم دیا ہے اور کوئی وجہ اسکے قتل کی نہیں ہوتی

فیقتلونه باعتقاد کون امره حقا واجبا علیهم فی کفر و بذلك الاعتقاد اذ لاطاعة للمخلوق فی معصیتہ
 سو وہ لو کہ اسکو قتل کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ حکم بادشاہی حق ہے اور ہمیں واجب ہے سو اسی اعتقاد سے کافر ہو جاتے ہیں اس لیے کہ خدا کی معصیت میں مخلوق کی
 المخالف علی ماورد فی الحدیث فان قیل عجز الامم من السلطان بلا تعذیر ولا وعید لکراه فاذا کان الکرہ اقل
 اطاعت نہیں ہے چنانچہ حدیث میں اگر کوئی کہے صرف حکم بادشاہ کا
 بغیر ذمہ کی اور وعید کہ اگر کراہ ہوتا ہے ہر سبب کراہ ہوا تو آیا
 یرخص لهم قتله فالجواب ان قتل مسلم بغیر حق لا یحل للضرورة ما علی ما ذکر فی کراہ شرح الہدایۃ ان من اکرہ بقتل
 انکو اس کے قتل کی اجازت ہے تو جواب یہ ہے کہ نامق قتل مسلم کا کسی ضرورت میں بھی حلال نہیں ہے مگر ہدایہ کے باب اگر آدمین اگر کسی کو قتل سے
 علی قتل غیر بغیر حق لا یسعه ان یقدم علیہ بل یصلح حق یقتل ان قتله ینکون اشکال ان قتل مسلم بغیر حق صما
 کراہ کیا کسی کے نامق قتل پر تو اسکو گنجائش نہیں ہے کہ اسپر پیشہ سنی کرے بلکہ ممبر کرے یہاں تک کہ جان دے اور اگر اسکو قتل کر گیا تو گنہگار ہوگا اس لیے کہ نامق
 لا یتباح للضرورة ما فذکرنا ابلا کراہ و ذکر فی الاصول ان دلیل لورخصۃ خوف الهلاک والقاتل والمقتول
 قتل مسلم کا کسی ضرورت میں بھی مباح نہیں ہے ایسے ہی کراہ سے اور اصول میں مذکور ہے کہ خصیت کی دلیل خوف ہلاک کا ہے اور قاتل اور مقتول
 فیہ سواء فاذا استویا لا یحل للفاعل قتل غیره لتخلص نفسه لان الله تعالى عظم امر قتل مسلم حیث قال و
 اس میں دو وزن برابر ہیں پھر جب دو وزن برابر ہو تو فاعل کو غیر کا قتل ہی جان بچانے کو جائز نہیں ہے سو اس سے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل مسلم کو بڑا ہی گناہ سمجھا ہے اور چنانچہ درود اور
 من یقتل مؤمنا مستغلا فجزاؤہ جہنم خالدافہا فاذا کان كذلك یدبغی ان یعلم ان کثیرا من کذا نانا و
 جبکہ ماؤ الاسلام کو قتل کرنا اسکی سزا دوزخ ہے اور اسے جہنم میں بھیجا دیا جائے گا اور کثیرا من کذا نانا اور بارے عہد ذکر اکثر
 قضاء عصرنا قد ہجر الشرع المجرى واخذوا طریقا غیر مرضی سموہ عرفا و مشا یدبغی العمل بہ حتی کا دان یرفض الشرع
 قاضیوں نے شرع محمدی کو چھوڑ دیا ہے اور نیا شرع بنا لیا ہے یہاں تک کہ اسکا نام عرف رکھا ہے اور سب اشیاء پر عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ اب یہ حال ہے کہ شرع بالکل ترک
 بہ لانہم کانوا یفصلون قضیۃ بحض لشرع بلا خلاف العرف لکنہم کانوا یفصلون قضایا کثیرة بحض العرف
 ہو جاوے کیونکہ وہ کوئی مقدمہ صرف شرع سے بدون عرف کے ملائے نہیں لیتے لیکن بہتیرے قضیہ صرف عرف سے بدون لحاظ شرع کے فیصلہ کر دیتے ہیں
 خلط الشرع ویعتقدون ان بحض الشرع لایتم النظام ولا یتقیم حال لانہم ویقولون ذلك جملہ ولا یعدنہ تکرا قائل
 اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ نئی شرع سے نظام پورا نہیں ہوتا اور خلقت کا حال درست نہیں رہتا اور یہ بات علی الاملان کہتے ہیں کچھ یہاں نہیں جانتے اب سچ تو
 لہما المنصف هل لهذا القول لهذا الاعتقاد عمل غیر القول بدینہم الشریعۃ المجدیۃ بما ابتدعواہ بارائهم الفاسدۃ من
 اور منصف آپ کچھ اس قول اور اس اعتقاد کے بھی معنی ہیں کہ شرع محمدی کو بسبب سیاسیات بدلتے ہیں یا سخت کے جو انہی فاسد عقولوں سے نکال کر
 السياسات الشنیعۃ والتعذیبات الشدیدۃ وما عملہم علی ذلك الاعتقاد وما جراہم علی ذلك الفساد الامارونہ
 کھڑے کیے ہیں منسوخ کئے ہیں اور انکا یہ اعتقاد اور یہ جرات اس نسا پر ایسے ہوئی ہے کہ دیکھتے ہیں
 من ظہور السارق والقاتل حیانا بتہدیلاتہم البلیغۃ وتشدیداتہم الالیمۃ نعم قد یظہر السارق والقاتل حیانا
 کہ بعضی دفعہ چور اور قاتل انکے غایت درجہ کی دھمکیوں اور سخت گیری سے ہاتھ آجاتے ہیں ان سچ کبھی چور اور قاتل تو ہم کی دھمکی
 بتہدیلاتہم وتشدیداتہم لکن الی ان یظہر ظالم واحد یظلم خلقا کثیرا فی انفسہم واعراضہم بل ینک بعضہم بانواع العقوبۃ
 اور سختی سے پیدا ہو جاتا ہے یہ جب تک کہ ایک ظالم ہاتھ لگے اتنی بہتیری سختی جنت کی جان اور آبرو پر ظلم گذر جاتا ہے بلکہ بعضے لوگ طرح طرح کی عقوبت
 واصنافا لتعذیبات وتتعطل اعضاء بعضہم واما اخذوا الہم واهلا کھا فلا یعدنہا شیئا بل یدبغون ما
 اور قسم قسم کے عذاب میں ہلاک اور عضووں کے اعضا بیکار ہو جاتے ہیں اور رہا مال نے لینا یا تلف کر دینا ہے تو کچھ شمار ہی میں نہیں ہے بلکہ یہ تو بیچارے اور طال ہاتھ نہیں
 فاذا کان السعیر ورفع ظلم ظالم واحد متضمنا لظالم کثیرۃ غیر منحصرۃ فتفکر ہا العاقل هل ینبغی مثلہا
 پھر جب کہ ایک ظالم کا ظلم دفع کرنے کی سبب سے سب سے بڑا ظلم غیر منحصر عمل میں آئے

لاهل الامان وهل يجوز فعلها في دار الامان وتحقق ان الشارع لم يترك تلك القاعدة الا بعد وزنها بميزان
 اور دار الامان میں ایسا کام کمان جائز ہے اور ثابت ہے کہ شارع نے یہ قاعدہ جب مجبوراً ہی کر اسکو حکمت کی ترازو میں خراب نزل لیا ہے

الحكمة وظهور غلبة مضارها على منفعتها فان الحكيم لا يحكم له الا بما فيه المنفعة العامة الشاملة اويما
 اور اسکا نقصان بہ نسبت فائدہ کے زیادہ معلوم ہو چکا ہو بیشک حکیم وہ ہی حکم دیتا ہے جو جس میں منفعت عام شامل ہو

فيغلب منفعته على مضرتة لا بما يغلب مضرتة على منفعتها الا ترى ان الحزم الميسر كيف حرمها الله تعالى في
 نقصان سے زیادہ ہو وہ حکم نہیں دیتا جسکی مضرت منفعت سے زیادہ ہو بخمکو معلوم نہیں کہ شراب اور دیگر

القران بعد ما نص فيه ينفعهما حيث قال يسئلكونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس وانهما اثم كبير
 کیسے حرام کیا بعد اسکے کہ انکے فائدے بھی کم چکا چنانچہ فرمایا تم سے پوچھے ہیں حکم شراب اور ميسر کا تو کہہ انہیں حرام ہوا اور فائدہ بھی کم لڑکھو اور ان

من نفعها الا ان جانب لنفع اذا غلب عليه جانب الضرر يحس جانب الضرر فان اهل العرف في هذا الزمان كثيرا يفتلون
 فائدے سے زیادہ ہو کہ نفع کی جانب پر جب ضرر کی جانب غالب ہو جاتی ہے تو ضرر کی جانب کا لحاظ ہوتا ہے بیشک بل عرف اس لئے میں ایک ظالم کے وسطے

اهل بلدة واهل قرية بافواع للظالم بسيد ظالم واحد مع هذا لا يظفرون بذلك الظالم فيكون مظالمهم اشد بالفساد
 حکم شریر اور گناہوں کے کالافن پتہ پتہ سے اکثر ظالم کرتے ہیں اور سب پر بھی وہ ظالم ہاتھ نہیں آتا اب انکا ظلم اس ظالم کے ظلم سے ہزار گونہ ہوجاتا ہے

صربية من ظلم ذلك الظالم مع بقاء ظلمه فليس مثلهم الا كمثل من يقصد احراق حشيشة نبتت خلال زرع
 اور وہ کا وہ باقی رہتا ہے اور اسی پر جیسے کوئی گمانس جلائے گا ارادہ کرے جو حکمت کے اندر

فيوقد النار وسط زرع فيحرق الزرع واما الحشيش الذي قصد احراقه فربما يحرق وربما لا يحرق فلعل الله ليس
 برکرت کیت انکار ظالم ہونا حکمت چھک جاوے اور وہ گمانس جکا جلائے گا منظر رہا کبھی چل جاتی ہے اور بعضی دفعہ ظالم رہتی ہے سوا اسکی قسم ہر کہ یہ

هذا من الاصلاح بل هو من الفساد فلو كان في هذا العرف خير لكان القرون التي يستعمل هذا العرف فيها خيرا من
 ان نظام نہیں ہو بلکہ کھنڈت ہے اگر اس عرف میں کچھ فوہی ہوتی تو بیشک یہ زمانہ جس میں یہ عرف خوب برتا جاتا ہے ان عمدے سے

القرون التي لم يستعمل فيها هذا العرف كقرون النبي عليه السلام والخلفاء الراشدين التابعين لاشك ان خير
 جنہیں یہ عرف نہیں برتا گیا بہتر ہوتا جیسے عمدہ نبی علیہ السلام کا اور عمدہ خلفاء راشدین کا اور تابعین کا اور اس میں شک نہیں کہ سب سے بہتر

القرون قرن النبي عليه السلام كالذي يلوهم ثم الذين يلوهم ثم شعاع الكذب والفساد والقرن الذي هو شر
 زمانہ نبی علیہ السلام کا ہے پھر انکا جو اسے متصل ہیں پھر انکا جو اسے متصل ہیں پھر مجبوت اور فساد پھیل گیا ہمارے زمانہ کجی سے بدتر ہے

القرون يشهد بذلك الاحاديث المشهورة بل المتواترة ولو بالقدر المشترك فان قيل تلك القرون لكونها قرون
 مشہور حدیثیں بلکہ متواتر اسکی گواہ ہیں اگرچہ ملتوی جاتے معترضین سے پھر اگر کوئی کہے کہ اس زمانہ چونکہ

الرشد والصلاح وعموم الصدق والفلاح كان الامريتهم بسهولة الشرع ولا يحتاج الى صعوبة العرف واما هذه
 رشد اور صلاح کہ اور عمدہ صدق اور فلاح کے تھے تو ان نظام شرع کا سمولت سے ہوجاتا تھا عرف کی اس صعوبت کی حاجت نہیں ہوتی تھا اور یہ

القرون فلما كان الغالب فيها الفسق والفساد والكذب العناد اضطراب العقلاء الى اجراء العرف الشديد لماراوا
 زمانہ اس میں فسق اور فساد اور عناد اور مجبوت اور عناد جو غالب ہو گیا ہے تو عقلائے ناچار ہو کر یہ عرف سخت جاری کیا کیونکہ دیکھتے تھے

من عد ما نرجوا اهلها بالشرع السديد فالجواب ان هذا السؤال لا ينبغي له مورخ بعد ما عد في اجراء العرف من
 کہ اس زمانہ کے لوگ صرف شرع محکم سے باز نہیں آئے سو جو اسد یہ ہو کہ اس سوال کا کھٹکانا نہیں ہو جب عرف کے جاری کرنے میں

المفاسد ما في الشرع من كفايته في جميع الاعصار لجميع المقاصد لثان ما ذكر من كون القرون السابقة قرون
 مفاسد مان لیے اور شرع کی کفایت تمام عمدوں میں تمام مطالب کے لیے تسلیم کر لی بہر وہ جو مذکور ہو کہ وہ زمانہ نے رشد

الرشاد الصالح وهذه القرون قرون الفسق والفساد ليس لا بدركة اجراء الشرع الشريف في تلك القرون شامة حثا
 في كل سنة بالغ كل شهر مرار على الحلف بالطلاق في انواع القضايا فيلزم الحث بالضرورة وبهذا السبب كث
 اولاد الزنا في هذا الزمان واشتغلوا بالتزويرات والتليسات وانواع الفساد اذ لا يصدق من الذوات الخبيثة
 الا الافعال الخبيثة فان قيل لعقوبة المتجاوزة عما عينه الشرع قد صدرت عن السلف وذكر في الكتب المعبر
 انما محولة على سياسة فلم لا يجوز ان يكون العرف المذكور محمولا على السياسة ايضا فالجواب ان السياسة
 على ما ذكر في معين الحكام نوعان احدهما ظالمة والاخرى عادلة اما الظالمة فالشرع يحرمها ويحكم
 بعد جوازها والعرف المذكور عينها وبسببها ينفخ ابواب المظالم الشنيعة ويؤخذ الاموال سيفك الدماء بغية الشريعة
 واما العادلة فالشرع يوجب المصير اليها والاعتقاد عليها وهي ما ذكر في العناية تغليظ جنابية لها حكم شرعي حسم
 لمادة الفساد وقيل هي الشرعية مغلظة وبسببها يخرج الحق من الظالم ويندفع كثير من المظالم ويرتدع اهل العرف
 من الفساد وبأهلها يضيع الحقوق ويتعطل الحد فلا بد من اعتبارها لكن بعد معرفة طريقها لا يتجاوز
 منها الى غيرها اذ لا يمكن رفع الفساد من جهة الارض لا بعقوبة المتهمين بالاجرام المشهورين بها بعقوبات الشرع
 بقدر تهمتهم ونسبهم بها اما بالحبس كما ذكر في حد فتاوى قاضينا ان من يتم بالقتل السرقة وضرب
 الناس بحبس نخل في السجن ان يظهر ثبوتهم وذكر في الحبس من قضاء الخلاصة والبرازية اذ الدعاؤهم الذين يقصدون
 اتلاف اموال الناس انفسهم بحبس حتى يعرف ثبوتهم بظهور شعاع الصالحين في سببهم او بالبر كما ذكر في الكراهة البرازية
 ان حسن بن زياد سئل عن المتهم بالسرقة ايجل ضربه حتى يقر قال السر يقطع اللحم ولم يظهر العظم يعني ان ضربه
 في كل سنة بالغ كل شهر مرار على الحلف بالطلاق في انواع القضايا فيلزم الحث بالضرورة وبهذا السبب كث
 اولاد الزنا في هذا الزمان واشتغلوا بالتزويرات والتليسات وانواع الفساد اذ لا يصدق من الذوات الخبيثة
 الا الافعال الخبيثة فان قيل لعقوبة المتجاوزة عما عينه الشرع قد صدرت عن السلف وذكر في الكتب المعبر
 انما محولة على سياسة فلم لا يجوز ان يكون العرف المذكور محمولا على السياسة ايضا فالجواب ان السياسة
 على ما ذكر في معين الحكام نوعان احدهما ظالمة والاخرى عادلة اما الظالمة فالشرع يحرمها ويحكم
 بعد جوازها والعرف المذكور عينها وبسببها ينفخ ابواب المظالم الشنيعة ويؤخذ الاموال سيفك الدماء بغية الشريعة
 واما العادلة فالشرع يوجب المصير اليها والاعتقاد عليها وهي ما ذكر في العناية تغليظ جنابية لها حكم شرعي حسم
 لمادة الفساد وقيل هي الشرعية مغلظة وبسببها يخرج الحق من الظالم ويندفع كثير من المظالم ويرتدع اهل العرف
 من الفساد وبأهلها يضيع الحقوق ويتعطل الحد فلا بد من اعتبارها لكن بعد معرفة طريقها لا يتجاوز
 منها الى غيرها اذ لا يمكن رفع الفساد من جهة الارض لا بعقوبة المتهمين بالاجرام المشهورين بها بعقوبات الشرع
 بقدر تهمتهم ونسبهم بها اما بالحبس كما ذكر في حد فتاوى قاضينا ان من يتم بالقتل السرقة وضرب
 الناس بحبس نخل في السجن ان يظهر ثبوتهم وذكر في الحبس من قضاء الخلاصة والبرازية اذ الدعاؤهم الذين يقصدون
 اتلاف اموال الناس انفسهم بحبس حتى يعرف ثبوتهم بظهور شعاع الصالحين في سببهم او بالبر كما ذكر في الكراهة البرازية
 ان حسن بن زياد سئل عن المتهم بالسرقة ايجل ضربه حتى يقر قال السر يقطع اللحم ولم يظهر العظم يعني ان ضربه
 في كل سنة بالغ كل شهر مرار على الحلف بالطلاق في انواع القضايا فيلزم الحث بالضرورة وبهذا السبب كث
 اولاد الزنا في هذا الزمان واشتغلوا بالتزويرات والتليسات وانواع الفساد اذ لا يصدق من الذوات الخبيثة
 الا الافعال الخبيثة فان قيل لعقوبة المتجاوزة عما عينه الشرع قد صدرت عن السلف وذكر في الكتب المعبر
 انما محولة على سياسة فلم لا يجوز ان يكون العرف المذكور محمولا على السياسة ايضا فالجواب ان السياسة
 على ما ذكر في معين الحكام نوعان احدهما ظالمة والاخرى عادلة اما الظالمة فالشرع يحرمها ويحكم
 بعد جوازها والعرف المذكور عينها وبسببها ينفخ ابواب المظالم الشنيعة ويؤخذ الاموال سيفك الدماء بغية الشريعة
 واما العادلة فالشرع يوجب المصير اليها والاعتقاد عليها وهي ما ذكر في العناية تغليظ جنابية لها حكم شرعي حسم
 لمادة الفساد وقيل هي الشرعية مغلظة وبسببها يخرج الحق من الظالم ويندفع كثير من المظالم ويرتدع اهل العرف
 من الفساد وبأهلها يضيع الحقوق ويتعطل الحد فلا بد من اعتبارها لكن بعد معرفة طريقها لا يتجاوز
 منها الى غيرها اذ لا يمكن رفع الفساد من جهة الارض لا بعقوبة المتهمين بالاجرام المشهورين بها بعقوبات الشرع
 بقدر تهمتهم ونسبهم بها اما بالحبس كما ذكر في حد فتاوى قاضينا ان من يتم بالقتل السرقة وضرب
 الناس بحبس نخل في السجن ان يظهر ثبوتهم وذكر في الحبس من قضاء الخلاصة والبرازية اذ الدعاؤهم الذين يقصدون
 اتلاف اموال الناس انفسهم بحبس حتى يعرف ثبوتهم بظهور شعاع الصالحين في سببهم او بالبر كما ذكر في الكراهة البرازية
 ان حسن بن زياد سئل عن المتهم بالسرقة ايجل ضربه حتى يقر قال السر يقطع اللحم ولم يظهر العظم يعني ان ضربه

یذنبی ان لا ینخرج عن صفة ضرب الحد و لا یعاقب بغير عقوبات الشرع بل نصرب ضرب تعزیر لا ضرب حد او
 کہ حد کا وضع سے مخالف نہ جاوے اور کوئی اور عقوبت سوائے عقوبات شرعی کے نہ کریں
 بلکہ تعزیر کیسے مارا جائے اور کیسے مارنا مارا جائے

بب القتل كما ذكر في سيد البرازية ان عطاء بن حمزة سئل عن قتل الاعونة البغاة والظلمة في ايام الفدة فقال
 قتل کر کر چنانچہ سید البرازیه میں مذکور ہے کہ عطاء بن حمزہ سے پوچھا کہ ایام فترہ میں یا عینوں اور ظالموں کے جو مامی ہوں انکو قتل کرنا چاہیے
 جواب دیا

یباح قتلهم لانهم سارعون في الارض بالفساد وقيل له انهم يمتنعون عن السبع في تلك الايام ويتوارون في ذلك الامتناع
 آنکا قتل مباح ہو کیونکہ وہ ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں کسی نے کہا اب تو وہ اس عمل سے باز آئے ہیں اور چھپ گئے ہیں کہ! ناہجاری کو باز آئے ہیں

ضروری ولوخر والعاد والما ہوا عنہ وكذلك قال الامام السيد ابو شجاع فراح بان قال ثبأ قتلهم قيل کیف ثبأ قتلهم قال
 اور اگر پھر وہی حال ہو تو پھر وہی کوئی جو انکو منع ہوا تھا اور ایسے ہی امام سید ابو شجاع نے کہا ہوا اور انرا زیادہ کہا کہ انکے قاتل کو ثواب ہو گا کیونکہ قاتل کو ثواب کیسا ہو گا کہا

لان من شرط الاسلام التشفقة على الخلق والفرح بفرحهم والمخزن بخمهم وهم على عكس ذلك وذكر في كراهية البرازية انه
 ایسے کہ اسلام کی شرط ہے شفقت کرے اور انکی خوشی سے خوش ہو اور انکے غم سے غمگین اور وہ لوگ اسکے برخلاف ہیں اور نہ ہاں یہ کی کرنا ہتھیار نہ کرنا

كان يقضى بفرحهم واختيار المشائخ ان لا يقضى بفرحهم وجواز القتل يدل على كفره قال الله تعالى فما جزاء الذين يحاربون
 کہ انکے کفر پر فتویٰ تھا اور مشائخ کہ مختاریوں نے فرمایا کہ کفر پر فتوے نہ دیوں اور قتل جائز ہونے سے کفر نہیں ثابت ہوتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہی سزا ہے انکی جو لڑائی کرتے ہیں

الله ورسوله في الارض فسادا ان يقتلوا او يصلبوا او لا عون من المحاربين الله رسوله ذكر في باب السعاية
 اللہ سے اور اسے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ انکو قتل کرے یا سولی پر چھائے اور مددگار بھی نہ اور رسول سے لڑنے والے ہیں اور باب السعایہ میں

جنایات البرازية ان المشائخ لفساد الملك بسبب السعاية اقوا بان قتل الاعونة والسعاية فزمان الفدة جائز
 جنایات برازیه میں مذکور ہے کہ مشائخ نے ایسے کہ بسبب سعایہ کے ملک میں فساد پھیل گیا تھا فتوے دیا تھا کہ قتل یا سولی پر چھانے کے مددگار کا زمانہ فترہ میں جائز ہے

والقيد لكونهم في مثل ذلك الزمان اشد ضررا فيلحقون بالذين يحاربون الله رسوله في الارض فسادا فاعلوا
 اور قید سے کیونکہ انہی ایسے زمانہ میں بڑا ضرر ہو چکا پھر وہ ان لوگوں میں نمجاؤ گئے جو اللہ اور رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں اس آیت کو مؤمن
 یجو قتلہم لکن باسہل الطرق واقلمها عذابا کالصلب في ضرب العنق لا باصعبها واكثرها عقابا کالسیاسات الجارية

انکا قتل جائز ہے بہ آسانی جس میں تکلیف نہ ہو جیسے سولی اور سر اڑا دینا سخت عذاب ہے نہیں جس میں تکلیف زیادہ ہو جیسے سیاسات اس زمانہ میں

في هذا الزمان لما روى انه عليه السلام قال اذا قتلتم فاحسوا القتلة فاعلم من هذا النقول ان اجراء هذه
 مروج ہیں کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو ان نقلوں سے معلوم ہوا کہ ان عقوبات کا مابری کرنا

العقوبات انما يجوز اذا كان المدعى عليه متبعا للجرائم مشهورا بها وانكر ما ادعى عليه واما اذا لم يكن متبعا بها بل كان رجلا صالحا
 جب جائز ہے کہ مدعی علیہ جرم میں بدنام اور حنظا واری میں مشہور ہو اور وہ دعویٰ سے منکر ہو اور اگر اسپر کچھ تہمت نہ ہو بلکہ مرد نیک خوبی سے مشہور ہو

مشهورا بالصلاح فلا يجوز عقوبته اصلا بل يحلف ويغلى سبيله ان لم يقم عليه بينة وان كان مجهول الحال لا يعر بده
 تو ایسے عقوبت بہرگز جائز نہیں ہے بلکہ قسم لیکر چھوڑ دین اگر گواہ نہ ہوں اور اگر مجهول الحال ہو یعنی نہ تو تیکو کار مشہور ہے

ولا يجوز حبسه يوما او يومين حتى يتبين حاله بالبينة او بالاقرار وان لم يظهر شيء منها يحلف ويغلى سبيله ولا
 اور نہ بہرگز حبس کرنا یا دو دن قید کرنا جائز ہے تاکہ اسکا حال گواہ سے باقرار سے ظاہر ہو جاوے اور اگر کچھ بھی ظاہر نہ ہو تو قسم لیکر چھوڑ دین اور

يجوز به كما ذكر في سيرة الخلاصة والبرازية ان عصام بن يوسف دخل على الامير فاتي بسارق فادركه الرقة فقال الامير
 لہ ناجائز نہیں ہے چنانچہ خلاصہ اور برازیه کے باب السرقة میں مذکور ہے کہ عصام بن یوسف امیر کے پاس گیا وہیں ایک چور پکڑ آیا سو اسے چوری سے انکار کیا اور اسے

لعصام بن يوسف ان يحبس عليه فقال عصام عليه الامير على المدعى البينة فقال الامير اني لو لم اجد بالمدعى العقاب
 عصام بن یوسف سے پوچھا اسے کیا واجب ہے عصام نے کہا امیر قسم ہے اور مدعی پر گواہ امیر نے کہا کوڑا اور دو رستی ان تو لاؤ

المالك لا بد له من سبب في الاسباب كثرة ومزاجية ولا يمكن للقاضي ان يعين شيئاً منها بدون المحجة اذ ليس
 به ملك كدائمه كوني سبب باي سبب او اسباب تو بت بين ايك دوسرے کا مخالف قاضی سے نہیں ہو سکتا کہ انہیں سے کسی ایک کو بڑا جت کرے اور کسی کو
 اول من البعض فحينئذ لا يمكن اثبات شيء منها سابقاً على القضاء بطريق الاقضاء لان ملك ليس كالمالك لا يشاء

ایک بریجہ فرقت نہیں ہر سو اس طریق اقتضا سے پہلے کو بھی ثابت نہیں ہو سکتا ایسے کہ ملک میں احتمال نشا کہ بعضے از سر نو کا تو نہیں ہے

والقاضي ليس ما مو بالاقضاء بالملك بل هو ما مو بالقضاء بقصر يد المدعى عليه عن المدعى فهذا هو الناقد منه
 اور قاضی کو یہ علم نہیں کہ ملک کا حکم دیا کہ بلکہ اسکو یہ علم ہو کہ مدعی علیہ کا ہاتھ مدعی سے کو لکھ کر سے سو ہی ہر کہ ظاہر میں نافذ ہوتی ہے

ظاهر الا غير بيان ان رجلا اذا ادعى على رجل ببيع او شراء في جارية او طعام واقام شاهدي الزور وقضى
 فقط اسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص پر ایک ٹوٹی یا طعام کی بیع کا یا شراہ دعوی کیا اور دو مجھوے ڈگواہ گزار دیے اور

القاضي بينهما بالبيع او الشراء ينفذ قضاء ظاهره باطنه حتى يحل لمن حكمه بالجارية او الطعام ان يطأ الجارية
 قاضی نے ان دو تو نہیں بیع یا شراہ کا حکم دیا تو یہ حکم ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگا یہاں تک کہ سبکو وہ ٹوٹی یا طعام والا یا گیا اور طلال ہر کہ ٹوٹی ہو طلی کرے

بعد الاستبراء وياكل الطعام لثبوت الملك له بالثمن الذي وقع الشهادة به واما اذا ادعى على رجل ملكا مطلقا في جارية
 بعد تم طلاق اور کھانا کھا ایسے کیونکہ اسکی ملک ثمن سے ثابت ہو چکا جسکے گواہ گذر چکے ہیں اور یہی وہ صورت کہ ایک شخص ایک شخص پر ٹوٹی یا طعام کی مطلق ملکیت کا دعوی

او طعام من غير تعيين سبب من اسباب الملك واقام شاهدي الزور وقضى لقاضي بينهما بالملك لا ينفذ قضاءه الا
 کہ اور کوئی سبب خاص ملک کا بیان کرے اور دو مجھوے ڈگواہ گزار دے اور قاضی انہیں حکم ملکیت کا دے دیوے تو اب اسکا حکم فقط ظاہر میں نافذ ہوگا

ظاهر حتى يحل لمن حكمه الجارية او الطعام ان يطأ الجارية او ياكل الطعام لعدم ثبوت الملك فيما بينه وبين
 یہاں تک کہ سبب ٹوٹی یا طعام دلا دیوے مطلق نہیں ہر کہ ٹوٹی سے صحبت کرے یا طعام کو کھا ایسے کیونکہ اسکی ملک فيما بينه وبين اللہ یعنی واقع میں ثابت نہیں ہے

الله تعالى من مثله العقوق ان احدا من الرجال والنساء اذا ادعى على خرنكاحا واقام شاهدي لزور وقضى
 اور ایک مثال عقوق کی یہ ہر کہ کوئی مرد ہو یا عورت اگر دوسرے پر نکاح کا دعوی کرے اور دو مجھوے ڈگواہ گزار دے اور قاضی

القاضي بينهما بالنكاح ينفذ قضاءه ظاهره باطنه حتى يحل للرجل الوطى للمرأة التمكين هذا اذا لم يكن المرأة في
 انہیں حکم نکاح کا کر دے تو اب قضا ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جائیگی یہاں تک کہ مرد کو وطی اور عورت کو اپنے اوپر قبضہ دینا مطلق ہے اس صورت میں ہر کہ عورت

نكاح الغير وعدته فاما اذا كان في نكاح الغير وعدته فالقضاء انما ينفذ ظاهره فقط لا باطنا ومن مثله الفسوخ
 اور کے نکاح میں یا عدت میں ہو اور اگر کسی نکاح یا عدت میں ہوگی تو قضا صرف ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نہیں اور مثال فسوخ کی یہ ہے

ان احد الزوجين اذا ادعى على خرنفسخ النكاح واقام شاهدي الزور وقضى لقاضي بينهما بالفرقة ينفذ قضاءه
 کہ ناوند جرو میں سے کسی نے دوسرے پر فسوخ نکاح کا دعوی کرے اور دو مجھوے ڈگواہ گزار دیے اور قاضی انہیں جدائی کا حکم دے دیا تو یہ حکم ظاہر باطن میں نافذ ہوگا

و باطنا حتى يحرم للرجل الوطى للمرأة التمكين ويجوز لها التزوج بزوجه اخرى ويجوز للزوج الاخر وطئها وان علم ان الزوج
 یہاں تک کہ اس ناوند کو اب طلی اور جبرو کو اپنے اوپر قبضہ دینا حرام ہے اور عورت کو جائز ہے کہ اور خاوند کے اور اس دوسرے خاوند کو اسکی وطی جائز ہے اگر معلوم ہو کہ پہلے خاوند نے

الاول لم يطلقها بان كان احد شاهدي الزور هذا كله قد كان ظاهرا معلوما مما ذكر لكن ينبغي ان يعلم ايضا
 اسکو طلاق نہیں دی ہوا اس طرہ کہ ان دو مجھوے گواہوں میں کا ایک یہی ہوا اور یہ تمام مذکور سابق سے ظاہر اور معلوم ہے یہ بھی سمجھ لو

اقضاء القاضي في العقوق والفسوخ بشهادة الزور ان كان نافذا ظاهرا و باطنا ومفيدا للحل عند ابى حنيفة لكونه
 کہ قاضی کا حکم عقود اور فسوخ میں جبرو گواہی سے اگرچہ ظاہر و باطن میں نافذ اور امام کے نزدیک طلت کا نافذہ بھی دیتا ہے کیونکہ عقد بافسوخ

انشاء بطريق الاقضاء الا ان المدعى والشهوى لا يخلو من ان يتعزضا لخطا الله تعالى عقابه حيث ارتكبوا ما نهى الله
 بطور انشاء کے از سر نو ہو جاتا ہے گواہی کے مدعی اور گواہ دونوں غصب الہی اور عقاب سے نہ بچیں کیونکہ انھوں نے وہ عمل کیا ہے جو اللہ

ورسوله وسعوا فی بطلان حق الغیر وظلمه لایسما اذ المرکن الثمن الذی شتره ابه مساویا للقيمة اما المدعى فانه ارتکب
اور اسکے رسول نے منع کیا اور غیر کی حق تلفی اور ظلم میں سہمی کی اور خاص کر اس صورت میں کہ ثمن جسکی گواہی دی ہے قیمت سیکر اور نموداری سے تو جھوٹ بولا
الکذیب و ادعی مالیس له وقد روى انه علیه السلام قال من ادعی مالیس له فلیس منا فلیتبتوا مقعدہ من النار واما
اور ایسا دعویٰ کیا جو اسکا حق نہیں ہے اور روایت کی کہ نبی علیہ السلام فرمایا جس نے دعویٰ کیا جو اسکا حق نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے جیسے کہ انہا شخص کا دوزخ میں تیار کر دیا
الشہوفانہم ارتکبوا البکیرة التي شابت الشکر وهي شهادة الزور وکذا المدعی حیث رضی بها وقد روى انه علیه السلام
گواہ سوا ائمنون نے وہ گناہ کبیرہ اختیار کیا کہ شکر کے نام نہ کر یعنی جھوٹی گواہی ایسے ہی مدعی کی کہ اسی پر رضامند ہوا اور روایت کی کہ نبی علیہ السلام نے
قال عدلت شهادة الزور بالاشراک بالله تعالى ثلاث مرات ثم قرأ قوله تعالى فاجتنبوا الرجس من الاوثان وارجتنبوا قول الزور
تین بار فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ تعالیٰ ثلاث مرات ثم قرأ قوله تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان وارجتنبوا قول الزور
فانه بین في هذا الحدیث ان شهادة الزور کانت مساویة للشکر فی حصول الاثم الموجب للنار لان الشکر موجب للخروج
بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جھوٹی گواہی گناہ میں شکر کے برابر ہے جس سے بالضرور دوزخ میں داخل ہونا ہوا اور اتنا ہی کہ شکر سے دوزخ دوزخ ہے
فيها وشهادة الزور غیر موجبة له مما ینبغ ان یعلم ایضا ان قضاء القاضی بشهادة الزور في العقود والنسوخ انما ینفذ ویقید
اور جھوٹی گواہی سے دوام نہیں ہے اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ قاضی کا حکم جھوٹی گواہی سے عقود اور نسوخ میں جب نافذ ہوتا ہے اور طاعت کا فائدہ دیتا ہے
المحل اذا خذل القاضی لقضاء بغير رشوة واما اذا خذل القضاء بالرشوة فلا یكون قاضیا ولا ینفذ حکمہ علی ما ذکر فی عامۃ
کہ قاضی کو عمدہ قضاء بغير رشوت ملا ہو اور اگر قضاء رشوت دے کر لی ہے تو نہ وہ قاضی ہے اور نہ اسکا حکم نافذ ہے چنانچہ نام کتابوں میں مذکور ہے
الکتب فعلى هذا لا یوجد في هذا الزمان قاض ینفذ حکمہ اذ قلما یوجد قاض ینفذ القضاء بغير الرشوة فان القضاء فی هذا
اس روایت کے موافق اباس زائد میں ایسا کوئی قاضی نہیں ہے جسکا حکم نافذ ہو کیونکہ بہت کتر قاضی ہیں جسکو قضاء بدون رشوت کر لیا ہے بیشک اس زائد کے قاضی
الزمان یسعون فی خذل القضاء بالرشوة سعیا بلیغا ویبدلون فی تحصیلہ ما لا کثیر اسموہ باسماء غیر الرشوة مع کون کلہ
رشوت دے کر قضاء لینے میں نہایت درجہ کی سعی کرتے ہیں اور قضا کے لیے خوب مال خرچ کرتے ہیں اسکا نام سوائے رشوت کو کچھ اور کچھ جھوٹی گواہی باوجودیکہ سب
رشوة فیکفون فبیم قاض ینفذ حکمہ فانهم باخذہم القضاء بالرشوة یكونون سببا لابطال کثیر من الاحکام الشرعية
رشوت ہی بچ کر کمان ہر ایسا قاضی جسکا حکم نافذ ہو کیونکہ قاضی تو رشوتوں سے قضا لیکر بہتیرے احکام شرعی باطل کرتے ہیں
لان کثیرا من امور المسلمین مفوض الی اہم وموقوف علی حکمہم وهم اذا خذلوا القضاء بالرشوة لا ینفذ حکمہم شیء
اس لیے کہ اکثر امور مسلمانوں کے اہم اور موقوف ہیں اور انھوں نے جب قضا رشوت دے کر لی تو انکا حکم کسی فیصلہ شرعی میں نافذ نہیں ہوتا
من المحکومات الشرعية فیلزم بطلان کثیر من امور المسلمین لایسما النکاح الذی یكون مفوضا الیہم فان القاضی لذلک
تو اب مسلمانوں کے بہتیرے امور باطل ہوتے ہیں خاص کر نکاح جو انکی طرف مفوض ہے بیشک جس قاضی نے رشوت دے کر
اخذ القضاء بالرشوة اذا عقد النکاح الذی فوض الیہ یكون ذلک النکاح باطلا فیلزم ان یتکون الزوج والزوجة انین
قضا حاصل کی ہے جب وہ کسی کا عقد نکاح کر لیا جو اسکی طرف مفوض ہے تو وہ نکاح باطل ہوگا اب یہ لازم آتا ہے کہ دونوں خاوند جو روزانی ہوں
مادامت تحت ذلک النکاح لیس هذا الا کثرة محبتہم للذی اوقلہ مبالا تم فی الدین فانہم لغلبة عقلتہم عن الاخذة باخذ القضاء
بیشک اس نکاح میں رہیں اور یہ حال اسی لیے ہے کہ دنیا کی محبت سب سے زیادہ دین کی ہے اور اکثر یہ کیونکہ یہ قاضی آخرت سے خوب ناغل ہو کر قضا کر
بالرشوة ولا یبالون بکونہم ملعونین بل یعین سول لله علیہ السلام بل یفتخرون بہ مع ان کثیرا من السلف متنعون عن لہ
رشوت سے حاصل کر رہیں اور اسکی کچھ پروا نہیں کہ کثیر رسول علیہ السلام کی لعنت پڑتی ہے بلکہ اسی پر فخر کرتے ہیں باوجودیکہ سلف میں اکثر لوگوں نے زبوا و سنابت کراہی
حتى کرہوا لکراہی علی قبولہ فلم یقبلوہ فضلا عن بذل مال فی اخذہ الا تری ان اباحیفة دعی الی القضاء ثلاثا
قبول نہیں کیا اور اسکے لیے مال خرچ کرنے کا تو کیا ذکر ہے دیکھتا نہیں کہ امام ابوحنیفہ کو قضا کے لیے تین دفعہ بلایا

فلا يسلم من الوقوع في الظلم والمعصية وأيضا من يطلب القضاء وليعلمه يعتقد عمله وورعه فيكون صاحب عجب
 سوا علمه او معصيته من سلامت نيين دوتا اور یہ بھی اذکر کہ جو نفسا کی طلب اور سوال کرتا ہے تو اپنے علم اور پختہ بینی سے بھروسہ کرنا اور اب انہیں کبھی اور کبھی
 فيحرم التوفيق وامان يكره عليه فانه يصير منكسر القلب بالاكراه فيعصم بحمل الله تعالى ويتوكل على الله تعالى
 اور توفیق سے محروم ہوگا اور سہمہ نفسا کے ساتھ زور ہوتا ہے تو اکراہ سے آئندہ دل ہوگا اور اللہ کی رستیا سے سہارا لیتا ہے اور اللہ پر توکل کر لے گا
 ومن يعصم بالله فقد هدى الى صراط مستقيم ومن يتوكل على الله فهو حسبه فيلهمه الرشد ويوقه
 اور جو اللہ کا سہارا لے گا اور تازہ دیکھ سیکے گا وہ سیدھی راہ پاتا ہے اور جو شخص اللہ پر توکل کرے وہ اسکا ذمہ داتا ہے جس کے دل میں رشد پیدا ہوتی ہے اور

الصواب يسرنا الله تعالى عملا مطابقا لرضائه بلطفه وكرمه المجلس الثاني والثمانون في بيان
 صواب میں ہونا آسان اور عمل مطابق اپنے رضا کے اپنے لطف اور کرم سے آسان کرنا یہاں تک کہ اس شخص کے بیان میں

من يجوز له الوعظ للناس ومن لا يجوز وما يرفع عليه قال سوا الله صلى الله عليه
 جسکو لوگوں کے لیے وعظ کرنا جائز ہے اور جسکو نہیں جائز اور اس پر کیا پیدا ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وسلم لا يفصل الامير وامور مختال هذا الحديث من حسان المصابير رواه عوف بن مالك ومثله ما رواه ايضا
 وعظ من بيان کرنا اور امیر اور امور مختال یہ حدیث صحیح کی حدیث صحیحین اور عوف بن مالک کی روایت سے اور ایسی ہی صحیحین کی وہ حدیث ہے جو عوف بن مالک نے روایت کی ہے
 انه قال لخصاص ثلثة امير ومأمور ومختال القصل لتكلم بالقصص يستعمل في الوعظ وهو المراد ههنا والمعنى ان الذين
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعظ کرنے والے تین ہیں امیر اور مامور اور مختال کرنا والا اور قصص کے معنی ہیں قصص بیان کرنا اور قصص وعظ میں برتا جاتا ہے اور بیان وعظ ہر دو اور مختال یعنی یہ تین

يعظون الناس ثلثة احدهم الامير وهو الحاكم فان لحاكم في الزمان الاول كانوا يعظون الناس ويقصون عليهم اخبار
 جو شخص لوگوں کو وعظ کرتے ہیں تین ہیں ایک تو امیر یعنی حاکم بیشک پھر زمانہ میں حکام ہی لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے اور گذری ہوئی خبریں انکو سناتے تھے
 الماضيه ليعدروا وتاينهم المأمور وهو الذي امره الامير بالوعظ واذن له فيه وتالتمم المختال هو الذي ليس
 تاکہ عبرت پذیر ہوں اور دوسرا مامور یعنی جسکو امیر نے واسطے وعظ کی مقرر کیا اور اجازت دی ہے اور تیسرا مختال یعنی نہ وہ امیر ہے

ولا مأمور من جهة بل هو فضولي يفعل ذلك تكبرا على الناس طلبا للرياسة بينهم ويكرهونهم بقوله وفعله وفيه
 اور نہ امیر کی طرف سے مامور بلکہ وہ شخص زیادہ ہر یہ پیشہ لوگوں پر بزدگ ہونے کو اور انہیں ریاست لینے کو اختیار کرتا ہے اور انکو اپنا قول فعل کھلاتا ہے اور انہیں
 زجر للواعظ عن الوعظ بغير اذن الامام وانما كان كذلك لان الامام يجب عليه ان يقوم بمصالح الرعية
 وعظ کو کہ برون اذن امام کے وعظ کو ممانعت ہے اور ممانعت اس لیے ہے کہ امام پر واجب ہے کہ واسطے مصلحت رعیت کو مستعد رہے

ويرتب في كل قرية وفي كل محلة المامد يتابعون الناس دينهم فينظر في العلماء فمن يورى فيه علما وديانة وحسن
 اور ہر ہر گاؤں میں اور ہر ہر محلہ میں ایک عالم نیکو دیندار تعین کرے کہ وہ لوگوں کو دین تعلیم کیا کرے پھر علما میں غور کرے جس میں علم اور دیانت اور نیک عقیدہ دیکھے
 عقيدة ياذن له ان يعظ الناس من لا يرى فيه هذه الصفات لا ياذن له في الوعظ لئلا يوقع الناس في البعد والضلالة
 اسکو اجازت دے کہ لوگوں کو وعظ کیا کرے اور جس میں یہ صفات نہ پاوے تو اسکو وعظ کی اجازت نہ دے تاکہ لوگوں کو بدعت اور بے راہی میں نہ پھنسا دے

كما هو واقع في هذا الزمان وذلك لان المخلق لا يولدون بالعلم وانما يولدون بالجهل والجهل مرض من امراض القلوب
 جیسا اس زمانہ میں ہو رہا ہے اور یہ اس واسطے ضرور ہے کہ خلق عالم نہیں پیدا ہوتی یہ ہی حجابات میں پیدا ہوتی ہے اور حجابات و کلمہ باریوں میں تو ایک مرض ہے
 فلا بد له من طبيب حاذق يعالجهم وينزل مرضهم بتعليم احكام الدين في اصله وفرعه ومن لم يكن حاذقا
 سو اس مرض کے لیے کوئی نیکو طبیب چاہیے کہ علاج کرے دین کے اصلی اور فرعی احکام سکھا کر انکا دلی مرض ٹھوڑے اور جو نیکو طبیب نہیں ہے

لا ينزل مرضهم بل يزيدهم مرضا فيهلكهم وقد ذكر في الاحياء ان الدنيا دار المرض ذليل في بطن الارض الاميت
 نہ انکا کوئی دیکھ نہیں کہو دیکھا بلکہ اور دیکھو حاکم ہلاک کر دیکھا اور احیاء میں مذکور ہے کہ دنیا باری کا گھر ہے کیونکہ جو زمین کے اندر ہے سو مردہ ہے



ولا علی ظہرها الاستقامة ومرض لقلوب اكثر من مرض لا بدان وانما صار كذلك لثلاث علل احدها ان من كان
 اور جو اس کے باہر سے سو بیمار ہے اور دل کے دیکھ جہاں بیماری سے زیادہ ہیں اور یہ حال میں سب سے ہو گیا ہے ایک تو یہ کہ جو
 مریض لقلوب یدی کونہ مریضا والثانية ان عاقبة مرض القلب لا يشاهد قبل الموت بخلاف مرض البدن
 دل کا دکھیا ہے وہ اپنے تئیں دکھیا نہیں سمجھا اور دوسرا سبب یہ ہے کہ دل کی بیماری کا انجام موت ہو پہلے ظاہر نظر نہیں آتا برخلاف مرض بدن کے
 فان عاقبته موت مشاهد تنفر عنه الطباع ولوكون ما بعد الموت غير مشاهد قلت التنفرة عن الذنوب
 کہ اس کا انجام موت نظر آتی ہے سو ہی طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں اور موت کے بعد کا حال جو ظاہر نہیں نظر آتا اس لیے گن ہو جسے نفرت کم ہو گئی ہے
 وتبکل مرتبها على فضل الله تعالى ولا يشتغل بعلاج مرض قلبه بل يشتغل بعلاج مرض بدنه من غير انكسار
 اور گنہگار امر تقاضا کر فضل پر تکیہ کر دیتا ہے اور اپنے دل کے دیکھ کا علاج نہیں کرتا بلکہ برائی مرض کا علاج فضل الہی پر تکیہ کر کے کرتا ہے
 على فضل الله تعالى مع كون فضل الله تعالى عاما في الدنيا والاخرة والثالثة وهي لداء العضال فقد الطيب
 باوجودیکہ امر تقاضا کا فضل دنیا اور آخرت دونوں میں برابر ہے اور تیسرا سبب یہ ہے کہ اور یہ بڑا سخت دیکھ ہے یعنی طیب کا سنونا
 فان الاطباء هم العلماء وهم في هذا الزمان قد مرضوا مرضا شديدا حتى عجزوا عن علاج انفسهم فضلا عن
 کیونکہ اسکے طیب تو علماء ہیں سو اس زمانہ میں وہ خود ہی سخت بیمار ہیں یہاں تک کہ انہا ہی علاج نہیں کر سکتے غیر کہ
 علاج غيرهم وبهذا السبب عم الداء وانقطع الداء وهلك الخلق بل اشتغل الاطباء بقنون الاغواء فليتهم
 تو کیا کتنی ہے اس سبب سے یہ دیکھ اور کبھی زیادہ پھیل گیا اور علاج جائز اور فلتی مرگئی بلکہ طیب طرح طرح کے اغوا میں مشغول ہیں کا نکلے وہ طیب
 اذ لم يصلحوا لم يفسدوا وليتهم سكتوا ولم ينطقوا فانهم اذا تكلموا لا يقصدون في مواضعهم الا استمالة قلوب العوام
 اگر علاج نہ کرے تو دیکھ بھی نہ بڑھ جائے اور کانٹے وہ خاموش رہتے کچھ نہ بولتے بیشک جب وہ بولتے ہیں تو اس وعظ سے سوا بلانے قلوب عوام کی کچھ اور غرض نہیں
 ولا يتوصلون اليها الا بذكر الرجاء والرحمة لكون ذلك في الاسماع وانحرف على المطباع فينصر الخلق عن مجلس
 ہونی اور اسکا وسیلہ ہے اور امید اور رحمت کا ذکر پھیلا رکھا ہے کیونکہ ہی کا نون میں لذیذ اور طبیعتوں پر ہلکا ہے پھر طاقت مجلس وعظ سے جب اٹھتی ہے
 وعظهم وقد استفادوا مزيدا جرأة على المعاصي فيهما كان الطبيب كذلك يملك المريض لدا ع حيث يضعه
 تو انکو گناہوں پر اور بھی جرأت پیدا ہو جاتی ہے اور جب طیب ہی ایسا ہووے تو دیکھتا دوا ہی سے مرگتا کیونکہ طیب بے محل دوا
 في غير موضعه فان الخوف والرجاء دوا ان لكن لخصيص متضادى لعله فالذي غلب عليه الخوف حتى
 دیتا ہے بیشک خوف اور رجاء دونوں دوا تو ہیں برائیسے دو شخص کے جو ایک سے بیمار نہوں پھر جس پر خوف غالب آیا کہ
 هجر الدنيا بالكلية وكلف نفسه ما لا يطيق وضيقت عليه العيش نكيس سورة خوفه بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة
 دنیا بھل ترک کی اور اپنی جان نجات سوزناہ تکلیف میں جمالی اور عیش تنگ کر لیا تو اس کے خوف کی شدت کو اسباب رجاء کی اور فراموشی رحمت الہی کا ذکر کر کے
 الله تعالى ليخرج الى الاعتدال فكذلك المصير على لذنوب المشتهى للتوبة الممتنع عنها بحكم القنوط واليالمستظاما
 گناہ دے تاکہ وہ اعتدال پر آجائے اور ایسے ہی جو گناہ پر اڑا ہوا توبہ کا آرزو مند کہ سبب نام امید اور یاس کے اپنے گناہوں کو سخت سخت سمجھ کر
 لذنوبه التي سبقت يعالج ايضا بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى حتى يطعم في قبول توبته فيتوب
 جو اس سے عمل میں آئے ہیں توبہ کرتا ہو ایسے کا علاج بھی یہ ہے کہ ذکر کرنا اسباب رجاء اور فراموشی رحمت الہی کا ذکر کرنا کہ اسکو توقع قبول توبہ کی پیدا ہو پھر وہ توبہ کرے
 فاما معالجة المعصية المسترسلة في المعاصي بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى فيصاها في معالجة المحرم
 اور برا دھوکہ میں پڑا ہو اسامی میں جب قید اسکا علاج ذکر اسباب رجاء اور بیان فراموشی رحمت الہی سے ایسا ہے جیسے تپ چڑھو کہ
 بالعسل في ذكره موضع اخر من الاحياء ان هذا الزمان زمان لا ينبغي ان يذكر فيه الخلق اسباب الرجاء وسعة
 شہد بلاد یا اور احیاء کے اکٹھے ہجرت میں مذکور ہے کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اس میں خلقت کے سامنے ذکر اسباب رجاء اور بیان فراموشی

لیفهمه سامعاً وتتمکن قلوبهم وبحفظه لماروی عن انس انه عليه السلام كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثاً
 تا کہ سننے والے سمجھ لیں اور انکے دل میں بیخبر جاوے اور اسکو یاد رکھیں کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اگر کوئی بات فرماتے تو تین بار کہتے
 حتی تفهم عنده لکن یجب علیہ ان یحذر عن خا ط کلامه البدعة لما ذکر فی الاحیاء ان الوعظ مہم فرج کلام البدع
 تا کہ خوب سمجھ لیں لیکن را غظہ بر واجب ہے کہ اپنے کلام میں بعت کی باتیں نہ ملاوے کیونکہ احیاء میں مذکور ہے کہ واعظ اگر بعت بیان کرنے لگے
 یجب منعه ولا یجوز حضور مجلسہ الاعلیٰ وقد رد علیہ ان قد رد ان لم یقدر لا یحضر مجلسہ وکذا مہم ان کلام
 تو اسکو روکنا واجب ہے اور انکی مجلس میں جانا جائز نہیں مگر بار بار روکے جاوے تو جاوے اگر قدرت رکھتا ہو اور اگر قدرت نہ ہو تو اسکی مجلس میں جاوے اور ایسے ہی اگر انکے کلام
 مائل الی الارجاء وتجریۃ الناس علی المعاصی و زاد بسببہ رجاء الخلق علی خوفہم فهو منکر یجب منعه لکون
 مردمانکی طرف جھکتے ہوں اور لوگوں کو معاصی پر جرات ہوتی ہو اور اس باعث سے خالق کو ربا خوف سے زیادہ بڑھ جاوے اپنے واعظ نہیں شکر اسکا روکنا چاہیے
 فسادہ عظیم بل الاقرب والا یق بطباع الخلق ان یرجم خوفہم علی جرائم لا تم الی الخوف حویج ذکر فی الرسالة
 اسکا بڑا فساد ہے بلکہ خلقت کے حال کے مطابق یہ ہے کہ اپنی رجائے سے خوف غالب ہے کیونکہ خوف کے زیادہ تر مخافت ہیں اور انکے غزالی کے رسالہ میں
 المماۃ یا ایہا الولد لا اہم الغزالی ان لو اعظ ینبغی له ان ینکون عزمہ و ہمتہ ان یدعوا الناس من الذنوب الی
 جسکا نام یا ایہا الولد مذکور ہے کہ را غظہ کو چاہیے کہ اسکا قصد اور ہمت یہ ہی ہو کہ لوگوں کو دنیا سے آخرت کی طرف بلاوے
 الاخرة ومن المعصیۃ الی الطاعة ومن الحرص لی القناعة ویحبب الیہم الاخرة ویغصن علیہم الذنوب علیہم
 اور معصیت سے طاعت کی طرف طلب کرے اور حرص سے قناعت کی طرف اشارہ کرے اور انکو آخرت کی محبت اور دنیا کا بغض دلاوے اور انکو
 العبادۃ والتقوی لان الغالب فی طباعہم الزیغ عن منہج الشرع والسع فیما لا یرضی اللہ تعالیٰ فیلغی فی قلوبہم
 عبادت اور تقویٰ کی چیز کا رفا تعلیم کرے ایسے کہ انکی طبیعتوں میں اکثر شرع کی راہ سے بگی اور رضالات رضائندی اللہ تعالیٰ کی سعی ہوتی ہے سو انکے دلوں میں خدا کا خوف
 الرعب و خوفہم عما یتقبلہم من الخیاف لعل صفات بطہم تتغیر ومعاملۃ ظاہرہم تتبدل ویظہر منہم الحرص
 ڈرنا اور انکو سامنے آنی ہوئی تو فنا کی چیزوں سے ڈرنا اور شاید کہ انکے صفات باطنی بدل جاویں اور ظاہر کا معاملہ پلٹ جاوے اور انہیں طاعت کی حرص
 الی الطاعة والرجوع عن المعصیۃ دھذا هو طریق الوعظ والنصیحة وکل اعظ لا یكون عظہ هكذا فوعظ وبال علی
 اور معصیت کے رجوع ظاہر ہونے لگے اور یہی طریقہ وعظ اور نصیحت کا اور جس واعظ کا وعظ ایسا نہ ہو لے تو اسکا وعظ
 القائل والسامع بل قیل نہ شیطان فی صورۃ الانسان یخرج الخلق عن طریق الحق ویہلکہم فیجب علیہم ان یفسروا
 کہتے اور سنتے دو زبان پر وبال ہے بلکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ انسان کی صورت میں شیطان ہے کہ خلقت کو طریق حق سے بھلا کر ہلاک کرتا ہے سو خلق پر واجب ہے کہ اسے اسباب میں
 منہ فراہم من الاسد لان ما یفسدک هذا الوعظ من حیثہم لا یتعلم ان یفسد بمثل الشیطان ومن کاولہ
 جیسے شیر چھا کر کھینے کیونکہ بڑا عظیم جتنا نکاد میں برباد کرے شیطان کی قدرت نہیں کہ اتنا برباد کر دے اور سبکو
 یدقہ لیس علیہ ان ینزلہ من منابر المسلمین ویمنعہ عما باشرہ لان من جملة الامر بالمعروف والنہی عن المنکر وکذا
 تا کہ اور قدرت رکھو اور جب اسکا کہ اسکو مسلمانوں کے منبر سے اتار دے اور وعظ کہنے سے روک دے کیونکہ یہ امر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے اور ایسے ہی
 الوعظ الذین یشغلون بالقصص التي تطرق لہا الزیادۃ والنقصان والکذب البہتان وقد ورد فی السفن
 واعظ کہہ بیان کرنے ہیں جس میں زیادتی کہتی اور جھوٹ اور بہتان ملا ہو اسے متقدمین انکی مجلس میں جانے سے منع کر گئے ہیں
 الجاوس مجلسہم لان القصص منہا ما ینفع سماعہ ومنہا ما ینضر سماعہ وان کان صدقاً فمفجر علی نفسہ لکذبت الخلق
 ایسے کہ بعضے تقویٰ کا سنا مفید ہوتا ہے اور بعضے قصوں کا سنا فز کر تا ہے اگر چہ سچا ہووے پھر جو شخص اپنے اوپر یہ دروازہ کھول لے گا
 علیہ الصدق بالکذب والنافع بالضر وقال احمد بن حنبل القصة ان کانت من قصص الانبیاء والصلحیین
 تو اسپر سنی جھوٹ میں اور نافع ضرر میں ملا رہے گا نیز سنو کی اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ قصہ اگر انبیاء اور صلحیوں کا ہو

